رمضان
المبارک
تربیت اور انسان سازی کا مہینہ
مؤلف:
شیخ ذاکر حسین مدبّر

رمضان المبارک

تربیت اور انسان سازی کا مہینہ

مؤلف :

شیخ ذاکر حسین مدبّر

پیشکش

مؤسسۃ المعصومین علیہم السلام

قم المقدسۃ
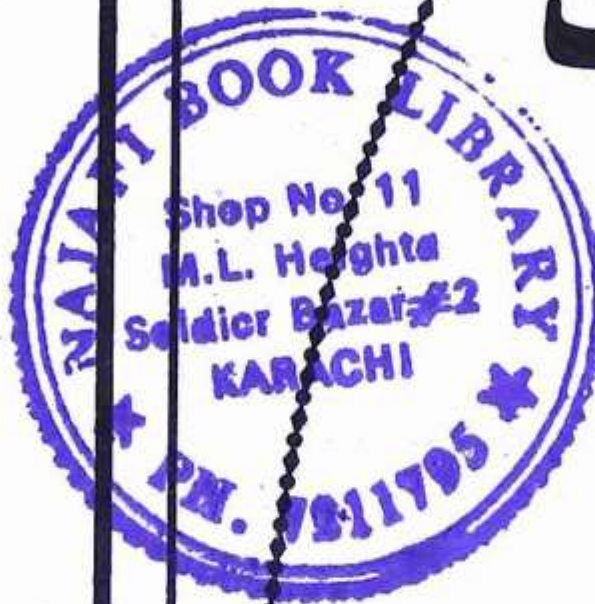
نام کتاب..........رمضان المبارک تربیت اور انسان سازی کا مہینہ
مؤلف..........شیخ ذاکر حسین مدبر
ناشر..........مؤسسۃ المعصومین ؑ قم
تعداد..........۱۰۰۰
چاپخانہ..........کوثر
طبع..........اول
تاریخ اشاعت..........۱۴۲۵ھ ق-2004 عیسوی
شابک: ۹٦٤-٦٧٦٧-٥٨-٣

ملنے کا پتہ:
۱۔ مدرسہ معصومین ؑ L/145 بلاک 2 پی ای سی ایچ ایس سوسائٹی کراچی پاکستان فون: 0092-21-455349
۲۔ مدرسہ معصومین ؑ خیابان انقلاب کوچہ ۳۸ پلاک ۲۲/۲۰ حوزہ علمیہ قم ایران فون: 0098-251-7758078
۳۔ مدرسہ جامعۃ العباس ؑ نغولی سپنگ سکردو بلتستان پاکستان فون: 0092-5831-55540

خیابان انقلاب کوچہ ۳۸ پلاک ۲۲/۲۰ حوزہ علمیہ قم ایران۔ فون: 0098-251-7758078

E-mail: mmasoomen14@hotmail.com

mmasoomen14@yahoo.com
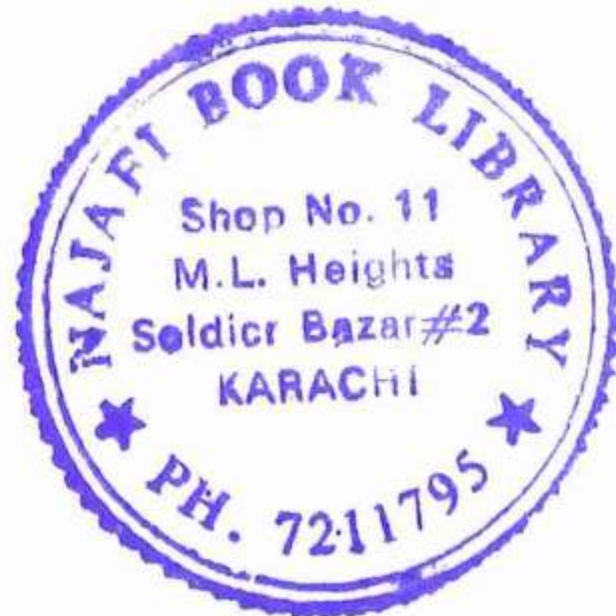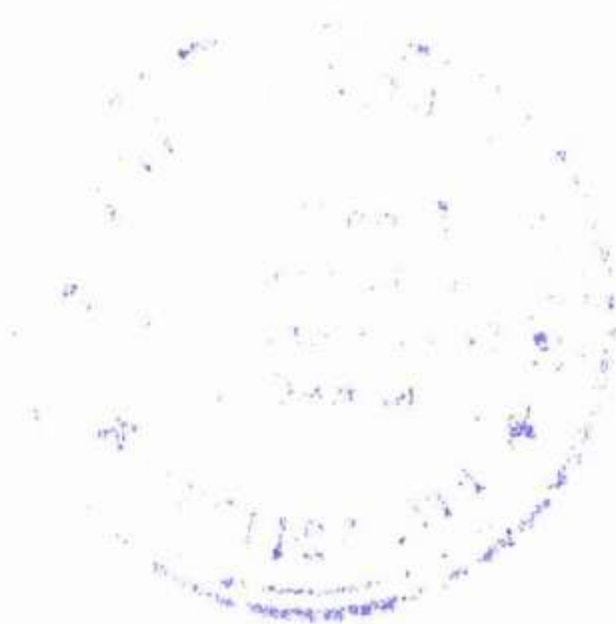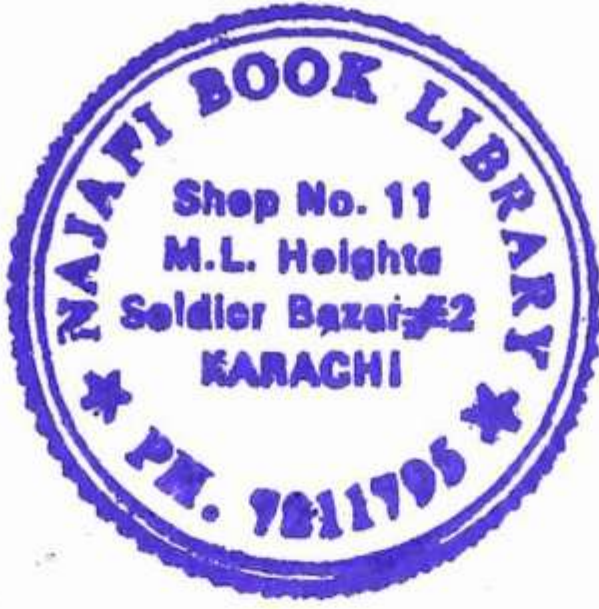
انتساب

مولائے متقیان، امیر مومنان، اسد اللہ الغالب، مطلوب کل طالب، مظہر العجائب والغرائب، علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں بصد ادب پیش کرتا ہوں۔

خداوند عالم ہم سب کو مولائے متقیان کی سیرت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے ان کی محبت و مودت کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

ذاکر حسین مدبّر

حوزہ علمیہ قم ایران

فہرست

فصل دوم

فصل سوم:

فصل چہارم:

رمضان کے مہینہ کی مناسبتیں

عرض ناشر

الحمد لله الذی یخلق ولم یخلق ویرزق ولا یرزق ویعطم ولایطعم ویمیت الاحیاء ویحی الموتی

دعا انسانی زندگی کی ہمہ وقت ضروریات میں شامل ہے لہذا اس کیلئے کوئی خاص وقت معین نہیں کیا جاسکتا ہے لیکن بعض اوقات ایسے ضرور آتے ہیں جب انسان کا ذہن خدا کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور اس کی دعاؤں میں عام حالات سے زیادہ اخلاص پیدا ہو جاتا ہے اور ماہ مبارک رمضان ان اوقات میں سرفہرست ہے،

زیرنظر کتاب ''رمضان المبارک تربیت اور انسان سازی کا مہینہ'' اردو زبان میں اب تک واحد کتاب سمجھی جاتی ہے جو رمضان المبارک کی فضیلت ،اہمیت اور برتری جیسے مضامین پر تحقیق کا ایک مجموعہ ہے۔

س مجموعہ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ ماہ مبارک رمضان کے حوالہ سے آیات و روایات کا ایک مجموعہ ہونے کے علاوہ رمضان المبارک میں پیش آنے والے وقائع کا بھی مختصراً ذکر موجود ہے۔اس کتاب کے اندر رمضان المبارک کی اہمیت ،روزہ دار کے فرائض اور وظائف کے حوالہ سے تفصیلی بحث کی گئی ہے تا کہ انسان روزہ کا مفہوم صرف بھوک اور پیاس یا ترک لذّات کی زحمت برداشت کرنے تک محدود نہ کردے بلکہ اس دور کو بندگی کا بہترین موقع قرار دے اور رب کریم سے اس قدر تقرب حاصل کرلے کہ سال بھر محبوب اس کی نگاہ کے سامنے رہے اور ایک لمحہ کیلئے اس کی جدائی برداشت نہ ہو اور اس کی مخالفت کی جرأت نہ پیدا ہو سکے، جسے شریعت کی زبان میں تقویٰ کہا جاتا

ہے۔

زیر نظر کتاب موسسۃ المعصومینؑ کی دوسری پیشکش ہے، یہ موسسہ حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین آقای حاج شیخ علی مدبّر حفظہ اللہ کی زیر سرپرستی فرامین و ارشادات معصومینؑ کی نشر و اشاعت، محققین کی عمدہ تحقیقات، اور معاشرہ کیلئے مفید اور کارآمد کتابوں کا ترجمہ اور اشاعت میں مشغول ہے۔ ہمیں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے آپ کے علمی اور اخلاقی تعاون اور مشوروں کی ضرورت ہے۔

آخر میں موسسہ اپنے سرپرست حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین آقای حاج شیخ علی مدبّر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ آپ نے اس کتاب کی اشاعت میں خصوصی تعاون فرمایا۔

والسلام علیکم

موسسۃ المعصومین علیہم السلام

قم المقدس

تقریظ

از عالیجناب حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ غلام محمد سلیم صاحب

(مدیر حوزہ علمیہ المہدی کراچی پاکستان)

میں نے کتاب ہٰذا کا مطالعہ کیا ہے جوکہ اپنے موضوع کے اعتبار سے اچھی کاوش ہے۔مذکورہ کتاب مولانا حجۃ الاسلام والمسلمین شیخ ذاکر حسین مدبر فرزندارجمند مولانا حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج شیخ علی مدبر نجفی صاحب جوکہ عرصہ دراز سے حوزہ علمیہ قم المقدس میں مشغول تحصیل علم ہیں،نے اپنی پہلی تألیف کے طور پر پیش کیا ہے یہ کتاب موجودہ دور کے مطابق روزے کی تربیتی،معاشرتی،اخلاقی اور جسمانی فوائد کے مفہوم کو بطور احسن بیان کرتی ہے۔اور موصوف نے واقعاً نسل نو کی تربیت کیلئے بہت ہی سادہ انداز میں عمیق مفاہیم کو بیان کرنے کی کوشش کی ہیں اور ہماری دعا ہے کہ موصوف کی زحمت کواپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اوران کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور مومنین کواس کتاب سے کمال استفادہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔(آمین)

غلام محمد سلیم

مدیرحوزہ علمیہ المہدی

کراچی پاکستان

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين وآله الطاهرين

شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن هدىً للناس وبينات من الهدىٰ والفرقان (۱)

خداوند عالم نے انسان کو جن نعمتوں سے نوازا ہے ان میں ایک علم اور تحقیق ہے، اس کے ذریعہ انسان خدا اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو احسن طریقہ سے درک کرسکتا ہے۔ خدا کی عطا کی ہوئی نعمتوں میں سے بہترین نعمتیں خدا کے واجب کردہ اوامر ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے انسان خدا سے زیادہ نزدیک ہوسکتا ہے۔

بندہ ناچیز کی بھی خواہش یہی تھی کہ واجبات الٰہی میں سے ایک پر تمام تر کم علمی کے باوجود کچھ لکھنے کی کوشش کروں، کیونکہ والد بزرگوار حضرت **حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج شیخ علی مدبّر** دام ظلہ نماز کے بارے میں پہلے ہی قدم اٹھا چکے تھے اور ان کی کتاب "معراج المومن" مؤمنین تک پہونچ چکی تھی اور مقبول خاص و عام تھی۔ لہٰذا بندہ ناچیز نے اپنے والد کی پیروی کرتے ہوئے ماہ مبارک رمضان اور روزہ پر کچھ لکھنے کا ارادہ کیا۔

....

۱۔ بقرہ/۱۸۵۔
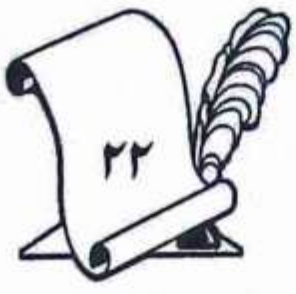
اقرار کرتا ہوں اس بات کا کہ مجھ میں اتنی علمی صلاحیت نہیں کہ ماہ مبارک رمضان کے فضائل اور فوائد اور روزہ دار کے وظائف پر ایک مفصل اور تحقیقی کتاب لکھ سکوں مگر فارسی ضرب المثل ہے کہ **"اگر دریا کے تمام پانی کو پینے کی صلاحیت نہ ہو تو اپنی ضرورت اور قدرت کے مطابق اس کے مزے کو چکھنا چاہیئے"**۔ اگر بندہ ماہ مبارک رمضان کے تمام فضائل نہ لکھ سکوں تو کم از کم یہ کوشش کی ہے کہ اپنی قدرت کے مطابق ان کو آپ حضرات تک پہونچا سکوں۔

ہدف از تالیف:

اس میں کوئی شک وتردید نہیں کہ ماہ مبارک رمضان خدا کے تمام مہینوں سے افضل اور بہتر ہے۔ ماہ مبارک رمضان کو خدا کے مہینہ سے تعبیر کی جاتی ہے یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں انسان خدا سے زیادہ نزدیک ہو جاتا ہے، یہ مہینہ نفس کے تزکیہ اور پاک کرنے کا ہے، اس میں انسان کوشش کرے تو اپنے تمام گناہوں کو بخشوا سکتا ہے اور روایات میں کثرت سے ملتا ہے کہ ائمہ اطہار علیہم السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو اس ماہ میں نہ بخشوا سکے تو پھر کب اس کو یہ موقع میسر ہوگا۔

ماہ رمضان ہدایت اور تربیت کا مہینہ ہے اس مہینے میں خدا نے اس کتاب عزیز کو نازل فرمائی ہے جو بشر کی ہدایت کیلئے بھیجی گئی ہے اور اس مہینہ میں خدا نے ایک مخصوص عبادت کو انجام دینے کا امر فرمایا ہے جس کو روزہ کہتے ہیں۔

روزہ، ان عبادات الٰہی میں سے ہے جو واضح اور آشکار نہیں ہے، روزہ وہ عبادت الٰہی ہے جسے فقط وہ شخص پاک اور صاف نیت کے ساتھ انجام دے سکتا ہے جو خدا پر یقین کامل رکھتا ہو اور خدا کے واجب کردہ اوامر کو احسن طریقہ سے انجام دیتا ہو۔

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا علم فقط اور فقط خدا اور اس کے بندہ کے درمیان ہے اور یہ ان کے درمیان واقع ہونے والی مخصوص عبادت ہے اور یہ عبادت اس طرح انجام دی جاسکتی ہے کہ

کسی کو کانوں کان تک خبر نہ ہو۔ یہ ان عبادات میں سے ایک ہے جس میں دکھاوا اور ریاء نہیں ہے۔ اور اس کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ خدا فرماتا ہے: ''الصوم لی وانا اجزی به'' روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا جزا اور انعام دوں گا۔(۱)

اس کتاب کو تالیف کرنے کی وجوہات میں سے ایک مہم وجہ ماہ رمضان اور روزے کی شناخت ہے، اور ان کے فضائل وفوائد سے مومنین کو آشنا کرانا ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ شناخت کے ساتھ اس عبادت الٰہی کو انجام دیں۔

دوسری وجہ یہ رہی کہ اردو زبان میں ماہ رمضان المبارک کے بارے میں کوئی کتاب میری نگاہوں سے نہیں گزری۔ رمضان المبارک کی دعاؤں اور اس مبارک مہینہ میں انجام دیئے جانے والے اعمال اور عبادات کے بارے میں کتابیں بہت زیادہ ہیں مگر خود ماہ مبارک رمضان کی شناخت اور اس مہینہ کے فضائل اور روزہ دار کے وظائف کے حوالے سے کوئی کتاب موجود نہیں تھی۔

بندہ نے اس کتاب میں ان مہم وقائع کا مختصر انداز میں ذکر کیا ہے جو اس مبارک مہینہ میں وقوع اسلام سے لے کر آج تک رونما ہوئے ہیں۔

آخر میں اس بات کا اعتراف ہے کہ بندہ کے اندر اتنی علمی صلاحیت نہیں کہ کہہ سکوں کہ یہ ایک کامل کتاب ہے، بلکہ نواقص اور معائب سے خالی نہیں ہے لذا آپ قارئین محترم بالخصوص علمائے کرام اور اہل علم وقلم حضرات سے گزارش ہے کہ بندہ کی زیادہ سے زیادہ رہنمائی فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح ہو سکے۔

اس کتاب کو آپ تک پہونچانے میں میرے بہت سے رفقاء نے میری مدد فرمائی

۱۔ من لایحضرہ الفقیہ ج۲ ص ۵۸، حدیث ۱۹۹۔

ہیں۔ بالاخص برادر گرامی سید محمد باقر فیاض حسینی و شیخ محمد یعقوب شاہد اور مدرسہ معصومین شعبہ قم کے طلاب عزیز، کہ میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

بالاخص اپنے والد بزرگوار کا شکر گزار ہوں کہ جن کی معنوی اور مالی مدد کی وجہ سے میری یہ کوشش کامیاب رہی اور ان کے نصائح اور گفتار میرے لئے ہمیشہ مشعل راہ ہیں کہ جن کی وجہ سے مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی۔ خداوند ان کو طول عمر اور صحت کاملہ عنایت فرمائے اور ان کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ (آمین)

والسلام

ذاکر حسین مدبّر

حوزہ علمیہ قم المقدس ایران

۹/ جمادی الاول ۱۴۲۵ھ۔ق

E-mail: zhmudabbir@hotmail.com

zmudabbir@yahoo.com

فصل اول

☆صوم (روزہ) لغت میں

☆ صوم (روزہ) اصطلاح شرعی میں

☆ رمضان لغت میں

☆وجہ تسمیہ رمضان (نام گزاری کی وجہ)

☆ماہ رمضان کے نام

☆تاریخچہ روزہ

☆روزہ تیس دن کا کیوں ہے؟

☆روزہ کا فلسفہ

☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿صوم (روزہ) لغت میں﴾

روزہ جسکو عربی میں ''صوم'' اور ''صیام'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔لغت میں ''أمساک'' کے معنی میں آتا ہے۔یعنی اپنے آپ کو روکے رکھنا۔

الصَّوُمُ فِیُ الْأَصُلِ اَلِامُسَاکُ عَنِ الْفِعُلِ کَانَ أَوُ کَلاماً أَوُمَشُیاً وَلِذَالِکَ قِیُلَ لِلْفَرَسِ الْمُمُسِکِ عَنِ السَّیُرِ أَوِ الْعَلَفِ صَائِمٌ ،والصوم فی الشرع امساک المکلف بالنیة من الخیط الابیض الی الخیط الاسود من تناول الاطیبین .(۱)

اپنے آپ کو انجام کام (کھانے ، پینے) کلام کرنے یا راہ چلنے سے روکنے کو ہی اصل میں روزہ کہتے ہیں۔ لھذا جو گھوڑا چلنے یا گھاس کھانے سے انکار کرے اس کو صائم کہا جاتا ہے۔

﴿صوم (روزہ) اصطلاح شرعی میں﴾

مکلّف شخص کے اپنے آپ کو صبح کی سفیدی کے طلوع سے لیکر شام کی تاریکی تک نیت کے ساتھ مفطرات روزہ سے روکے رکھنے کو کہتے ہیں۔

﴿رمضان لغت میں﴾

رمضان اصل میں ''رمض'' سے لیا گیا ہے اور رمض کے دو معنی ہیں۔

۱۔''رمض ''اس بارش کو کہتے ہیں جو خزان کے موسم میں برستی ہے اور زمین کی سطح کو غبار اور

....

۱۔مفردات راغب کلمہ صوم۔

آلودگی سے دھو دیتی ہے۔ لہٰذا اس مہینے کو بھی رمضان کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بھی انسان کی روح کو آلودگیوں اور ناپاکیوں سے پاک کر دیتا ہے۔(۱)

۲۔ دوسرا معنی رمض کا پتھروں اور ایسے ریگزار کو کہتے ہیں جس پر سورج کی روشنی مستقیماً پڑے اور وہ جلانے والے پتھروں میں تبدیل ہو جائے (یعنی اگر کوئی ان پر حرکت کرے تو اس کے پیر جل جائیں)۔(۲)

اس ماہ مبارک کو بھی رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس مہینے کی برکتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ انسان کے گناہوں کو جلا دیتا ہے اور گناہ کے عوامل اور انحرافات کو ختم کر دیتا ہے۔ اور تکامل کے موانع کو راستے سے اٹھا دیتا ہے اور انسان کی روح کی پرورش کے لئے ایک اچھا زمینہ مہیا کر دیتا ہے۔

وجہ تسمیہ رمضان (نام گزاری کی وجہ)

سوال: اس مہینہ کا نام رمضان کیوں رکھا گیا؟

اگر چہ یہ کیوں کا سوال دوسرے مہینوں میں بھی مطرح ہوسکتا ہے، مگر کیونکہ رمضان کو دوسرے مہینوں پر ایک خاص امتیاز اور برتری حاصل ہے، محدثین ولغت کے ماہر افراد نے بھی اس میں بہت دقت فرمائی ہے، لہٰذا مناسب ہے کہ ان اقوال کو بھی ذکر کیا جائے جو اس سوال کے جواب میں آئے:

پہلا قول:

کہا جاتا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک صالح اور متقی شخص کا

۱۔ العین مادہ رمضان۔

۲۔ مصباح المنیر۔ مادہ رمض تفسیر الکشاف ج تفسیر آیہ ۱۸۳۔

نام رمضان تھا، اسی لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی عزت اور نام کو باقی رکھنے کے لئے اس مہینہ کا نام رمضان رکھا تا کہ اس کا نیک اور صالح نام باقی رہ جائے اور دوسرے لوگوں کیلئے تشویق کا باعث بنے (۱)

دوسرا قول:

ممکن ہے رمضان، ''رمضاء'' کے مادہ سے لیا گیا ہو، کہ جس کا معنیٰ ''خزاں کے موسم میں شدید بارش'' ہے، کیونکہ جس وقت رمضان کا مہینہ پہلی دفعہ شروع ہوا تھا تو اس وقت خزاں کا موسم تھا اور شدید بارش ہورہی تھی اور اسی مناسبت کی وجہ سے ممکن ہے اس نام کو چنا گیا ہو۔ (۲)

تیسرا قول:

رمضان رمضاء کے مادہ سے مشتق ہوا ہے جس کا معنیٰ لغوی لحاظ سے وہ پتھر مراد ہے جو سورج کی روشنی چہروں پر منعکس کرتا ہے، اس قول کی بناء پر اسلام میں جس وقت روزے واجب ہوئے اس وقت شدید گرمی کا موسم تھا اور زمین گرمی کی حرارت کی وجہ سے سوزان اور ناراحت کرنے والی تھی اور ایک حدیث میں یہ بھی موجود ہے کہ: **شکونا الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حرّ الرمضاء فی جباھنا؛فلم یشکنا.** ''ہم نے شکوہ کیا پیغمبر اکرم کے پاس گرمی کی حرارت اور زمین کی تپش کی کہ جس کی وجہ سے ہمارے چہروں پر اثر پڑتا تھا، اور یہ شکایتیں ہمیشہ جاری رہیں۔'' (۳)

....

۱۔ صوم رمضان ص ۹، الاسلام دعوة العالمیہ ص ۳۸۔

۲۔ صوم رمضان ص ۹، الاسلام دعوة العالمیہ ص ۳۸۔

۳۔ مصباح المنیر ص ۲۲۵، مجمع البحرین ص ۳۳۰۔

چوتھا قول:

رمضاء کے معانی میں سے ایک پانی بن جانا یا جلا دینے کے بھی آتا ہے، اور کیونکہ رمضان اور روزہ داری کے اندر یہ خاصیت موجود ہے کہ گناہوں کو پانی کردے اور روزہ دار کو پاک اور پاکیزہ بنادے اسی وجہ سے اس کا نام رمضان رکھا جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''أرمض اللّٰہ تعالیٰ فیه ذنوب المؤمنین و غفر ها لَهُمْ ۔''(۱) ''خداوند اس مہینہ میں مومنین کے گناہوں کو جلا دیتا ہے اور ان کو بخش دیتا ہے۔''

پانچواں قول:

کچھ حضرات نے لکھا ہے کہ رمضان ''اسماء حسنیٰ الٰہی'' میں سے ہے، لہٰذا اسی وجہ سے اس مہینہ کو شہر اللہ کہتے ہیں، (۲)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''لاتقولوا هذا رمضان، فانّ. رمضان اسم من اسماء الله عزّ و جلّ (۳)

رمضان کو رمضان مت کہو، کیونکہ رمضان اسماء الٰہی میں سے ایک ہے، اسی سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''لا تقولوا رمضان فانكم لا تدرون ما رمضان فمن قال له فليتصدق وليصم كفارة لقوله ولكن قولوا: كما قال الله تعالىٰ؛شهر رمضان (۴) رمضان کو رمضان مت کہو، تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ رمضان کیا ہے، جو شخص رمضان

۱۔ الصیام ص ۷۵۔ ۲۔ مجمع البحرین ص ۳۲۹ چاپ قدیم۔

۳۔ معانی الاخبار ص ۳۱۵، بحار الانوار ج ۹۳ ص ۳۷۶۔

۴۔ النوادر، راوندی ص ۱۲۹، بحار الانوار ج ۹۳ ص ۳۷۷۔

کہے وہ صدقہ دے اوراس طرح نام لینے پر کفارہ کے طور پر روزہ رکھے بلکہ اس طرح کہو جس طرح خدا نے کہاہے، شہر رمضان یعنی رمضان کامہینہ۔

چھٹا قول:

رمضان کے نام گزاری کے سلسلے میں ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ: انّ العرب کانوا یرمضون اسلحتهم فی الشهر السابق لشوال حیث یقاتلون قبل الاشهر الحرم، عرب رمضان کامہینہ جوشوال سے پہلے ہے اس میں اپنے اسلحہ کومرتب اور تیار کرتے تھے تا کہ شوال کے مہینہ کے شروع ہونے پر جنگ کرسکیں اسی وجہ سے اس مہینہ کا نام رمضان رکھا یعنی رمض اسلحہ وہ مہینہ ہے جس میں اسلحہ کی صفائی کی جاتی ہے اوراس کو جنگ کیلئے تیار کیا جاتا ہے۔

رمضان کے مہینہ کو رمضان کہنے کی وجہ جو بھی رہی ہو مگران تمام وجوہات میں ہمارے لئے نصیحتیں اور دقت کے قابل ہیں:

اگر رمضان اسماء حسنیٰ الهیٰ میں سے ہو یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صالح اور متقی شخص کے نام سے اس کو لیا ہو،ہمیں چاہئے کہ اس مہینہ میں خدائی اخلاق اور خدائی خصلت سے ہم اپنے آپ کو آراستہ کریں،اوراپنی معنوی وانسانی صلاحیت کواجاگر کریں،اگر رمضاء سے لیا گیا ہو یعنی گرمی کی شدت اور رنج تو ان سختیوں کو مدنظر رکھکر ہمیں سختیاں برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہئے اوران سختیوں کوتحمل کر کے اپنے گناہوں کوجلا دینا چاہئے بلکہ اپنے آپ کو آلودگیوں سے پاک کریں،اگر رمضان اسلحہ کو تیار کرنے سے لیا گیا ہوتو ہم کو درس دیتا ہے کہ ہمیشہ متحرک اور سعی وکوشش میں مشغول رہنا چاہئے تا کہ ہم تہذیب نفس اور خودسازی کرسکیں اور متحرک رہ کراپنے دشمنوں کو بھگاسکیں جو ہمارے نفس کوپستی کی طرف لے جاتے ہیں۔

﴿ماہ رمضان کے نام﴾

(۱) شہر رمضان: رمضان وہ تنہا مہینہ ہے جسکا ذکر قرآن میں بالصراحہ آیا ہے۔

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدیً للناس و بینات من الھدی والفرقان (۱)

خداوند کے ناموں میں سے ایک نام رمضان ہے۔ جیسا کہ سعد لکھتا ہے: ہم آٹھ آدمی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھے۔ وہاں پر رمضان کا نام لیا گیا حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

لاتقولوا ھذا رمضان ،ولا ذھب رمضان ، ولا جاء رمضان فانّ رمضان اسم من اسماء اللہ عزوجل ولکن قولوا شھر الرمضان .

ترجمہ: نہ کہو رمضان ، نہ رمضان گیا، نہ رمضان آیا، جان لو کہ رمضان اسماء الھی میں سے ایک نام ہے۔ بلکہ کہو ماہ رمضان (۲)

ایک اور روایت میں ہے: **فمن قالہ فلیتصدّق ولیصم کفارةً لقولہ ولکن قولوا کما قال اللہ تعالی شھر رمضان.**

ترجمہ: جو شخص (تنہا کلمہ) رمضان کہے گا اپنی بات کیلئے اسکو صدقہ دینا پڑے گا اور ایک دن کا روزہ رکھنا پڑے گا۔ بلکہ رمضان کا نام اس طرح لو جس طرح خداوند نے لیا ہے۔ ماہ رمضان۔ (۳)

۱۔ سورہ بقرہ آیہ ۱۸۵۔

۲۔ بحار الانوار ج ۹۶ ص ۳۷۶۔

۳۔ بحار الانوار ج ۹۶ ص ۳۷۷۔

(۲) ماہ صبر: خطبہ شعبانیہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: **وھو شھر الصبر وانّ الصبر ثوابہ الجنۃ** یہ ماہ صبر ہے اور صبر کا ثواب بہشت ہے .(۱)

دوسری روایات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: **صیام شھر الصبر و صیام ثلاثۃ ایّام فی کل شھر یذھب بلابل الصّدر۔**

ماہ صبر کے روزے اور ہر مہینے میں تین دن کے روزے دل کے اندر موجود وسوسوں کو برطرف کر دیتے ہیں۔(۲)

ماہ مبارک رمضان کے تقریباً اکتالیس نام ذکر کئے گئے ہیں جو اس مہینے کی فضیلت اور اہمیت پر دلالت کرتے ہیں۔

جیسے: (۳) **ألمرزوق:** خوش بخت کرنے والا مہینہ. (۴) **شھر التوبہ:** گناہ سے روگردانی کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا مہینہ، پشیمان ہونے کا مہینہ۔ (۵) **شھر الأنابہ:** وہ مہینہ جس میں توبہ قبول کی جاتی ہے۔(۶) **شھر المغفرہ:** وہ مہینہ جس میں گناہ بخش دئے جاتے ہیں.(۷) **شھر العتق من النار:** جہنم کی آگ سے بچانے والا مہینہ۔(۸) **شھر الفوز بالجنّہ:** وہ مہینہ جس میں جنت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔(۹) **خیر شھر:** وہ مہینہ جو تمام مہینوں سے افضل ہے.(۱۰) **شھر المبارک:** بابرکت مہینہ۔ (۱۱) **شھر الرحمہ:** رحمتیں نازل ہونے کا مہینہ۔(۱۲) **شھر یمحو فیہ السیئات ویضاعف فیہ الحسنات:** وہ مہینہ

۱۔ بحار الانوار ج ۹۶ ص ۳۵۹۔

۲۔ بحار الانوار ج ۹۷ ص ۱۰۰۔

جس میں برائیاں ختم اور نیکیاں دوگنی ہوجاتی ہیں۔ (۱۳)شھر الشھور: تمام مہینوں کا سربراہ .(۱۴)شھر اللہ الاعظم: خدا کا عظیم مہینہ۔(۱۵) شھر المواساۃ: برابری کا مہینہ(جس میں امیر غریب سب یکساں ہوتے ہیں)(۱۶) غرر الایام:(۱۷) شھر الحسنات: نیکیوں کا مہینہ۔(۱۸) شھر الضیافۃ: مہمان نوازی کا مہینہ. (۱۹)شھر القیام: شب بیداری کا مہینہ۔ (۲۰)شھر العظیم: عظیم مہینہ. (۲۱) شھر الصیام: روزہ داری کا مہینہ۔ (۲۲)شھر الثواب: ثواب حاصل کرنے کا مہینہ۔ (۲۳) شھر الرجاء: امیدوں کا مہینہ۔ (۲۴) شھر نزول القرآن: قرآن نازل ہونے کا مہینہ۔ (۲۵) شھر لیلۃ القدر: شب قدر والا مہینہ. (۲۶) شھر المکرم: کرامت والا مہینہ۔ (۲۷) شھر المشرف: شرافت والا مہینہ۔ (۲۸) شھر الفضیلۃ: فضیلت والا مہینہ۔ (۲۹) شھر نزول البیّنات: واضح دلیل (قرآن) نازل ہونے کا مہینہ۔ (۳۰) شھر العبد: بندگی کا مہینہ۔ (۳۱)شھر القبول: اعمال کی قبولیت کا مہینہ. (۳۲) شھر العبادۃ: عبادت کرنے کا مہینہ۔ (۳۳) شھر المیمون: (۳۴) شھر المفروض: وہ مہینہ جس میں روزے فرض کئے گئے ہیں۔ (۳۵) شھر المعصوم: وہ مہینہ جس میں انسان گناہوں سے بچتا ہے۔(۳۶) شھر الاسلام: اسلام کا مہینہ۔ (۳۷) شھر الطھور: پاکیزگی کا مہینہ۔ (۳۸) شھر التمحیص:(۳۹) شھر اللہ الاکبر خدا کا سب سے بڑا مہینہ۔ (۴۰) شھر القرآن: قرآن کا مہینہ۔ (۴۱) شھر عید اولیاء اللہ: خدا کے ولیوں کی خوشحالی کا مہینہ۔ ممکن ہے اس کے علاوہ بھی اس مبارک ماہ کیلئے نام موجود ہوں مگر بندہ کی تحقیق اسی حد تک ہے(۱)

۱۔ارزش واہمیت ماہ مبارک رمضان ص ۳۳۔

﴿تاریخچہ روزہ﴾

روزہ جس طرح امت اسلامی پر واجب ہے اسی طرح سابقہ ادیان کے ماننے والوں اور امتوں پر بھی واجب تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں خداوند تبارک تعالیٰ فرماتا ہے:

"یاأیُّھا الذین آمنو اکتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون" اے ایمان والو! تم پر روزہ اس طرح واجب کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے والوں پر واجب کیا گیا تھا تا کہ تم تقوا اختیار کرو(۱)

مفسرین قرآن لکھتے ہیں کہ (**من قبلکم**) سے مراد آیہ شریفہ میں حضرت آدم سے لے کر حضرت خاتمؐ تک کے انبیاء اور ان کی امتیں شامل ہیں، یعنی روزہ ایک قدیم عبادت ہے، اور خدا نے کسی بھی امت پر معاف نہیں فرمایا بلکہ ہر امت پر روزہ واجب تھا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: **اوحیٰ اللہ عز وجل الیٰ موسیٰ علیہ السلام: ما یمنعک من مناجاتی؟ فقال: یا ربِّ اجلّک من المناجاۃ لخلوف فم الصائم، فاوحی اللہ عز وجل الیہ: یا موسیٰ! لخلوف فم الصائم اطیب عندی من ریح المسک** (۲) خداوند متعال نے حضرت موسیٰ پر وحی نازل فرمائی اور فرمایا کہ کون سی چیز ہے جو تمہیں میری مناجات سے روکتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگارا! تو میری مناجات سے اجل ہے مگر روزہ دار کے منہ کی بو نا مطبوع ہے۔ خداوند نے فرمایا: میرے نزدیک روزہ دار کی نا مطبوع بو مشک کی خوشبو سے بھی باارزش اور بہتر ہے۔

....

۱۔ سورہ بقرہ آیہ ۱۸۳۔

۲۔ وسائل الشیعہ جلد ۷ صفحہ ۲۹۰۔

کتاب سفینۃ البحار میں قمیؒ نقل فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباس سے روزے کے بارے میں سوال کیا، ابن عباس نے اس کے جواب میں فرمایا: اگر روزۂ حضرت داود علیہ السلام کو جاننا چاہتا ہے تو وہ تمام افراد سے عابد ترین فرد تھے۔ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور دوسرے دن افطار کرتے تھے، اگر سلیمان علیہ السلام کے روزے کے بارے میں جاننا چاہتا ہے تو وہ ہر ماہ کے شروع کے تین دن، وسط کے تین دن اور آخر ماہ میں تین دن روزے کی حالت میں رہتے تھے، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روزے کے بارے میں جاننا چاہتا ہے تو وہ تمام عمر روزے کی حالت میں رہے اور حیوانوں کے بالوں سے بنے ہوئے لباس کو زیب تن فرمایا، اور اگر حضرت مریم علیہا سلام کے روزے کے بارے میں جاننا چاہتے ہو تو وہ دو دن روزہ اور ایک دن افطار کرتی تھیں، اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزے کے بارے میں جاننا چاہتا ہے تو آپؐ ہر ماہ تین دن روزہ رکھتے اور فرماتے تھے کہ: ''ان تین دنوں کا روزہ تمام عمر کے روزوں کے برابر ہے''۔(۱)

روزہ سابقہ ادیان اور امتوں میں ایک قدیم تاریخ کا حامل ہے۔ جیسا کہ قدیم مصری جو کہ بت پرست تھے اور ان کے بت کا نام لاپسیس تھا اور قدیم یونانی بت کشاورزی کی عبادت کے طور پر روزہ رکھتے تھے۔ روم کے لوگ بھی روزہ رکھنے میں شہرت کے حامل تھے۔ اور لزنس بت کی عبادت کے طور پر روزہ رکھتے تھے۔ ہندو خدا کی خشنودی حاصل کرنے کیلئے روزہ رکھتے تھے۔ صائب ۳۰ دن کا روزہ اپنے اوپر واجب سمجھتے تھے۔ برہمن مذہبی رہنما فصل بہار اور خزاں کے اول اور ہر قمری مہینہ کی اول و چہارم اور سورج گرہن کے وقت روزہ رکھتے ہیں۔

بدھ مذہب کے پیروکار ہر قمری مہینے میں سورج کے طلوع سے غروب تک روزہ رکھتے ہیں اور اس کو

۱۔ سفینۃ البحار مادۂ صوم ۔

''یوبازاتا'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔اور یہ مہینے کی ۱۵، ۱۹، ۲۳، تاریخیں ہیں اوران دنوں وہ لوگ کاملاً آرام کرتے ہیں حتیٰ افطار کیلئے بھی کھانا تیار نہیں کرتے.(۱)

اس وقت موجود تورات اورانجیل سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ یہود، نصاری اور دوسری اقوام جب بھی غم اور مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو روزہ رکھتے ہیں۔غم واندوہ میں مبتلاء ہونے پرروزہ رکھنا ہرقوم کاعادی فعل تھا.(۲)

تورات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن کا روزہ رکھا تھا۔یہود کو جب بھی توبہ اورطلب مغفرت کرنی ہوتی، خدا کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تو روزہ رکھتے قوم یہود کو جب موقع ملتا یا یہ چاہتے کہ خدا کے نزدیک عجز اور انکساری کا اظہار کریں تو روزہ رکھتے اور خدا سے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے اور روزہ کے توسط سے توبہ و خدا کی رضایت حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔یہود کے درمیان رسم تھی کہ سال میں ایک دن روزہ رکھتے اور اسکو روزۂ اعظم کہتے۔اور دوسرے موقت روزے بھی تھے جیسے اورشلیم کی خرابی کی یاد میں روزہ رکھتے تھے۔(۳)

کتاب انجیل سے استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے چالیس دن کا روزہ رکھا اور جب عیسی علیہ السلام کو روح کی قوت کے ذریعہ بیابان میں لیجایا گیا تا کہ ابلیس انکا امتحان لے سکے. پس چالیس دن کا روزہ رکھا یہاں تک کہ بھوک لگی (۴) اورانجیل 'لوقا' سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے حواری بھی روزہ رکھتے تھے(۵) روزہ کے ایام مسیحوں کے درمیان ۴۰ دن کا ہے اور عید سے پہلے

۱۔روزہ از دیدگاہ گوناگون۔عبدالکریم حسینی۔

۲۔قاموس کتاب مقدس ص ۴۲۷۔

۳۔قاموس کتاب مقدس ص ۴۲۸۔تفسیر نمونہ ج ۱ ص ۶۴۳۔

۴۔انجیل متی ب ۴ شمارہ ۱،۲۔ ۵. انجیل لوقا ب ۵ شمارہ ۳۳۔

ہے۔ ھامبورگ کا کاتولیگ کلیسا ایک اعلامیہ میں لوگوں سے درخواست کرتا ہے کہ اپنی حالت اور صحت کی خاطر سات کا دن کا روزہ رکھیں اور کم کھائیں اور گوشت اور شراب سے اجتناب کریں البتہ جرمن میں روزہ اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ اس طرح کہ کچھ افراد دن میں صرف ایک بار کھانا کھاتے ہیں اور کچھ لوگ کچھ چیزوں سے اجتناب کرتے ہیں.

جرمن کے کاتولیک عید پاک کے ایام میں روزہ پر خاص توجہ دیتے ہیں اور متوسط روزہ ۴۰ دن کا ہے۔ دوسری صدی عیسوی میں روزہ رکھنا صرف ان ایام میں محدود تھا جب حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا، لیکن بعد میں ۳۶ دن اور آہستہ آہستہ ۴۰ دن میں تبدیل ہوگیا۔ بہت سارے شواہد موجود ہیں کہ دوسرے مذاہب میں حتیٰ تحریف کے بعد بھی روزہ موجود تھا۔

روزہ تیس دن کا کیوں ہے؟

یہ سوال صدر اسلام میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا ہے اور آنحضرتؐ نے جواب دیا ہے۔

صدوق نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جاء نفر من الیھود الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فسئلہ أعلمھم عن مسائل، فکان فیھا سئلہ ان قال: لای شیءٍ فرض اللہ تعالیٰ الصوم علی امتک با النھار ثلاثین یوماً وفرض اللہ علیٰ الامم اکثر من ذالک؟ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم :انّ آدم لمّا أکل من الشجرۃ بقی فی بطنہ ثلاثین یوماً ففرض اللہ علیٰ ذریتہ ثلاثین یوماً الجوع و العطش والذی یأکلونہ باللیل تفضل من اللہ تعالیٰ علیھم وکذالک کان علیٰ آدم. ففرض اللہ ذالک علیٰ امتی ثم تلیٰ ھٰذہ الآیۃ: ''یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علیٰ الذین من قبلکم لعلکم تتقون''. قال الیھودی: صدقت یا محمد!(۱)

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ایک یہودی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور حضرت سے مختلف سوالات کئے ان سوالوں میں سے ایک سوال یہ تھا کہ خدا نے آپ کی امت پر تیس دن کے روزے کیوں واجب فرمائے ہیں جبکہ دوسری امتوں پر اس سے زیادہ تھے،؟ پیغمبر اکرمؐ نے جواب میں فرمایا: ''جب آدم ابوالبشر نے بہشت میں اس درخت کا میوہ کھایا جس کو نہ کھانا چاہئے تھا، تو اس درخت کے میوے کا اثر اور اس کی طاقت تیس دن تک حضرت

۱۔ وسائل الشیعہ ج ۱۰، ص ۲۴۱، بحار الانوار ج ۹۶ ص ۳۶۹، کتاب افضل الشھور ص ۲۳، فلسفہ روزہ ص ۳۷۔

آدمؑ کے پیٹ میں موجود تھی، لہٰذا اسی وجہ سے خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پر تیس دن کی بھوک اور پیاس کو واجب فرمایا، یہ جو ہم کو رات کے وقت کھانے پینے کی اجازت مرحمت ہوئی ہے یہ ایک تفضّل الٰہی ہے، حضرت آدمؑ نے بھی تیس دن کا روزہ رکھا تھا، پس خدا نے تیس دن کے روزے میری امت پر بھی واجب فرمایا ہے۔ اس کے بعد آیہ شریفہ "**کتب علیکم الصیام**" کی تلاوت فرمائی۔ یہودی نے جب یہ باتیں سنیں تو کہا: "اے محمدؐ آپ نے سچ فرمایا۔"

روزہ کے لئے ماہ رمضان کو ہی کیوں منتخب کیا گیا؟

خداوند تبارک وتعالیٰ نے ماہ مبارک رمضان کو روزہ رکھنے کیلئے اس لئے چنا ہے کیونکہ اس مہینہ کو دوسرے تمام مہینوں پر شرافت، برتری اور فضیلت حاصل ہے۔قرآن کریم میں خداوند ارشاد فرماتا ہے:"شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدیً للناس وبینات من الهدیٰ والفرقان (۱) ماہ مبارک رمضان وہ مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کیلئے ھدایت ہے اور ایسے دلائل پر مشتمل ہے جو ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والے ہیں۔ فقط یہی نہیں کہ قرآن اس مہینہ میں نازل ہوا بلکہ تمام آسمانی کتابیں اسی مہینہ میں اتاری گئی ہیں، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:"نزل التوراة فی ستٍّ من شهر رمضان ونزل الانجیل فی اثنتی عشرة مضت من شهر رمضان ونزل الزبور فی ثمانی عشرة مضت من شهر رمضان ونزل الفرقان فی لیلة القدر توراۃ ماہ رمضان کی چھٹی تاریخ کو، انجیل ماہ رمضان کی بارہ، زبور ماہ رمضان کی اٹھارہ تاریخ کو اور قرآن لیلۃ القدر میں نازل ہوا ہے۔(۲)

لہٰذا اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ماہ رمضان آسمانی کتابوں کے نزول اور تعلیم و تربیت کا مہینہ ہے کیونکہ تربیت اور پرورش بغیر تعلیم کے ناممکن ہے، روزہ ایک ایسی تربیت ہے جس کو آسمانی تعلیمات کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہئے۔تا کہ انسان کے جسم و جان کو گناہوں کی آلودگی سے پاک کر سکے۔(۳)

۱۔بقرہ آیۃ ۱۸۵۔

۲۔وسائل الشیعہ ج ۷ص ۲۲۵، بحارالانوار ج ۹۷ص ۲۵۔

۳۔تفسیر نمونہ ج ۱ص ۴۶۲۔

روایات اہلبیت علیہم السلام سے استفادہ ہوتا ہے کہ اس مہینہ میں خداوند خلائق کے درمیان رزق کو تقسیم فرماتا ہے، اور انسان کے مقدرات کو تعیین کیا جاتا ہے، اور اس ماہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے،(۱) حدیث شریف میں ہے کہ: **عن جابر بن یزید جعفی عن ابی جعفر علیه السلام قال: قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم بجابر بن عبد الله یا جابر! هٰذا شهر رمضان من صام نهاره قام ورداً من لیلهِ وَعَفَّ بطنهُ و فرجهُ و کفَّ لسانه خرج من ذنوبه کخروجه من الشهر فقال جابر: یا رسول الله! ما احسن هٰذا الحدیث فقال رسول الله: یا جابر وما اشدّ هٰذه الشروط.(۲)**

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''رسول خدا نے جابر بن عبداللہ سے فرمایا:

''اے جابر یہ مہینہ رمضان کا ہے جو اس ماہ کے دنوں میں روزہ رکھے، رات کے کچھ حصہ کو عبادت میں گزارے، اپنے پیٹ، شرمگاہ کی حفاظت کرے، اپنی زبان کو لگام دے، تو اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح مہینہ سے نکلے گا، پس جابر نے عرض کی: یا رسول اللہ! کتنی اچھی حدیث!!!، حضرت نے فرمایا: ''ہاں جابر مگر کتنے سخت شرائط ہیں!!

قال الرضا علیه السلام: ''فان قال: فلم جعل الصوم فی شهر رمضان خاصةً دون سائر الشهور؟ قیل: لانّ شهر مضان هو الشهر الذی انزل الله تعالیٰ فیه القرآن، وفیه فرق بین الحق و الباطل، کما قال عز و جل: شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدیً للناس وبینات من الهدیٰ والفرقان''. وفیه نبی محمد صلی

۱. من لایحضرہ الفقیہ باب فضل شہر رمضان، حدیث ۱۱۔

۲. بحار الانوار ج ۹۷، ص ۳۷۱۔

اللـه علیه و آله وسلم وفیه لیلة القدر التی هی خیر من الف شهر (وفیها یفرق کل امرٍ حکیم)وهو رأس السنة ویقدر فیها ما یکون فی السنة من خیرٍ او شرٍّ او مضرّةٍ اومنفعةٍ او رزقٍ اواجلٍ ولذالک سمیت لیلة القدر.(۱)

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اگر پوچھا جائے کہ روزہ صرف رمضان کے مہینہ میں کیوں رکھا جاتا ہے اور دوسرے مہینوں میں کیوں نہیں؟ تو کہا جائے گا کہ: رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں خداوند عالم نے قرآن کو نازل فرمایا اور اس قرآن میں حق و باطل کے درمیان فرق ڈالا جیسے کہ خداوند فرماتا ہے: ''ماہ مبارک رمضان وہ مہینہ جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور ایسے دلائل پر مشتمل ہے جو ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والے ہیں''۔ اسی مہینہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، اسی مہینہ میں شب قدر ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، (اس رات میں ہر حکیمانہ امر کی تفصیل واضح کی جاتی ہے) اور یہ اول سال (سال کا سرمایہ) ہے، رمضان وہ مہینہ ہے جس میں آئندہ کی تقدیر لکھی جاتی ہے نیکی، بدی، فائدہ، نقصان، زندگی، موت اور تمام مسائل کے بارے میں فیصلہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہیں۔''

۱۔ بحار الانوار ج ۹۳ ص ۳۷۰۔

روزہ کا فلسفہ

اگر معاشرہ کے نقطہ نظر سے روزہ کے بارے میں غور کریں تو روزہ انسان کو بھوک ،بھوکوں کی سختی اور تنگ دست افراد کا احساس کراتا ہے۔وہ شخص جو نعمت اور دولت کے دستر خوان میں پلا بڑھا ہو، جس نے کبھی بھی بھوک کا مزہ نہ چکھا ہو اور پیاس کی تڑپ نہ دیکھی ہو شاید وہ یہ سوچے کہ جامعہ کے تمام افراد میری طرح ہیں۔لھذا تعجب نہیں کہ خدا نے روزہ کو سبب مساوات بنا کر واجب کیا ہو، تا کہ وہ افراد جن کہ پاس سب کچھ ہے اور وہ افراد جن کے پاس کچھ بھی نہیں سب اس کام اور عمل کو انجام دیں تا کہ صاحبان ثروت جن کے پاس سب کچھ ہے ان کو دوسرے افراد کے بارے میں احساس ہو جائے اور ان کو احساس ہو کہ ایسے افراد بھی ہیں جو بھوک اور پیاس کی حالت میں زندگی بسر کرر ہے ہیں .شاید ان کے دلوں میں بھی ہمدردی کا احساس جاگ اٹھے اور وہ لوگ شاید مستحق اور غریب افراد کی مدد کریں.

ہشام بن حکم نے جب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روزہ کے واجب ہونے کی وجہ پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا:**انّما فرض اللہ الصیام لیستوی بہ الغنی و الفقیر وذالک انّ الغنی لم یکن لیجد مس الجوع فیرحم الفقیر ،وانّ الغنی کلما اراد شیأً قدر علیہ ، فاراد اللہ تعالی ان یسوّی بین خلقہ ، و ان یذیق الغنی مس الجوع والالم ، لیرق علی الضعیف و یرحم الجایع (۱)**

خدا نے روزہ کو واجب فرمایا تا کہ غریب اور امیر کے درمیان مساوات برقرار ہو جائے۔اور یہ اس وجہ سے ہے کہ امیر بھوک کا مزا چکھے اور غریب کے حق کو ادا کرے۔کیونکہ اغنیاء جس چیز کا ارادہ

....

۱. وسائل الشیعہ ج ۷ صفحہ ۳۔

کرتے ہیں اسکو حاصل کرتے ہیں۔خدا چاہتا ہے کہ اسکے بندگان کے درمیان مساوات برقرار ہو اور بھوک کا احساس اغنیاء کو دلانا چاہتا ہے تا کہ وہ فقراء کی مدد کریں اوران پررحم کریں ۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: **فرض اللــه العز وجلّ الصيام ليجد الغنى مضض الجوع فيحنوا على الفقير** ۔خداوند نے روزے کو اس لئے واجب فرمایا ہے تا کہ امیر لوگ بھوک کے درد کو سمجھ سکے تا کہ فقیروں پررحم کرسکیں۔(۱)

كتب ابوالحسن علی بن موسی الرضاعليهما السلام الى محمد ابن سنان فيما كتب من جواب مسائله : علّة الصوم لعرفان مسّ الجوع والعطش ليكون ذليلاً ،مستكيناً، ماجوراً معتسباً، صابراًويكون ذالک دليلاً له على شد ائدلآخرة ، مع مافيه من الانكسارله عن اشهرات واعظاً له فى العاجل ، دليلاً على الاجل، ليعلم شدة مبلغ ذلک من اهل الفقر والمسكنة فى الدنيا والاخرة .(۲)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے محمد بن سنان کے سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا کہ: روزہ کے واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان بھوک اور پیاس کو پہچان لے اور اسکو لمس کرسکے۔تا کہ روزہ دار نرم خو(منکر المزاج) اور متواضع بن جائے، ماجور، محتسب وشکیبا ہو۔روزہ قیامت کے دن کی سختیوں کے لئے اس کا رہنما بن جائے۔اعضاء وجوارح کی خواہشات کو کنٹرول کرسکے۔اوراس کو دنیا میں نصیحت اور آخرت میں رہنمائی کرے۔دنیا اور آخرت میں جو سختیاں اور مشکلات فقراء ومساکین پرآتی ہیں ان کو پہچان لے اوراس کا نتیجہ یہ ہو کہ خدانے جو حقوق اسکے اموال پر فقراء کے لئے واجب فرمایا ہے اس کو ادا کرے۔

---

۱. من لا یحضرہ الفقیہ ج۲ص۴۳۔ ۲۔وسائل الشیعہ کتاب الصوم باب علت وجوب صوم۔

فصل دوم:

ماہ رمضان کے فضائل اور فوائد

☆ قرآن کی رو سے

☆ روایات کی رو سے

روزہ کے آثار اور فوائد

☆ **طبی اعتبار سے**

☆ روزہ کے معاشرتی فوائد

☆ روزہ کے تربیتی فوائد

☆ ائمہ معصومین علیہم السلام کی راہ وروش

☆ روزہ کے اقسام

☆ روزہ دار کے اقسام

☆ ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کا ثواب

☆ ماہ رمضان کے ہر دن کا ثواب

﴾روزہ اور ماہ رمضان کی فضیلت﴿

ا۔قرآن کی رو سے:

ماہ رمضان اسلامی قمری اعتبار سے نواں (۹) مہینہ ہے اور قرآن میں اس مہینے کے علاوہ کسی اور مہینے کا ذکر نہیں ہے ۔ یہ خود ماہ رمضان کی ایک خصوصیت اور برتری ہے اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خداوند کس قدر اس مہینے کو اہمیت اور توجہ دیتا ہے ۔خداوند قرآن مجید میں ماہ رمضان کی اس طرح توصیف کرتا ہے:

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدیً للناس و بینات من الهدی والفرقان (۱)

" ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کو لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے نازل کیا گیا"

یہاں پر دقت اس بات پر کرنی ہے کہ ماہ رمضان کی تعریف کون کر رہا ہے اور کس طرح ۔اس مہینہ کا شرف اور امتیاز یہ ہے کہ اس مہینہ میں قرآن نازل فرمایا۔انسان اپنی زندگی ماڈرن وسائل کے بغیر تو گزار سکتا ہے مگر قانون اور اسکے چلانے والے کے بغیر زندگی گزارنا بہت مشکل بلکہ جنگل کی طرح ہوگی۔لہذا خدا نے اس ماہ کے بارے میں جس میں قرآن نازل ہوا فرمایا: **هدی للناس و بینات من الهدی و الفرقان** " کیونکہ انسان کمال وسعادت دارین حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ قرآن سے حاصل ہوتا ہے ۔ کیونکہ قرآن سب سے بڑا قانون لیکر آیا ہے جس پر عمل کرنے سے انسان فلاح اور رستگاری کو حاصل کرسکتا ہے ۔قرآن تمام دردوں کیلئے نسخے لیکر آیا ہے اور تمام مشکلات کے حل کرنے

....

ا۔سورہ بقرہ آیہ ۱۸۵۔

کا ذریعہ قرآن ہے۔علم اور حکمت کا مجموعہ قرآن ہے۔ لہٰذا خداوند فرماتا ہے: **هدی للناس وبینات من الهدی والفرقان** "قرآن ان لوگوں کیلئے ہادی اور رہنما ہے جو سعادت کے راستہ کو تلاش کرنا چاہتے ہیں اور ضلالت و گمراہی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: **القرآن جملة الکتاب والفرقان المحکم الواجب العمل به .**

قرآن پوری کتاب ہے اور فرقان وہ محکم آیات ہیں جن پر عمل کرنا واجب ہے (۱) یعنی ایسے احکام جو کہ واضح ہیں اور ان میں کوئی شبہ کا تصور نہیں ہے۔

۲۔روایات کی رو سے:

جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرم **صلی الله علیه و آله وسلم** نے فرمایا:

اعطیت امتی فی شهر رمضان خمساً لم یعطهن امة نبی قبلی :

اماالواحدة: فاذا کان اوّل لیلة من شهر رمضان نظر الله الیهم ومن نظر الله الیه لم یعذبه ابداً .

واماثانیه : فان خلوف افواهم حین یمسون اطیب عندالله من ریح المسک

واماثالثه : فانّ الملائکة یستغفرون لهم فی لیلهم ونهارهم

واماالرابعه : فانّ الله عزوجل یامرجنته ان استغفری وتزیتنی لعبادی فیوشک ان یذهب عنهم الدنیا واذاها ویصیروا الی جنتی وکرامتی .

واماالخامسة : فاذا کان اخرلیلة غفرلهم جمیعاً.

....

۱۔مجمع البیان ج۲ص۲۷۶۔

قال رجل : فی لیلة القدر یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم ؟ فقال الم تر الی العمال اذا فرغوا من اعمالهم وفوا.(۱)

جابر بن عبداللہ سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم نے فرمایا: خداوند نے میری امت کو ماہ مبارک رمضان میں پانچ چیزیں عنایت فرمائی ہیں جو اس سے قبل کسی بھی نبی کی امت کو عنایت نہیں فرمائی۔

اول : جب ماہ مبارک رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو میری امت پر خدا کی نظر رحمت ہوتی ہے۔ اور خداوند جس پر رحمت کی نگاہ رکھے اسکو ہرگز عذاب نہیں دیتا۔

دوم : عصر کے وقت روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی بو سے بھی زیادہ عزیز تر ہے۔

سوم : فرشتگان الٰہی شب و روز ان کے لئے استغفار (طلب مغفرت) کریں گے۔

چہارم : خداوند اپنی جنت کو امر فرماتا ہے کہ خدا کے بندوں کے لئے آرایش اور سجاوٹ کر کے تیار رہے۔ کیونکہ امید ہے کہ دنیا کی رنج و محنت سے آزاد ہو کر بہشت کی طرف آئیں

پنجم : اور جب آخری رات آتی ہے تو خدا سب کو بخش دیتا ہے۔

کسی شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ آیا منظور شب قدر ہے؟ آنحضرت صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم نے فرمایا: آیا دیکھتے نہیں کہ جب مزدور اپنے کام سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کو مزدوری کا صلہ دیا جاتا ہے۔

پس خدا کے لئے جب انسان ایک مہینہ روزہ رکھتا ہے تو اس کے جزاء میں خدا اسکو جنت سے نوازتا ہے۔ اور اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

۱۔ خصال شیخ صدوقؒ ج اول ص ۲۸۳ حدیث ۹۱۔

حضرت موسی علیہ السلام مناجات کے دوران خدا سے درخواست کرتے ہیں: میں تورات میں ایسی امت کو دیکھتا ہوں جو ماہ رمضان میں تیری عبادت کرتی ہے اور اسکے بدلے تو ان کے گناہوں کو بخش دے گا۔ آیا ممکن ہے کہ وہ امت میری امت ہو؟

خداوند متعال فرماتا ہے: یہ امت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت ہے۔ جو ثواب ان کو دیا گیا وہ کسی اور امت کے لئے نہیں ہے۔

اے موسی: ماہ رمضان کے روزہ کو واجب کیا ہے۔ جو دس ماہ رمضان روزہ رکھے گا وہ محسنین کی صف میں قرار پائے گا، اور جو بیس ماہ رمضان روزہ رکھے گا وہ ابرار کی صف میں قرار پائے گا جو تیس ماہ رمضان روزہ رکھے گا اس کا درجہ شہداء کے مقام سے بھی بالاتر ہوگا۔

اے موسی: روزہ داران کی دعاؤں پر آمین کہنے کے لئے فرشتے ہیں اور میں نے قسم کھائی ہے کہ ان کی دعاؤں کو رد نہیں کرونگا۔(۱)

ابی سعید حذری سے منقول ہے کہ کہتا ہے کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

من صام شهر رمضان یعرف حدوده و یتحفظ کما ینبغی له ان یتحفظ، فقد کفر ما کان قبله. (۲)

جو شخص ماہ رمضان کے حدود کو پہچان کر ان کی کما حقہ رعایت، حفاظت اور مراقبت کرتے ہوئے روزہ رکھے تو بالتحقیق اس کے تمام گذشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور آپؑ اپنے

۱۔ عنوان الکلام ص ۲۳۰۔ سیرہ ماہ رمضان وروزہ داران ص ۴۰۹۔ ۲۔ فضائل الاشہر الثلاثہ ص ۱۳۱۔

آباء علیھم السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین امام علی علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں رمضان کے پہلے دن خطبہ دیا اور اس میں فرمایا:

ایھاالناس : انّ ھذا الشھرشھر فضله الله علی سائرالشھور، کفضلنا اھل البیت علیھم السلام علی سائر الناس. (۱)

ترجمہ : اے لوگو! خدا نے اس مہینے کو دوسرے تمام مہینوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے جس طرح ہم اہل البیت کو دوسرے تمام لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی ۔

پیغمبر اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من صام شھر رمضان ایماناً واحتساباً غفرله ماتقدم من ذنبه وماتأ خّر.

ترجمہ: جو شخص رمضان کا روزہ حساب اور ایمان کے ساتھ رکھے گا اسکے تمام گذشتہ اور آیندہ کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

ومامن مؤمن یصوم شھر رمضان احتسابا الاّ اوجب الله عزو جل له سبع خصال.

جو مومن ماہ مبارک رمضان میں حساب کے طور پر روزہ رکھے خدا اس کیلئے سات (۷) خصلتیں لازم قرار دے گا۔ **اوّلھایذوب الحرام فی جسده،الثانیة یقّرب من رحمة الله عزّوجل والثالثه یکون قد کفّر خطیئة ابیه آدم،والرّابعه یھون علیه سکرات الموت والخامسة امان من الجوع والعطش یوم القیامة والسادسة یعطیه الله برائة من النار والسابعه یطعمه الله عزّوجل من طیّبات الجنة .**

....

۱۔فضائل الاشھر الثلاثہ ص ۱۰۷۔

اول: جتنا بھی حرم اسکے بدن میں ہوگا سب ذوب اور محو کرے گا۔

دوم: خدا کی رحمت سے نزدیک ہوجائے گا۔

سوم: (اپنے روزہ کے ذریعے) اپنے والد آدم کی خطا پر پردہ ڈالے گا۔

چہارم: موت کے وقت سکرات اور جان کنی کی اذیت سے محفوظ رہے گا۔

پنجم: قیامت کے دن بھوک اور پیاس سے محفوظ رہے گا۔

ششم: خدا جہنم سے اسکو نجات دلائے گا۔

ہفتم: خداوند بہشت کے پاک اور پاکیزہ کھانوں سے اسکی مہمان نوازی فرمائے گا۔

پیغمبر اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

عن النبیؐ: انّ للجنة باباً یقال لها الریّان لایدخل منها الاّ الصائمون ،فاذا دخل آخرهم اغلق ذالک الباب.

جنت میں ایک دروازہ بنام ریّان ہے جس سے صرف روزہ دار ہی گذر سکتے ہیں اور جب آخری روزہ دار اس دروازہ سے وارد جنت ہوجائے گا تب یہ دروازہ بند ہوجائے گا۔

قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم: الصوم جُنَّةُ

پیغمبر اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ سپر ہے۔یعنی روزہ دنیا اور آخرت میں انسان پر آنے والی بلاؤں اور آفتوں کے مقابلہ میں سپر کا کام انجام دے گا۔(۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

نوم الصائم عبادة وصمته تسبیح متقبل ودعاؤه مستجاب.

....

۱۔وسائل الشیعہ ج ۷ کتاب الصوم باب ۷ ص ۲۸۹ حدیث ۱،۲۔

روزہ دار کی نیند عبادت ہے اسکا سکوت تسبیح ہے اور اسکا عمل مورد قبولیت خدا ہے۔ اور اسکی دعا مستجاب ہے۔(۱)

پیغمبر اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ اللّٰہ و کل ملائکۃ بالدعاء للصّائمین

خدا نے کچھ ملائکوں کو مأمور کیا ہے کہ وہ روزہ داروں کے لئے دعا کریں۔(۲)

امامہ جو کہ صحابی پیغمبر اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن پیغمبر اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہؐ مجھے ایک شائستہ عمل کی طرف راہنمائی فرمائیں۔آپؐ نے فرمایا: روزہ رکھو کیونکہ روزہ کا مثل اور تقابل کوئی بھی چیز نہیں ہے۔ میں نے دوبارہ سوال کو تکرار کیا آنحضرتؐ نے دوبارہ فرمایا روزہ رکھنا تیرے اوپر لازم ہے کیونکہ اسکا مثل اور تقابل نہیں ہے۔ میں نے تیسری بار سوال کو تکرار کیا تو پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: روزہ رکھو کیونکہ عبادات میں اس کا مثل اور مقابل موجود نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امامہ اور اسکی بیوی ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور روزہ رکھنے میں شہرت پائی۔(۳)

پیغمبر اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لویعلم العبدفی مارمضان لوّد ان یکون الرمضان السنة(۴)

اگر بندگان خدا کو رمضان کی فضیلت کا علم ہوتا تو آرزو کرتے کہ رمضان پورے سال ہو۔

قال رسول اللّٰہ صلی الله علیه واله وسلم: هذا شهر رمضان ، شهر مبارک

۱. بحار الانوار ج۹۶ ص۲۵۳۔ ۲. بحار الانوار ج۹۶ ص۲۵۳۔

۳. ارکان الاسلام سلیمان غاوجی ص۱۶۔ ۴. بحار الانوار ج۹۶ ص۳۴۶۔

،افترض اللـه صيـامـه ، تفتح فيه ابواب الجنان ،وتصفّد فيه الشياطين ، وفيه ليلة خير من الف شهر ، فمن حرمها حرما .يردّدثلاث مرات .(۱)

ابو ہریرہ کہتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے، خداوند نے روزہ واجب فرمایا، اسمیں بہشت کے دروازوں کو کھول دیا ہے، شیاطین کو جکڑ دیا ہے ،اوراس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، پس اس مہینہ سے جو محروم رہا وہ ہمیشہ محروم رہے گا۔اوراس جملہ کو تین بار تکرار فرمایا۔

عن النبی صلی الله علیه و اله وسلم:فاذا صام اوّل یوم من شهر رمضان غفر له کلّ ذنب تقدّم الی ذالک الیوم من شهر رمضان و کان کفارة الی مثلها من الحولو کان له بکل یوم یصومه من شهر رمضان قصر الف الف باب من ذهب و استغفرله سبعون الف ملک مائتی عدوةً الی ان تواری بالحجاب . (۲) جو رمضان کے پہلے دن روزہ رکھے گا خدا اس کے گزشتہ گناہوں کو بخش دیگا۔اور ایک سال کے گناہوں کا کفارہ قرار دے گا۔

ہر دن کے روزہ کے بدلے خدا ایک قصر بنائے گا جسکے ہزار سونے کے دروازے ہونگے اوستر ہزار فرشتوں کو اسکے لئے استغفار کرنے پر مأمور قرار دے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک خطبہ میں فرمایا: وهو شهر الصبر وانّ الصبر ثوابه الجنّه ،وهو شهر المواساة ، وهوشهر یزیدالله فیه رزق المؤمنین یہ صبر کا مہینہ ہے ، اورصبر کا ثواب جنت ہے، یہ مواساۃ (مدد کرنے) کا مہینہ ہے، اوریہی وہ مہینہ

۱۔بحارالانوار ج ۹۷ ص ۱۷ ۔ ۲۔بحارالانوار ج ۹۶ ص ۳۴۵۔

ہے جس میں خدا مؤمن کی روزی میں اضافہ فرماتا ہے۔(۱)

شیخ صدوق (رضوان اللہ علیہ) سعید بن جبیر اور وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں۔ابن عباس فرماتے ہیں: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے فرمایا: **لو علمتم مالکم فی شهر رمضان لزدتم لله تعالی ذکره وشکراً** : اگر تم لوگوں کو علم ہوتا کہ رمضان تمہارے لئے کیا لایا ہے تو تم خدا کے ذکر اور شکر کو بہت زیادہ کرتے (۲)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: **لکل شئی ربیع وربیع القرآن شهر الرمضان** (۳) ہر چیز کے لئے بہار ہے اور قرآن کی بہار رمضان کا مہینہ ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک اور روایت منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: **انّ لجمع شهر رمضان علی جُمع سائر الشهور فضلاً کفضل شهر رمضان علی سائر الشهور.** (۴) ماہ رمضان کے جمعوں کو دوسرے مہینوں کے جمعوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ماہ رمضان کو دوسرے مہینوں پر فضیلت حاصل ہے۔

اسی طرح کی ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: **انّ لجمع شهر رمضان لفضلاً علی جُمع سائر الشهور کفضل رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم علی سائر الرسل** .(۵)

ماہ رمضان کے جمعوں کو دوسرے مہینوں کے جمعوں پر فضیلت اس طرح حاصل جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دوسرے رسولوں پر فضیلت حاصل ہے۔

۱۔بحار الانوار ج۹۶ ص۳۵۹۔ ۲۔وسائل الشیعہ ج۷ ص۱۷۴۔

۳۔وسائل الشیعہ ج۴ ص۸۵۳۔ ۴۔وسائل الشیعہ ج۵ ص۴۳۔ ۵۔بحار الانوار ج۹۶ ص۳۷۶ باب ۴۷

روزہ کے آثار اور فوائد

طبی اعتبار سے:

روزہ بہترین شفا بخش دواء ہے کہ جسکو ہر فرد معاشرے کی موقعیت کا ہو کسی خرچ اور کسی کے دخل اندازی کے بغیر اپنی بیماری کے علاج کیلئے استعمال کرسکتا ہے۔آج کی میڈیکل نے قبول کر لیا ہے کہ انسان کے علاج کے لئے امساک سب سے مفید ہے۔اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے جو کہ روز روشن کی طرح ثابت اور نا قابل انکار ہے۔میڈیکل کے بہت کم ایسے افراد جنہوں نے اس بات کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے۔

بیماریوں کے عوامل میں سے ایک عامل انسان کی مختلف غذاؤں کا مصرف ہے۔کیونکہ اضافی مواد بدن میں جذب نہیں ہوتا اور چربی کی صورت میں انسان کے بدن میں مختلف بیماریاں پیدا کرتا ہے، کا بہترین علاج امساک یا روزہ رکھنا ہے۔روزہ انسان کے زائد مواد کو گلا دیتا ہے۔اور انسان کے بدن میں موجود فعّال مشینری کو بھی آرام کا موقع میسّر کرتا ہے۔واضح رہے کہ احکام روزہ میں سے ہے کہ روزہ دار سحر اور افطار میں زیادہ نہ کھائے تا کہ میڈیکل کے لحاظ سے حاصل ہونے والے نتائج کو مکمل طریقہ سے حاصل کر سکے۔والّا ممکن ہے کہ اسکے برعکس نتیجہ ہو۔(۱)

ڈاکٹر ژان فرموزان روزہ کے ذریعہ علاج کے بارے میں کہتے ہیں کہ: روزہ دار کی زبان بھاری ہو جاتی ہے پھر اسکے بدن سے پسینہ زیادہ آتا ہے۔اور اسکی ناک سے پانی بہنے لگتا ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسکے بدن کی دھلائی ہونا شروع ہوگئی۔اور تین چار دن کے بعد یہ علامتیں

۱۔تفسیر نمونہ ج۱ص۶۳۲۔

برطرف ہوجاتی ہیں اور پیشاب کے (اسید اور یک) میں کمی آتی ہے اور انسان اپنے آپ کو ہلکا محسوس کرتا ہے۔(۱)

ڈاکٹر تومانیانس روزہ کے فوائد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: کم کھانے اور کھانوں سے پرہیز کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ کیونکہ انسان کا معدہ گیارہ مہینے کھانوں سے بھرا ہوتا ہے اور ایک مہینہ کے روزہ کے ذریعہ بدن زائد مواد کو اپنے سے دور کرتا ہے۔اور اسی طرح انسان کا جگر کھانے کو ہضم کرنے کے لئے مجبور ہے کہ اپنے پتّہ کو مصرف کرے۔ان تیس دنوں میں معدہ میں موجود ان غذاؤں کو جو ہضم ہونے سے رہ گئی ہیں ان کو ہضم کرنے میں مشغول ہوجاتا ہے۔اور ہاضمہ کی مشینری کو بھی انسان کے کم کھانے کی وجہ سے آرام کا موقع میسر آتا ہے اور اپنی تھکن کو دور کرتا ہے۔

روزہ یعنی سال میں ایک بار معین وقت میں کم کھانا پینا جو علاج کا بہترین طریقہ اور تندرستی کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔

ڈاکٹر آلکسی سوفورین (alexisoforain) اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ: جسم روزہ کے وقت بدن میں موجود زائد مواد سے استفادہ کرتا ہے اور ان کو مصرف کرتا ہے اور بدن میں موجود گندے مواد کو جو کہ بیماریوں کا باعث بنتے ہیں اور مختلف بیماریوں کی جڑ ہیں ان کو ختم کردیتا ہے لہٰذا روزہ بدن کی بہبودی کا باعث ہے اور انسان کا جسم روزہ کی وجہ سے پاک اور پاکیزہ ہوجاتا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ حتی وہ افراد جو کم خونی میں مبتلاء ہیں روزہ ان کے لئے بھی مفید ہے اور روزہ کا کوئی منفی اثر نہیں ہے۔وہ کہتے ہیں کہ روزہ کے آثار بہت عجیب ہیں بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ روزہ معجزہ کرتا ہے(۲)

ڈاکٹر کاربو لکھتے ہیں کہ: ہر بیمار شخص کو سال میں کچھ دن کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔کیونکہ

۱۔تفسیر نمونہ ج۱ص۶۳۲۔ ۲۔روش نوین برای درمان بیماریھا ص۶۷۔

جب تک کھانا بدن کو پہنچ رہا کہ بدن میں مائکروب رشد اور نمو حاصل کر رہے ہیں مگر جب کھانے سے پرہیز کرتا ہے تو مائکروب ضعیف ہو جاتے ہیں۔اس کے بعد ڈاکٹر کاربو کہتے ہیں کہ اسلام نے یہ جو روزہ کا حکم دیا ہے اور اس کو واجب کیا ہے یہ انسان کی سلامتی کا سب سے بڑا ضامن ہے۔(۱)

یہاں پر آ کر ہمیں آئمہ اطہار علیہم السلام کے اقوال کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے کہ جن میں وہ اپنے ماننے والوں کو امساک اور روزہ کی طرف دعوت دیتے ہیں جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم فرماتے ہیں: **صوموا تصحوا** ۔روزہ رکھو تا کہ تندرست رہو(۲) اور فرماتے ہیں کہ: **المعدة بيت كل داء والحمسية راس كل دواء** ۔معدہ تمام بیماریوں کا مرکز ہے اور پرہیز وامساک سب سے بڑی دواء ہے(۳)۔

۱۔نقش روزہ در درمان بیماریھا۔۲۔بحار الانوار ج۹۶ص۲۵۵۔

۳۔بحار الانوار ج۵۹ص۔

﴿روزہ کے معاشرتی فوائد﴾

جو شخص ماہ مبارک میں بھوک کا مزا چکھتا ہے اور دن میں چندین بار دعا کرتا ہے کہ:
پروردگارا ہر بھوکے کو کھانا کھلا اور ہر فقیر کو بے نیاز فرما۔اس کے اندر ترحم اور شفقت کا سویا ہوا احساس جاگ اٹھتا ہے۔اور اس کا نتیجہ عیدالفطر میں سامنے آتا ہے جب وہ انفاق اور ایثار کے دروازہ کو کھول دیتا ہے۔اور معاشرہ میں تعاون اور مساوات کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے جو کہ اسلام کی ارزشوں میں سے ایک ہے۔ معاشرہ ان ہی افراد کے مجموعہ کو کہتے ہیں جو اجتماع میں موجود ہیں۔اگر ان افراد کی تربیت ہو جائے اور یہ لوگ تربیت حاصل کرلیں تو معاشرہ بھی سنور جائے گا۔رمضان تربیت کا ایک ایسا پروگرام ہے جو انسانوں کی تربیت اور تعلیم کیلئے بنایا گیا ہے۔

اگر رمضان سے پہلے مسلمانوں میں واقع ہونے والے جرائم کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ رمضان میں ان کی تعداد میں کمی واقع ہوئی اور روزہ ان جرائم کے وقوع میں تنزلی کا باعث بنا۔

ایران میں ایک سرسری نگاہ سے معلوم ہوا کہ رمضان میں چالیس فیصد جرائم میں کمی آجاتی ہے۔اور چالیس فیصد بیماریوں میں کمی آتی ہے۔اور ساٹھ (٦٠) فیصد چوریوں میں اور اسی طرح ٹریفک حادثات میں خاطرخواہ کمی واقع ہوتی ہے۔(١)

زندان کا ایک افسر کہتا ہے کہ: رمضان کے پہنچتے ہی مختلف قسم کے موجود جرایم میں خاطرخواہ کمی واقع ہوتی ہے۔(٢)

١۔اطلاعات ہفتگی نمبر ١٤١٢۔

٢۔علل جرائم ص ١٨٣، روزنامہ کیہان نمبر ٨٧٨٣

﴿روزہ کے تربیتی فوائد﴾

(الف): تہذیب اور تزکیہ نفس میں روزے کا نقش:

ایک مہم عبادت جو انسان کے تہذیب اور تزکیہ نفس کے لئے مددگار ثابت ہوتی ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ باعث بنتا ہے کہ انسان اپنے سرکش نفس کو لگام لگا کر اپنی نامشروع و نامعقول خواہشوں کو کنٹرول کرے۔

دنیا میں جتنے بھی خلاف انسانیت واقعے رونما ہو رہے ہیں ان سب کی وجہ خود خواہی ،خواہشات نفس اور شیطان کی پیروی ہے۔ اور جب تک انسان ان چیزوں سے دوری حاصل نہیں کرے گا ظلم، ستم، فساد، قتل وغارت اور مختلف اقسام کے گناہ رونما ہوتے رہیں گے۔ روزہ ایک ایسا عامل ہے جس کے استفادہ سے انسان اپنی نفسانی خواہشات پر غالب آ سکتا ہے۔ اور تمام اعضاء و جوارح کو اپنے کنٹرول میں کر سکتا ہے اور ان پر حکومت چلا سکتا اور ہوا و ہوس کو اپنی ماتحتی میں لے سکتا ہے۔

روزہ کا یہ نقش بہت مہم اور اساسی ہے جس کے متعلق آثار معنوی کے ضمن میں ذکر کریں گے۔

(ب) اندرونی طہارت اور تقوٰی کے بلند مقام کی طرف اقدام:

انسان جب تک خواہشات نفسانی کا اسیر ہے سعادت اور فلاح کو کبھی نہیں حاصل کر سکے گا۔ کیونکہ ہوا اور ہوس ایسی مضبوط زنجیریں ہیں جو انسان کی روح کو اپنی قید میں رکھتی ہیں اور جب تک یہ زنجیریں توڑ نہ دی جائیں روح ان کی قید سے آزاد نہیں ہوگی۔ خواہشات نفس انسان کی داخلی دشمن ہے اور اس سرکش دشمن پر غلبہ حاصل کرنا بیرونی دشمن سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اور جب تک انسان اپنے داخلی دشمن پر غلبہ حاصل نہ کرے بیرونی دشمن پر کامیابی نہیں حاصل کر سکتا۔ اور جو اپنی

خواہشوں اور شہوات کا اسیر ہوگا وہ باہر کے دشمن کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا اور ان کے مقابلے میں مقاومت نہیں کر سکتا ہے۔

اسلام میں جہاد بالنفس کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اور اس کو اس جہاد سے بھی زیادہ افضل قرار دیا ہے جو مجاہد میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں کرتا ہے لہٰذا میدان میں کی ہوئی جہاد کو جہاد اصغر مگر جہاد بالنفس کو جہاد اکبر کہا ہے۔

مقدمہ گذشتہ سے واضح ہے کہ خواہشات نفس کے ساتھ لڑنا یا بعبارت دیگر تزکیہ اور تہذیب نفس ہر مسلمان کے تمام امورات پر فوقیت رکھتا ہے اور جب ہم اس امر میں کامیابی حاصل کریں دوسرے تمام امور میں کامیابی حاصل ہو جائے گی والاّ ہم اپنے آپ کو مؤمن اور مسلمان کے نام سے یاد نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ ایک طرف تو ہم خداوند کی عبادت کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ شہوات اور ہوا وہوس کی بھی عبادت میں مشغول ہیں۔ اور خود پرستی، تکبر، قدرت طلبی، ریاست طلبی، ریا، حسد، غیبت، تہمت، جھوٹ اور اسی طرح کے دوسرے تمام مہلک اور نابود کرنے والے گناہوں کے دام میں پھنسے رہیں گے اور ان کے اسیر کے مانند ہو جائیں گے۔

اب جبکہ ہم کو تہذیب نفس اور تذکیہ نفس کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا تو ہم ایک ایسے وسیلہ کی تلاش میں رہیں جو ہم کو ہمارے اس مقصد پر پہنچا سکے اور ہم اپنی زندگی کے اس مقصد کو حاصل کر سکیں۔

وہ تمام وسائل وذرائع جنہیں انسان اپنے نفس کی سرکوبی کے لئے استعمال کرتا ہے روزہ ان میں سے ایک بہترین وموثر ذریعہ ہے۔

جب روزہ دار بھوک، پیاس اور گناہوں سے اجتناب کرے گا اور تمام ماہ مبارک رمضان میں ان پر پائیدار رہے گا تو یہ تمرین اور ریاضت جو کہ بھوک ہو اور نہ کھائے، پیاس لگے اور نہ پیئے اور

گناہوں کے وسائل ہوں اور انجام نہ دے تو آہستہ آہستہ یہ ایک ملکہ کی صورت اختیار کرے گا اور ایک ثابت صفت بن جائے گا کہ جس کے ذریعہ اپنے نفس کو رذائل اور گناہ کی کثافت سے دور رکھ سکے گا اور تمام سال اس عمل کو انجام دے اور جب بھی گناہ کے روبرو ہوا اپنی روح کے اندر رمضان کی مقاومت کو لے آئے اور اپنے آپ کو گناہ کے مرتکب ہونے سے بچائے تو گناہ اس کے ایمان کے سامنے سر تسلیم خم کر کے نابود ہو جائے گا۔ پس روزہ کا سب سے مہم اور بڑا معنوی اثر نفس کو پاک کرنا ہے۔ اور ایسی حالت کا حصول کہ جس کے ذریعہ انسان اپنے آپ کو شیطانوں کے دام سے نجات دلا سکے اور گناہوں کی آلودگی سے نجات حاصل کر سکے۔ قرآن مجید روزہ کے اسی بہت بڑے اثر کے بارے میں فرماتا ہے: یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام۔۔۔(۱) اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو، روزہ تمہارے اوپر واجب لکھا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے والی امتوں پر واجب تھا ۔شاید کہ تم اہل تقوٰی میں سے ہو جاؤ۔

تمام راز، کلمہ ''لعلکم تتقون'' کے اندر چھپا ہوا ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ روزہ رکھو شاید تقوٰی دار بن جاؤ۔ تقوٰی اس حالت اور ملکہ کو کہتے ہیں اور وہ ثابت صفت ہے جو انسان کو گناہ کے انجام سے روکتی ہے۔

اگر کوئی شخص روزہ اس کی تمام شرائط اور قواعد کے ساتھ رکھے، تقوٰی کی حالت جو کہ گناہ سے دوری ہے، اس میں پیدا ہو جائے گی۔ اور یہ حالت اور صفت (تقوٰی) جتنی قوت اور طاقتور ہوتی جائے گی انسان گناہ سے دور سے دور تر ہوتا جائے گا۔

تقوٰی وہ درنایاب ہے جو آسانی سے ہاتھ نہیں آتا بلکہ اس کے حصول کے لئے محنت اور

۱۔بقرہ آیہ/۱۸۳۔

مشقت کرنا پڑتا ہے۔ بطور دائم انسان کو اپنے نفسانی تمائلات سے جہاد کرنا پڑتا ہے اور اپنے آپ کو شیطانی وسوسوں سے غافل نہیں رکھنا چاہیئے۔

تقوٰی اپنے آپ کو گناہ سے بچا کر اور جہاد بالنفس کرنے سے وجود میں آتا ہے۔ اور متقی انسان کا تقوٰی اس کے گناہوں میں مانع ہو کر اس کو معصیت سے بچالیتا ہے۔

تقوٰی ایسے سپر اور محافظ کے مانند ہے جو انسان اپنے حصار میں لے کر اس کو شیطان کے حملات سے امان میں رکھتا ہے۔

انسان متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے دن رات کی مجاہدت، مراقبت اور اپنے اوپر اور اپنے کلام، کردار اور حرکات پر کنٹرول حاصل کرے اس مرحلہ اور مقام تک پہنچ جائے کہ شیطان کے وسوسوں کو اس کی دعوتوں اور اس کے حیلوں کو جو کہ گناہ کی طرف مائل کرتے ہیں پہچان چکا ہو۔ اور ان تمام راستوں کو جو شیطان، بندگان خدا کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے استعمال کرتا ہے، ان پر عبور حاصل کرلے اور جیسے ہی کوئی خیال یا وسوسہ اس کے ذہن میں آتا ہے وہ فوراً پہچان لے کہ یہ وسوسہ شیطانی ہے فوراً اس سے دوری حاصل کرے اور خدا کی پناہ میں چلا جائے۔

الغرض روزہ بالخصوص انسان کے اندرون کی پاک سازی اور مختلف گناہوں سے دوری کا باعث بنتا ہے اور انسان کو تقوٰی جیسے بلند مقام تک پہنچاتا ہے۔ لہٰذا خداوند نے آیۃ شریفہ میں روزہ کے واجب کرنے کا حکم بیان فرماتے ہوئے فرمایا ہے: لعلکم تتقون، کہ یہ روزہ شاید وسیلہ بن جائے کہ تم لوگ متقی ہو جاؤ۔ اور اس بلند و بالا مقام کو حاصل کرسکو۔ مسلماً اس مقام کو حاصل کرنے کا راستہ کھلا ہوا ہے مگر جو چیز اس کے حصول کے لئے لازم ہے وہ کوشش اور مستمر تلاش ہے تاکہ اپنے دل کو گناہوں اور رذائل سے پاک کرسکیں تاکہ خدا کی رحمتیں اس پر نازل ہو جائیں۔ اور یہ ہماری ہمت وکوشش پر منحصر ہے۔ اور ہمارے نفس کے ساتھ جہاد اور اس پر کنٹرول کے ساتھ وابستہ ہے۔

(ج) ارادے کی تقویت:

عقل کی وجہ سے انسان کو حیوان پر فوقیت حاصل ہے۔ البتہ حیوانات کے اندر بھی ارادہ موجود ہے مگر یہ اندھا ہے۔ انسان کا ارادہ اسکی عقل کے اشارے پر چلتا ہے۔ لھذا انسان اپنی زندگی کے چہرے بدل سکتا ہے۔ اور اپنے آپ کو جہل سے علم، فساد سے صلح اور فقر سے غنا کی طرف لے جاسکتا ہے۔ انسان کا ارادہ اس سیل اور انرجی کی طرح ہے جسکے بغیر انسان کوئی کام انجام نہیں دے سکتا اور کوئی تحرک اس کے اندر موجود نہیں ہے۔۔ بلکہ انسان اسی قوی ارادہ کی وجہ سے بت پرستوں کے مقابلہ میں گیا اور توحید کے پرچم کو ملتوں کے درمیان بلند کیا۔

روزہ ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے نفس کو اس کی خواہشات کے مقابلہ میں کھڑا کردیتا ہے۔ صدر اسلام میں روزہ رکھنے کی وجہ سے مسلمان ارادہ میں مستحکم ہوجاتا تھا اور دشمن کی صفوف پر اپنی مخصوص شجاعت کے ساتھ حملہ ور ہوجاتا کہ ان کے اندر ضعف کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ جب روم کی عظیم فوج نے تمام جنگی سلاح کے باوجود مسلمانوں سے شکست کھائی تو ان کی فوج کے افسر حیرت میں مبتلاء ہوئے اور مسلمانوں کی کامیابی کا راز جاننے کے لئے اپنے جاسوس کو حکم دیا تا کہ وہ مسلمانوں کے درمیان جائیں اور اس کامیابی کے عوامل کو معلوم کریں تو ایک جاسوس نے کامل تحقیقات انجام دینے کے بعد رپورٹ دی کہ: مسلمانوں کی فوج رات کی عبادت اور دن کے روزہ کی وجہ سے ایک مضبوط ارادہ کی مالک ہے۔(۱)

اسلام دین سازش اور سستی نہیں بلکہ دین جہاد اور مبارزہ ہے۔ اور جہاد کی بنیادی چیز قوی ارادہ ہے۔ جو شخص اپنے نفس کے مقابلہ میں جہاد نہ کرسکے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دشمن کے

۱۔ تہذیب ابن عساکر ج ۱ ص ۱۴۳۔

ساتھ جہاد کرے، لہٰذا جو شخص اپنے نفس اور شہوات پر کامیابی حاصل نہ کر سکے اپنے دشمن کو شکست نہیں دے سکتا۔

خوات بن جبیر کا پختہ ارادہ:

پیغمبر اکرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جب پہلی بار مسلمانوں پر روزہ واجب ہوا تھا تو اس وقت روزہ رکھنے کے کچھ شرائط تھے۔ کہ ہم سے یہ شرائط اٹھا لئے گئے۔ ان شرائط میں سے ایک یہ کہ ماہ رمضان مبارک میں بیوی کے ساتھ ہمبستری منع تھی یا اگر کوئی مغرب کے شروع میں سو جائے تو روزہ افطار نہیں کر سکتا تھا یہاں تک کہ دوسرے دن افطار کا وقت ہو جائے۔ حتی سحری کا بھی حق نہیں تھا۔ ماہ رمضان کے ایام میں جنگ خندق شروع ہوگئی اور مسلمانوں نے مدینہ کے اطراف میں خندق کھودنے کا عزم کیا اور ہر کسی کو کچھ حصہ تقسیم میں ملا کہ وہ اس حصہ کو کھودے جناب خوات بن جبیر اپنے وظیفہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے بعد افطار کے لئے گھر پہنچے اور نماز مغرب کے بعد افطاری کا انتظار کیا مگر بیوی کی جانب سے تاخیر ہوئی اور آپ بھی کام کی وجہ سے تھکے ہوئے تھے لھذا سو گئے۔ جب بیوی افطار لے کر حاضر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ افطاری میرے اوپر حرام ہوگئی اور پھر خندق کھودنے کے لئے حاضر ہوئے مگر کمزور بدن اور بھوک و پیاس کی شدت سے بے ہوش ہو گئے۔ جب یہ خبر آنحضرت کو پہنچی تو رسول خداؐ نے خدا سے درخواست کی جس کے جواب میں آیۃ شریفہ :

احل لکم لیلة الصیام الرفث .... نازل ہوئی۔ (۱)

ایک اور صحابی فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان پہنچ گیا تھا اور میں شدید فقر میں مبتلاء تھا اور میرے پاس صرف ۱۵ عدد خرمے تھے لذا میں مجبور ہو گیا کہ تمام ماہ میں پانچ دانہ خرما سے افطار پانچ دانوں سے

۱۔ بحار الانوار ج ۳۹ ص ۲۷۱۔

سحری کروں اور پانچ دانوں کو بچاؤں۔ (۱)

(د) گناہوں کی بخشش:

روزہ انسان کو گناہ، خدا سے دوری اور لغزش سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور انسان کی نجات و بخشش کا باعث بنتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: **من صام رمضاناً ایماناًو احتساباًغفر الله له ما مضٰی من ذنوبه**۔ جو شخص رمضان میں ایمان اور جزاء کیلئے روزہ رکھے خداوند اس کے گذشتہ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (۲) پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: بدبخت ہے وہ شخص جو اس بزرگ و پر برکت مہینہ میں خدا کی بخشش سے محروم رہے (۳) امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: جو شخص رمضان کے مہینے میں بخشش حاصل نہ کر پائے تو دوسرے سال کے رمضان تک بخشش حاصل نہیں کر سکتا مگر یہ کہ وہ عرفہ کے دن عرفات میں حاضر ہو جائے۔ (۴)

خدا سے دوری کے اسباب میں سب سے بڑا عامل گناہ ہے جو انسان کو قرب الٰہی سے دور کر دیتا ہے۔ گناہ اور انسان کی لغزشیں ایسے حجاب ہیں جو انسان کو حضرت محبوب کی زیارت سے محروم کر دیتے ہیں۔ مگر طبیعی ہے کہ ہر مشکل قابل رفع اور حل ہے۔ بالخصوص یہ کہ خداوند متعال توّاب، غفور اور رؤوف ہے۔ اگر خدا کا لطف اور عنایت خاص انسان کے شامل حال نہ ہو تو نہ معلوم کہ انسان پر کیا گذرے اور اس روسائی سے کس طرح چھٹکارا حاصل کرتا، وہ انسان جو اتنے سال اپنی لغزشوں اور خطاؤں کی وجہ سے درگاہ الٰہی سے فاصلہ پا چکا تھا، اس پر لازم ہے کہ اس فاصلہ کو کم کرے

۱۔ ماہ رمضان ص ۴۶۹۔

۲۔ آثار الصادقین ج ۷ ص ۲۷۲۔

۳۔ میزان الحکمۃ حدیث ۷۴۵۶۔

۴۔ میزان الحکمۃ ۷۴۶۱۔

اور بہترین موقع جو انسان کو میسر ہے اور اس کو ہدف سے نزدیک کرتا ہے وہ رمضان اور روزہ ہے۔

روزہ دار اس مہینے میں کوشش کریں کہ وہ زنگ جو گناہوں کی وجہ سے لگا ہے اپنے دل کے آئینہ سے پاک کریں تا کہ اس وسیلہ کے ذریعہ خدا کے تقرب کے راستہ کو اپنے لئے ہموار کر سکیں۔

(و) تغییر رفتار:

روزہ داری انسان کی رفتار، کردار اور اصلاح شخصیت میں بہت مؤثر ہے۔ایک تحقیق کے مطابق (جو مالزی میں ہوئی ہے) ماہ مبارک رمضان میں جرائم اور خلاف اخلاق حرکات کافی مقدار میں کم ہو جاتی ہیں۔اور اس کمی کی وجہ ماہ مبارک میں لوگوں کا اپنے اوپر کنٹرول اور اپنے اعمال وافکار پر تسلط ہے۔

(ھ) روزہ اور آزادی:

ماہ مبارک رمضان کے وظائف میں سے سب سے بڑا وظیفہ انسان کا اپنی ہوا و ہوس کی قید سے اپنے آپ کو آزاد کرنا ہے۔ ہوا اور ہوس کی بندھی ہوئی رسیوں سے اپنے آپ کو آزادی دلانا ہے۔پیغمبر اکرمؐ شعبان کے مہینے کے آخری جمعہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: **یا ایھا الناس ان انفسکم مرھونة باعمالکم ففکوھا باستغفارکم** ۔اے لوگو تمہارے اعمال تمہارے نفس اور ہوس کی قید میں بند ہیں (تمہارے گناہوں نے تم کو قفس کے اندر قید کر رکھا ہے) ماہ مبارک رمضان میں استغفار کے ذریعہ اپنے آپ کو آزادی دلاؤ۔(۱)

گناہ گار انسان ایسے مقروض کی مانند ہے جس کو کوئی چیز ضمانت کے طور پر رکھے بغیر آزادی حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہاں پر مکان، زمین اور اموال ضمانت واقع نہیں ہو سکتے بلکہ جان کو ضمانت کے

....

۱۔امالی شیخ صدوق ص ۸۵ مجلس ۲۰۔

طور پر رکھنا پڑے گا۔وہ انسان جو یہ کہتا ہے کہ میں جو چاہوں گا انجام دوں گا اور جہاں چاہوں گا جاؤں گا اور جو چاہوں گا کھاؤں گا وہ ہوا اور ہوس کا اسیر ہے۔وہ آزاد نہیں، قیدی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: من ترک الشھوات کان حرّاً ۔(۱) آزاد وہ شخص ہے جو شہوات اور گناہ اور ہوا وہوس کو ترک کردے۔

باہر کے دشمن سے آزادی حاصل کرنا اتنا مشکل نہیں جتنا اندر کے دشمن سے آزادی حاصل کرنا مشکل ہے۔اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ انسان غلام ہے یا آزاد تو دیکھے کہ خواہشات پر عمل کرتا ہے یا احکام الٰہی پر، اگر خواہشات پر عمل کرتا ہے تو ہوا وہوس کے قفس میں قید ہے اور اگر مرضی خدا کے مطابق عمل کرے تو یقیناً وہ آزاد ہے۔کیونکہ آزاد انسان خدا کے علاوہ کسی اور کے بارے میں نہیں سوچتا ہے۔(۲)

(ط)روزہ دار شخص پر خدا کی خاص عنایات:

روزہ کے معنوی آثار میں سے ایک یہ ہے کہ روزہ دار روزہ کے ذریعہ اپنے گناہوں اور رذائل کو دھو دیتا ہے۔شیاطین کی دعوتوں کو لبیک نہیں کہتا اور شہوات اور ہوا وہوس کو اپنے پاؤں تلے روند دیتا ہے تو آہستہ آہستہ خدا کی عنایت خاصہ اس کو گھیر لیتی ہیں اور خدا کے فیض رحمت سے اور برکات ایسے روزہ دار کی طرف سرازیر ہو جاتی ہیں جو اپنے آپ کو اپنے محبوب اور خالق کیلئے پاک اور خالص کر دیتا ہے۔ اس طرح روزہ دار خدا کی توجہات کو اپنی طرف مبذول کرنے میں کامیاب ہوتا ہے اور صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ خدا کی توجہ اس کی طرف ہو اور خدائے بزرگ کی رحمت کے دائرے میں داخل ہو۔روزہ

۱۔بحار ج۷۴ص۲۳۹۔

۲۔حکمت عبادات آیۃ اللہ جوادی آملی ص۱۳۱۔

دار ایسی حالت میں اپنے اندر ایک خاص نورانیت پیدا کرتا ہے اور اپنے آپ کو ہلکا اور پاک محسوس کرتا ہے۔

(ی) روزہ اور شہوت پر کنٹرول:

ایک اور طریقہ جس کے ذریعہ انسان اپنے غریزہ جنسی پر کنٹرول حاصل کر سکے، روزہ ہے۔ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: **معاشر الشباب علیکم بالبائة فمن لم یستطع فعلیه بالصوم فان الصوم له وجاء.** اے جوانو! تمہارے اوپر لازم ہے کہ شادی کرو۔ تم میں سے جو شخص شادی نہ کر سکے یا شادی نہ کرسکتا ہو تو روزہ رکھو کیونکہ روزہ شہوت کو کنٹرول کرتا ہے۔

روزہ کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کو داخلی جنگ کے لئے تیار کرتا ہے۔ اور اس کے اندر شکیبائی کی طاقت پھونک دیتا ہے۔

مگر روزہ سے مراد شہوات کا ترک کرنا، کھانا اور لذیز کھانے پینے کی چیزوں سے اپنے آپ کو روکے رکھنا نہیں ہے۔ ایک شخص جو ایک مہینہ تقریباً ۱۲ سے ۱۴ گھنٹے کچھ نہ کھائے اور پیاس کو تحمل کرے، اپنے جنسی غریزہ کے اوپر کنٹرول کرے تو اس کے اندر یہ طاقت آجاتی ہے کہ دوسرے مواقع میں بھی اپنی نامشروع شہوت پر کنٹرول حاصل کر سکے اور اپنے دامن کو ناپاک ہونے سے بچا سکے۔

انسان زیادہ تر آلودگیوں اور گناہوں کے دائرے میں اس لئے چلا جاتا ہے کہ وہ تھوڑی دیر بھی اپنے اوپر کنٹرول نہیں کرسکتا اپنے غصہ اور شہوت پر مسلط نہیں ہے۔ روزہ اس کے اندر یہ طاقت پیدا کرتا ہے کہ وہ اپنے اوپر کنٹرول کر سکے اور شہوت وغصہ کے حملہ پر قابو پا سکے۔

روزہ وہ مددگار ساتھی اور ایک ایسا راہنما ہے کہ جس کے ذریعہ ہم ہر اس حملے کو جو ہم پر باہر سے ہوتا ہے کنٹرول کر سکتے ہیں۔ اور اندر سے ہونے والے وسوسوں پر قابو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ کو صبر سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

خداوند فرماتا ہے: **واستعینوا بالصبر والصلوة** (۱) اس آیہ شریفہ میں صبر کے معنیٰ مفسرین نے روزہ بیان کیا ہے۔

جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جب بھی انسان کے اوپر کوئی سخت مشکل آئے تو اس کو چاہیے کہ روزہ رکھے کیونکہ خداوند فرماتا ہے: **واستعینوا بالصبر والصلوة** صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو اس کے بعد فرمایا: صبر سے مراد روزہ ہے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ صبر کی صفت کے حصول کے لئے ایک مؤثر عامل ہے اور ایک مہم علت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روزہ کو صبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (۲)

۱۔ سورہ بقرہ آیۃ ۴۵۔

۲۔ ماہ مبارک رمضان مکتب عالی تربیت واخلاق ص ۱۹۹۔

﴿ماہ رمضان میں ائمہ معصومینؑ کی راہ وروش﴾

رمضان کا مہینہ جب آتا تو پیغمبر اکرمؐ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ سید ابن طاؤس اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ: ''جب بھی ماہ مبارک رمضان آتا پیغمبر اکرمؐ کے چہرے کا رنگ تغییر کرتا اور آپ کی عبادت میں اضافہ ہو جاتا''(۱)

صدوق اپنی کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں فرماتے ہیں کہ: وکان رسول اللہؐ اذاھل ھلال شھر رمضان استقبل القبلة ورفع یدہ وقال: اللھم اھلہ علینا بالا من والایمان، والسلامة والاسلام، والعافیة المجللة والرزق الواسع، ورفع الاسقام، اللھم ارزقنا صیامہ وقیامہ و تلاوة القرآن فیہ (۲) رسول خداؐ جب بھی ماہ رمضان کے چاند کو دیکھتے تو رو بہ قبلہ ہوتے اور اپنے ہاتھوں کو بلند فرماتے اور فرماتے: پروردگارا! اس مہینہ کو ہم پر نورانی فرما امن اور امان کے ساتھ، سلامتی اور اسلام کے ساتھ۔ پروردگارا! ہمارے روزہ فرما روزہ کی اور عبادت کے لئے قیام کی۔ اور تلاوت قرآن کی اس ماہ مبارک میں۔ امام زین العابدینؑ رمضان کے شروع میں فرماتے: اللھم اعنا علی صیامہ بکف الجوارح عن معاصیک واستعمالھا فیہ بما یرضیک، حتی لا نصغی باسماعنا الی لغوٍ ولا تسرع بابصارنا الی لھوٍ ولا نبسط ایدینا الی محظور، ولا نخطو باقدامنا الی محجور (۳) پروردگارا! ماہ مبارک رمضان میں روزہ رکھنے کے لئے اس طرح میری مدد فرما کہ میرے اعضاء اور جوارح تیری خدمت میں ہوں تا کہ تیری خوشنودی حاصل ہو۔ میرے کان، آنکھیں، ہاتھ اور پیر تیرے بتائے ہوئے راستہ پر ہوں۔

۱۔ اقبال سید ابن طاؤس ص ۲۰۔ ۲۔ کافی ج ۴ ص ۷۰۔

۳۔ صحیفہ سجادیہ دعائے ۴۴۔

مرحوم صدوقؒ کتاب مکارم الاخلاق میں انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ: پیغمبر اکرمؐ کا کھانا ایک شربت (دودھ یا پانی) افطار میں اور ایک شربت سحری تھا۔ اور اکثر یہ ہوتا کہ آپ کے پاس فقط ایک ٹائم کا کھانا ہوتا، کبھی دودھ یا کبھی بھیگی روٹی۔ (۱) امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: جب بھی پیغمبر اکرمؐ روزہ رکھتے اگر افطار کے لئے میٹھی چیز نہ پاتے تو پانی کے ساتھ افطار فرماتے۔ حضرت امام صادقؑ سے سوال کیا گیا کہ افطاری کے لئے کس چیز کا انتخاب کیا جائے تو آپ نے فرمایا: پیغمبر اکرمؐ میٹھی چیز سے افطار فرماتے اگر نہ ملے تو ابلے ہوئے نیم گرم پانی سے افطار فرماتے۔

۱۔ من لایحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۱۳۴۔

روزہ کے اقسام

(۱) عام روزہ: اس کو روزہٗ عوام بھی کہا جاتا ہے یعنی انسان اپنے آپ کو مبطلات روزہ سے روکے رکھے اور یہ روزہ کا پہلا درجہ ہے۔

(۲) خاص روزہ: اپنے اعضاء اور جوارح کو انجام گناہ سے بچا کر رکھے۔ ایسے روزہ دار گناہ کی طرف نہیں جاتے ہیں ان کی آنکھیں ان چیزوں کو دیکھتی ہیں جس میں خدا کی رضایت ہو اور ان کے کان، زبان اور تمام اعضاء بدن خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: **اذا صمت فلیصم سمعک و بصرک** اگر روزہ رکھو تو کان اور آنکھوں کا بھی روزہ رکھو۔(۱)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: **صیام القلب عن الفکر فی الاثام افضل من صیام البطن عن الطعام** دل کا روزہ (گناہوں کے تفکر سے پرہیز) پیٹ کے روزہ سے بہتر و ارزشمند ہے۔(۲)

(۳) خاص الخاص روزہ: خدا کے سوا ما بقیہ تمام چیزوں سے اپنے آپ کو دور کرنا اور اپنے دل سے خدا کے علاوہ تمام مشاغل کو دور کر دینا۔ اور یہ فقط اولیاء اللہ کا روزہ ہے۔

ہر قسم کے روزہ کی مبطلات بھی اسی قسم سے مربوط ہیں۔ جیسے عام روزہ کھانے، پینے اور دوسرے مبطلات جو توضیح المسائل میں مراجع عظام بیان کر چکے ہیں، سے باطل ہو جاتا ہے۔ خاص روزہ بھی خدا کی نہی اور منع کئے ہوئے کسی بھی حکم پر عمل نہ کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔ اور خاص

۱۔ محجۃ البیضاء ج ۲ ص ۱۳۰۔

۲۔ غرر الحکم حدیث ص ۳۳۶۵۔

الخاص روزہ بھی دل کے اندر دوسری چیزوں کے وارد ہونے سے باطل ہوجاتا ہے۔اور غیر خدا کی طرف توجہ اسکے درجہ میں تنزل کا باعث بنتی ہے۔(۱)

ایک روایت میں امیر المومنین حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

صوم القلب خير من صوم اللسان وصوم اللسان خير من صيام البطن دل کا روزہ زبان کے روزہ سے بہتر ہےاور زبان کا روزہ پیٹ کے روزہ سے بہتر ہے۔

لہذا روزہ کبھی مربوط ہوتا ہے انسان کے پیٹ سے کہ انسان اپنے آپ کو کھانے اور پینے سے روکے رکھے اور یہ روزہ کا سب سے اونچا مرحلہ ہے۔کبھی مربوط ہوتا ہے زبان اور دوسرے اعضاء وجوارح کی حفاظت سے کہ یہ روزہ کا دوسرا مرحلہ ہے۔مگراس سے اونچا مرحلہ روزہ کا وہ ہے کہ انسان امساک کے علاوہ حفظ اعضاء اور جوارح کے ساتھ اپنی فکر کی بھی حفاظت کرے یعنی اپنے آپ کو خدا کے علاوہ کسی کی طرف مشغول نہ کرے روزہ رکھنے سے انسان کو دو خوشی حاصل ہوتی ہے ایک افطار کے وقت،دوسری خدا سے ملاقات کے وقت۔**لصّائم فرحتان ،فرحة عند الافطار وفرحة عند لقاء ملك الجبار** (۲)

۱۔المحجّة البيضاءج۲ص۱۳۲۔

۲۔وسائل الشیعہ ج۷حدیث۶باب۲ازابواب صوم المندوب۔

روزہ دار کے اقسام

روزہ داری کے لحاظ سے

قسم اول: وصنف دخلوا فی الصوم بمجرد ترک الاکل والشرب بالنهار وما يقتضى الافطار فی ظاهر الاخبار. وما صامت جارحة من جوارحه عن سوء آدابهم وفضايحهم فهؤلاء يكون صومهم على قدر هذه الحال صوم اهل الاهمال.

یہ گروہ وہ ہے جو فقط کھانے، پینے اور دوسری مفطرات سے اپنے آپ کو روکتا ہے مگران کے اعضاء و جوارح بدی اور فضائح میں مبتلاء ہیں۔ پس یہ روزہ اہمال کا روزہ ہے۔(۱)

یعنی: یہ وہ افراد ہیں جو روزہ سے اس کی قسم اول مراد لیتے ہیں۔ اور مفطرات روزہ سے اپنے آپ کو بچا کر رکھتے ہیں۔ مگران کے اعضاء برائیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آنکھیں نامحرم کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ کان غیبت سنتے ہیں، زبان جھوٹ بولتی ہے۔ پس یہ لوگ عبادت میں سستی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لھذا ان کے روزہ کو اہمال کا روزہ کہا گیا ہے۔

دوسری قسم: وصنف دخلوا فی الصوم وحفظوا بعض جوارحهم من سوء الآداب على مالك يوم الحساب . وكانوا فی ذالک النهار مترددين بين الصوم بما حفظوه والافطار بما ضيعوه۔

یہ وہ گروہ ہے جو اپنے بعض اعضاء کو خدا کی نافرمانی سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ دن میں روزہ کے وقت کچھ وقت حفظ اور کچھ افطار میں گزارتا ہے۔ یعنی اس کا روزہ بھی افطار اور روزہ کے درمیان

۱۔ بحار الانوار ج ۹۷ ص ۳۴۵۔

پھنسا ہوا ہے۔

تیسری قسم: وصنف دخلوا فی الصوم بزیادة النوافل والدعوات التی یعملونها بمقتضی العادات وهی سقیمة لسقم النیات فحال اعمالهم علی قدر اهمالهم۔

یہ وہ گروہ ہے جو ماہ رمضان کی دعاؤں اور مستحبات کو اپنی عادت کی بنیاد پر انجام دیتا ہے۔ اور یہ عادت کی وجہ سے نیت کی کمزوری اور عدم صحت کی باعث بنتی ہیں اور ان کے اعمال اعمال کی مقدار تک خلوص سے خالی ہیں۔

چوتھی قسم: وصنف دخلوا دار ضیافة الله جل جلاله فی شهر الصیام ،والقلوب غافلة ،والهمم متکاسلة، والجوارح متشاقلةفحالهم کحال من حمل هدایا الی ملک لیعرض علیها وهو کاره لحملها الیه ، وفیه عیوب تمنع من قبولها والاقبال علیه۔

ایک گروہ وہ ہے جب مہمانی خدا میں داخل ہوتا ہے۔ جب کہ ان کے دل معارف سے غافل ہیں ۔ یہ اس طرح سست ہیں کہ جیسے ان کے اعضاء و جوارح بھاری ہو گئے ہوں اور بڑی سختی سے کاموں کو انجام دے رہے ہوں ۔اس گروہ کا حال ان افراد کی طرح ہے جو بادشاہ کے لئے ہدیہ اور تحفہ تو لا رہے ہیں جب کہ وہ اس فعل میں کراہت محسوس کر رہے ہوں اس کے علاوہ ان ہدایا میں ایسے عیوب ہوں جن کی وجہ سے وہ قبولیت کے لائق نہ ہوں۔

یعنی روزہ صرف اس لئے رکھتے ہیں کہ ان پر واجب ہے مگر وہ دل سے اس کے لئے آمادہ نہیں ہیں اور بڑی سختی سے اس عبادت کو انجام دے رہے ہیں اس کی مثال ان افراد کی طرح جو بادشاہ کے لئے تحائف تو لا رہے ہیں مگر وہ قلباً اس کام کے لئے راضی نہیں ہیں۔

یہ عبادت جو انجام دی جا رہی ہے معیوب ہے کیونکہ اس شخص کا دل اس عبادت میں شریک نہیں اور کیونکہ نیت دل سے ہونی چاہیے لھذا یہ عبادت قبول نہیں ہے۔

پانچویں قسم: وصنف دخلوا فی الصوم واصلحوا ما یتعلق بالجوارح ولکن لم یحفظوا القلب من الخطرات الشاغلة من العمل الصالح فھم کعامل دخل علی سلطانه وقد اصلح رعیته بلسانه واھمل ما یتعلق باصلاح شانه ،فھو مسؤل عن تقدیم اصلاح الرعیة علی اصلاح ذاته،وکیف اخّر مقدماً وقدم موخراً وخاطر مع المطلع علی ارادته۔ یہ گروہ ان افراد پر مشتمل ہے جو اپنے اعضاء و جوارح اور ان سے مربوط کاموں کی اصلاح تو کرتے ہیں مگر دل کے اندر داخل ہونے والی خطورات اور دوسری چیزوں کی طرف متوجہ کرنے والے افکار جو کہ عمل کے انجام کے لئے مانع ہیں اس سے نہیں بچ سکتے۔ یہ افراد ان لوگوں کی طرح ہیں جنہوں نے اپنی زبان کے ذریعہ اپنے شہر اور صوبہ کی اصلاح اور تربیت تو کی ہے مگر اپنی اصلاح کرنے میں سستی کی ہے۔ان سے سوال ہوگا کہ تم نے دوسروں کی اصلاح کو اپنے نفس کی اصلاح پر ترجیح کیوں دی؟ مقدم چیز کو مؤخر اور موخر کو مقدم کیوں کیا؟۔

شرح: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کی اصلاح کرنے والے پر لازم ہے کہ پہلے خود اپنی اصلاح کرے اور جب تک اپنی اصلاح نہیں کرتا دوسروں کا مربی بننے کا اس کو کوئی حق حاصل نہیں۔

چھٹی قسم: وصنف دخلوا فی الصیام بطھارة العقول والقلوب علی اقدام المراقبة لعلام الغیوب حافظین ماستحفظھم ایاہ فحالھم حال عبد تشرّف برضاہ مولاہ۔

یہ وہ گروہ ہے جو ماہ رمضان شروع ہونے سے پہلے اپنے دل و دماغ ظاہر کر لیتا ہے کیونکہ اس خدا کے سامنے جا رہے ہیں جو تمام پوشیدہ اور چھپی ہوئی چیزوں کا جاننے والا ہے اور ہر وہ چیز جسے خدا چاہتا ہے انہیں انجام دے چکے ہیں، یہ ان بندوں کی مانند ہیں جنہوں نے اپنے مالک کی رضایت حاصل کر لی ہو۔

ساتویں قسم: وصنف ما قنعوا الله جل جلاله بحفظ العقول والقلوب والجوارح عن الذنوب والعیوب والقبائح ،حتی شغلوها بما وفقهم له من عمل راجع صالح، فهؤلاء اصحاب التجارة المربحة والمطالب المنجحة۔

یہ وہ گروہ ہے جس نے اپنے دل اور دماغ کی حفاظت کی ہے۔ اپنے اعضاء وجوارح کو گناہوں، عیوب اور قبیح کاموں کے انجام سے روکے رکھا ہے۔ اپنے آپ کو اعمال صالح کے انجام دہی میں مشغول رکھا ہے جس کی حضرت حق نے ان کو توفیق عنایت فرمائی تھی۔ پس یہ گروہ بہترین گروہ اور اصحاب تجارت میں سے بہترین سود حاصل کرنے والے ہیں۔

﴿روزہ دار کی قسمیں﴾

نیت کے لحاظ سے

قسم اول: صنف منهم الذین یقصدون بالصوم طلب الثواب ولولاه ما صاموا ولا عاملوا به رب الارباب ، فهؤلاء معدودون من عبید سوء الذین اعرضوا عما سبق لمولاهم من الانعام علیهم .وعما حضر من احسانه الیهم ، وکانهم انما یعبدون الثواب المطلوب ، ویسوا فی الحقیقة عابدین لعلام الغیوب ،وقد کان العقل قاضیاً ان یبذلوا ما یقدرون علیه من الوسائل حتی یصلحوا للخدمة لمالک النعم الجلائل۔

یہ وہ افراد ہیں جو فقط ثواب کی خاطر روزہ رکھتے ہیں۔ اگر معلوم ہو جائے کہ ثواب نہیں ہے تو رب الارباب کی کسی بھی چیز میں اطاعت نہیں کرتے۔ یہ لوگ خدا کے نزدیک برے لوگوں میں سے ہیں۔ خدا نے جو نعمتیں ان لوگوں کو عنایت فرمائی ہیں اس سے منہ پھیر لیا ہے کیونکہ یہ لوگ ثواب

کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں نہ کہ خداوند تبارک وتعالی کی جبکہ عقل کا حکم یہ ہے کہ تمہارے پاس جتنی بھی طاقت اور توانائی ہے اس کو خدا کی اطاعت میں خرچ کرو۔

قسم دوم: وصنف قصدوا بالصوم السلامة من العقاب ،ولو لا التهديد والوعيد بالنار واهوال يوم الحساب ما صاموا. فهؤلاء من لئام العبيد ، حيث لم ينقادوا بالكرامة ولا رأوا مواليهم اهلاً للخدمة فيسلكون معه سبل الاستقامة ولو لم يعرفوا اهوال عذابه ما وقفوا على مقدس بابه ، فكانهم في الحقيقة عابدون لذاتهم،ليخلصوها من حظر عقوباتهم۔

یہ گروہ اپنے آپ کو عذاب اور عقاب سے بچانے کیلئے روزہ رکھتا ہے۔ اگر جہنم کی آگ سے جلائے جانے کا وعدہ اور تہدید نہ ہوتی تو یہ لوگ ہرگز روزہ نہیں رکھتے ، یہ پست ترین بندگان میں سے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ کرامت کے ساتھ مطیع نہیں بنے۔ خدا کو عبادت کا اہل نہیں سمجھتے ہیں کہ اس کو راہ مستقیم کا وسیلہ بنائیں۔ اگر وہ لوگ جہنم کے عذاب سے آشنا نہ ہوتے تو کبھی بھی خداوند جلالہ کے دروازے پر سر نہیں جھکاتے۔ یہ لوگ اپنی لذتوں کی عبادت کرتے ہیں تا کہ یہ لذتیں ان کو جہنم کے عذاب سے نجات دلاسکیں۔

قسم سوم: صنف صاموا خوفاًمن الكفارات وما يقتضيه الافطار من الغرامات ولو لا ذالک ما رأوهم مولاهم اهلاً للطاعات ولامحلاًللعبادات ، فهؤلاء متعرضون لرد صومهم عليهم ومفارقون في ذالک مراد الله ومراد المرسل اليهم۔

یہ گروہ وہ افراد ہیں جو روزہ اس کے کفارہ کے خوف سے رکھتے ہیں کہ اگر روزہ نہیں رکھیں گے تو کفارہ دینا پڑے گا اس لئے نہیں کہ خدا کو عبادت و اطاعت کا اہل سمجھیں۔ بلکہ یہ لوگ خدا کو اطاعت کے اہل اور عبادت کے مستحق نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اس لئے روزہ رکھتے ہیں تا کہ روزہ

پلٹ کر ان پر دوبارہ واجب نہ ہو جائے (قضاء، کفارہ یا عقاب کے طور پر دوبارہ واجب نہ ہو جائے) یہ لوگ اس ہدف اور مقصد سے جس کی وجہ سے خدا نے روزہ واجب کیا ہے اس سے دور اور جدا ہیں۔

چوتھی قسم: وصنف صاموا عادة لا عبادة ، وهم كالساهين فى صومهم عما يراد الصوم لاجله ، خارجون عن مراد مولاهم ومقدس ظله، فحالهم كحال الساهى واللاهى والمعرض عن القبول والتناهى۔

یہ وہ گروہ ہے جو روزہ کو عادت کے طور پر رکھتے ہیں نہ عبادت کے طور پر۔ یہ لوگ اس ہدف اور مقصد اصلی کو جس کی وجہ سے روزہ واجب کیا گیا ہے بھول چکے ہیں۔ اور اس راستہ سے ہٹ چکے ہیں، خدا کی عنایت کے سایہ سے نکل چکے ہیں اور ان کے احوال بغیر فائدہ کے ہیں۔ یہ ان افراد کی طرح ہیں جو سب کچھ بھول کر کھیل میں مشغول ہوں یا ان افراد کی طرح ہیں جو کسی چیز کے قبول کرنے یا نہ کرنے کی دوراہی پر کھڑے ہوں۔ یعنی یہ اس وقت اس حالت میں ہیں کہ ان کو معلوم ہی نہیں کہ عبادت انجام دے رہے ہیں یا نہیں۔

پانچویں قسم: وصنف صاموا خوفاً من اهل الاسلام وجزعا من العار بترك الصيام ، اما للشك او الجحود او طلب الراحة فى خدمة المعبود فهؤلاء اموات المعنى احيا الصورة وكالصم الذين لا يسمعون داعى صاحب النعم الكثيرة، وكالعميان الذين لا يرون ان نفوسهم بيد مولاهم ذليلة مأسورة ، وقد قاربوا أن يكونوا كالدواب بل زادوا عليها لانها تعرف من يقوم بمصالحها وبما يحتاج اليه من الاسباب۔

یہ وہ گروہ ہے جو مسلمانوں کے خوف سے روزہ رکھتا ہے کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اگر کسی کو
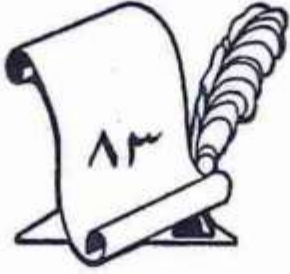
معلوم ہو جائے کہ وہ روزہ نہیں رکھتا (یا اینکہ روزہ خدا کے لئے نہیں ہے) تو اس کی آبرو چلی جائے گی ۔اور یہ حالت اس لئے ہے کہ یا تو ان کو شک ہے یا راحت طلب ہیں۔ پس یہ لوگ معنوی لحاظ سے مردہ ہیں یعنی زندہ لاشیں ہیں ۔ کیونکہ ان کے کان خدا کی باتیں نہیں سنتے ہیں۔ ان کی آنکھیں نہیں دیکھتی کہ یہ لوگ اپنے مولا کے ہاتھ میں ذلیل اور رسوا ہیں پس یہ لوگ اندھے ہیں۔ یہ لوگ حیوانات کے مانند ہیں بلکہ اس سے بھی کم تر۔ کیونکہ حیوان حداقل اپنے مربی و مالک کو پہچانتا ہے، اس کو پہچانتے ہیں، مگر یہ لوگ اپنے ولی نعمت سے آشنا نہیں ہیں۔

چھٹی قسم: وصنف صاموا لاجل انهم سمعوا ان الصوم واجب فی الشريعة المحمديةً فكان صومهم بمجرد هذه النية من غير معرفة بسبب الايجاب ، ولا ما عليهم لللّه جل جلاله من المنة فی تعريضهم لسعادة الدنيا ويوم الحساب ، فلا يستبعد ان يكونوا متعرضين للعقاب۔

یہ وہ گروہ ہے جو روزہ اس لئے رکھتا ہے کہ انہوں نے سن رکھا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی شریعت میں روزہ رکھنا واجب ہے۔ پس یہ لوگ روزہ فقط واجب ادا کرنے کے لئے رکھتے ہیں، اور ان کو اس کی معرفت حاصل نہیں کہ خدا نے دنیوی و اخروی دونوں سعادت روزہ میں عطا کی ہے اور اسی سعادت کے ذریعہ اس نے اپنے بندوں پر احسان کیا۔ لہٰذا یہ لوگ اس سعادت سے محروم ہیں۔ حتی بعید نہیں کہ ان کو عقاب سے بھی دوچار ہونا پڑے گا۔

ساتویں قسم: وصنف صاموا وقصدوا بصومهم ان يعبدوا الله كما قدمناه ، لانه اهل العبادة فحالهم حال اهل السعادة۔

یہ وہ گروہ ہے جو روزہ اس لئے رکھتا ہے کہ خدا کو عبادت کا اہل سمجھتا ہے۔ اور اسی روزہ کے ذریعہ خدا کی اطاعت کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ خدا اہل اور مستحق عبادت اور اطاعت ہے۔ پس ان کا حال
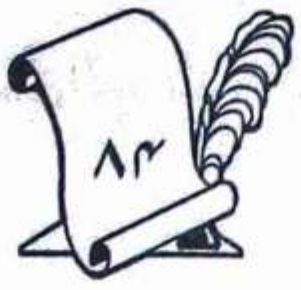
اہل سعادت کے حال جیسا ہے۔

آٹھویں قسم: **وصنف صاموا معتقدين ان المنةلله جل جلاله عليهم فى صيامهم وثبوت اقدامهم عارفين بما فى طاعته من اكرامهم وبلوغ مرامهم ، فهؤلاء اهل الظفر بكمال العنايات وجلال السعادات۔**

یہ وہ افراد ہیں جو روزہ اس لئے رکھتے ہیں کیونکہ ان کو علم و اعتقاد ہے کہ روزہ خدا کی طرف سے اپنے بندگان پر ایک فضل ہے تا کہ وہ ثابت قدم رہ سکیں۔ اکرام اور سعادت جو روزہ کے اندر ہے اس سے بخوبی آشنا ہیں اور اس تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس تک پہنچ جانے پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ پس یہ گروہ خدا کی سب سے بلند تر سعادتوں، عنایات اور کمالات تک پہنچا ہے۔

ماہ رمضان و روزہ رکھنے کا ثواب

ماہ مبارک رمضان ان مہینوں میں سے ہے جس پر خدا کا خاص لطف و کرم ہے اور اس مہینے میں ایک مسلمان کا سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ ان احکام کو جنہیں خدا نے واجب قرار دیا ہے انہیں پہلے کے نسبت زیادہ دقت نظر کے ساتھ انجام دیں ان احکام میں سے ایک روزہ رکھنا ہے۔ روزہ ان عبادات میں سے ہے جس کا ثواب اور اجر کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔

دنیا میں جتنی بھی باشرف چیزیں ہیں وہ ایک خاص سبب کے تحت ہیں، مثلاً مکہ کو بیت اللہ کی وجہ سے شرف حاصل ہے، مدینہ کو مدینۃ الرسولؐ اور نجف کو امیر المومنینؑ اور کربلا کو حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے مدفن ہونے کی وجہ سے شرف حاصل ہے، مکہ کی سرزمین اس وجہ سے تمام زمینوں سے افضل و بہتر ہے کہ وہاں خانہ خدا ہے اور خدا نے ایک خاص لطف اور کرم کی وجہ سے تمام زمینوں میں سے اس کو چنا ہے اسی طرح دنوں میں جمعہ کی رات اور دن کو ایک خاص شرف حاصل ہے اور مہینوں میں سب سے بہترین مہینہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور اس مہینہ کو تمام مہینوں پر فضلیت حاصل ہے اسی وجہ سے اس کو شہر اللہ کہا گیا ہے اور خدا نے اس مبارک ماہ میں روزہ رکھنے کے لئے انسان کو حکم دیا ہے۔ خطبہ شعبانیہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

”هو شهر دعيتم فيه الیٰ ضيافة الله وجعلتم فيه من اهل كرامة الله انفاسكم فيه تسبيح ونومكم فيه عبادة و عملكم فيه مقبول و دعاؤكم فيه مستجاب فاسئلوا الله ربكم بنيات صادقة و قلوب طاهرة ان يوفقكم الله لصيامه وتلاوة كتابه.“

”رمضان وہ مہینہ ہے جس میں خدا نے تم لوگوں کو مہمانی کی دعوت دی ہے اور اس مہینہ میں

کرامت الٰہی تمہارے شامل حال ہے، اس مہینہ میں سانس لینا تسبیح الٰہی ہے، سونا اس ماہ میں عبادت ہے، اور تمہارے اعمال کو خدا قبول فرماتا ہے، دعاؤں کو مستجاب فرماتا ہے، پس خالص نیتوں سے اور پاک دلوں کے ساتھ اپنے پروردگار کو پکارو اور خدا تم لوگوں کو روزہ رکھنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔‘‘

اس ماہ میں خدا نے کتنا اجر و ثواب رکھا ہے اس سلسلہ میں جب روایات اور احادیث کی طرف مراجعہ کیا جاتا ہے تو انسان حیران رہ جاتا ہے۔ سانس لینا اس ماہ میں تسبیح کا ثواب، سونا نماز کا ثواب رکھتا ہے۔

شیخ جعفر شوشتری فرماتے ہیں:

’’انسان ایک دن میں اکیس ہزار چھ سو مرتبہ سانس لیتا ہے۔‘‘(۱) اور خداوند عالم اپنے کرم کے حساب سے ثواب دیتا ہے، نہ کہ انسان کے عمل کے مطابق۔ اگر رمضان کے علاوہ کوئی شخص سورہ توحید کو تین بار پڑھے تو ایک قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے مگر اس مہینہ میں ہر آیت کے بدلے ایک قرآن ختم کرنے کا ثواب ملے گا۔

جناب شیخ جعفر شوشتری فرماتے ہیں:

’’روایات میں ہے کہ جو شخص سونے سے پہلے سورہ توحید کی تلاوت کرے گا تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے، اس لئے کہ اس سورہ میں پچاس حروف ہیں ہر حرف کے بدلے ایک سال کا گناہ معاف ہوگا اگر کسی کی عمر پچاس سال سے کم ہے تو اس کے آئندہ کے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔‘‘

۱۔ مجالس ماہ رمضان ص ۳۱۔

مگر ان ثوابوں کو حاصل کرنے کے لئے دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط: اس دنیا سے جاتے وقت ایمان پر قائم ہو، اور اس کے صالح اعمال نابود نہ ہوئے ہوں۔ پیغمبر اسلامؐ سے روایت ہے کہ تسبیحات اربعہ میں سے ہر ایک تسبیح باعث بنتی ہے کہ جنت میں اس کیلئے ایک درخت سبز ہو جائے ایسا نہ ہو کہ دنیا سے اعمال کے ذریعہ ایسی آگ بھیج دے جو ان درختوں کو جلا کر راکھ کر دے۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ عمل کے وقت گناہ کی نیت نہ رکھتا ہو اور اس سے اپنے دل کو پاک رکھا ہو، انسان ماہ رمضان کے ثواب کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔

حدیث قدسی میں ہے کہ: "الصَّومُ لِیْ وَأَنا أَجزِیْ بِه."(۱) **"روزہ مجھ سے ہے اور میں اس کی جزا ہوں"**۔ یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا اور اجر عنایت کروں گا۔ اس روایت کو کتب اربعہ میں نقل کیا گیا ہے اور یہی روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے ہے کہ آپ نے فرمایا: "قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: الصَّومُ لِیْ وَأَنا أَجزِیْ بِه." آپ فرماتے ہیں: رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ خدا کا فرمان ہے: روزہ مجھ سے ہے اور میرے لئے اختصاص رکھتا ہے اور اس میں ریا کا احتمال نہیں ہے کیونکہ یہ ایک باطنی عبادت ہے، روزہ یعنی انسان اپنے آپ کو مفطرات سے بچا کر رکھے اور اسے خدا کے علاوہ کوئی اور نہیں دیکھتا دوسری عبادت میں کسی نہ کسی طرح ریا کا شائبہ اور اس کی بو موجود ہے جیسے نماز کیونکہ انسان کو لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں شاید اس کے دل میں کوئی خیال آجائے، اسی طرح حج، زکوٰۃ..... مگر یہ روزہ ہے جو خود جانتا ہے اور اس کا خدا۔ انا أَجزِیْ بِه۔ اگر اس جملہ میں موجود "أَجزِیْ" کو معلوم کے ساتھ پڑھے تو اس کا معنیٰ یہ ہوتا ہے: **"میں (یعنی**

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۵۸ حدیث ۱۹۹، التہذیب ج ۴ ص ۱۳۳، الکافی ج ۴ ص ۶۸۔

خدا) مباشرتاً اس روزہ کا ثواب اور اجر دینے والا ہوں۔" یہ روزہ میرا بندہ میرے لئے ہی رکھتا ہے لہٰذا اس ثواب کو میں خود اپنے بندوں کو دوں گا، یعنی فرشتوں کو واسطہ بنائے بغیر۔ یہ اجر وثواب جو کہ خدا خود عطا فرمائے گا، کتنا عظیم ہوگا، اس کی عظمت کا کوئی تصور نہیں کر سکتا۔ اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدا روزہ رکھنے والے کو کتنا عظیم درجہ دینا چاہتا ہے۔ اگر اس صیغہ کو مجہول "أُجْـــزِئ" پڑھا جائے تو معنیٰ یوں ہوگا "روزہ میرے لئے ہے تو اس کا اجر وثواب بھی میں خود ہوں" میرا وصال اور مجھ تک پہونچنا ہی روزہ کا اجر وثواب ہے۔ عاشق کیلئے معشوق کے حصول سے زیادہ اور کوئی انعام و اکرام نہیں ہونا اور کوئی چیز اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ یہ حدیث ان کامل روزہ داروں کیلئے ہے جو فقط قربت الٰہی کے سوا کسی اور چیز کے متلاشی نہیں ہیں۔ ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ تصور انسانی کی رسائی اس مقام تک ناممکن ہے۔ لیکن یہ ثواب ان لوگوں کو ملتا ہے جو شرائط کے مطابق روزہ رکھتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "حدثنی ابی عن ابیه عن جده علیه السلام قال شفیعه یوم القیامة و من صام یومین من شهری غفر له ما تقدم من ذنبه و من صام ثلاثة ایام من شهری قیل له استانف العمل و من صام شهر رمضان فحفظ فرجه ولسانه و کف اذاه عن الناس غفر الله له ذنوبه ما تقدم منها و ما تأخر و أعتقه من النار و أحلة دار القرار و قبل شفاعة فی عدد رمل من مذنبی اهل التوحید." (۱) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان خدا کا مہینہ ہے پس جو شخص میرے مہینہ میں ایک دن روزہ رکھے گا میں قیامت کے دن اسکی شفاعت کروں

۱۔ بحار الانوار ج ۹۶ ص ۳۵۶۔

گا اور جو شخص میرے مہینہ میں دو دن روزہ رکھے گا اس کے پہلے کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جو شخص تین دن میرے مہینہ میں روزہ رکھے گا اس سے کہا جائے گا: خدا نے تم کو نئی زندگی دی ہے گویہ کہ تازہ متولد ہوئے ہو ابھی سے اپنے اعمال کو انجام دینا شروع کرو۔ اور جو شخص ماہ رمضان المبارک میں روزہ رکھے گا اس حالت میں (اس شرط کے ساتھ) کہ وہ اپنی شرمگاہ کی اور زبان کی حفاظت کرے اور کسی کو اذیت اور آزار نہ پہنچائے تو خداوند عالم اس کے گذشتہ اور آئندہ کے تمام گناہوں کو معاف کردے گا اور اس کو جہنم کی آگ سے نجات دے گا اور بہشت ابدی میں سکونت دے گا اور دوسرے گناہگاروں کے حق میں اس کی شفاعت کو قبول کرے گا، جن کی تعداد بیابان میں پھیلے ہوئے ریگ کے برابر ہوگی۔

قیامت کے دن ان تمام ثوابوں کو حاصل کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ ایمان کیساتھ اس دنیا سے رخصت ہوں اور ان ثوابوں کو اپنے ساتھ قبر تک لے جائیں۔ پس ان تمام ثوابوں کو وہ حاصل کرسکتا ہے جو ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو عبادت کے وقت توبہ کی ہو اور اپنا دل گناہوں سے دور کرچکا ہو یہ ثواب ان لوگوں کے لئے نہیں ہے کہ جن کی نیت یہ ہو کہ جو نیک کام سے ثواب حاصل کرنے کے بعد دوبارہ گناہ کریں گے اور گناہوں کی تکرار کریں کیونکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ بعض اعمال باعث بنتے ہیں کہ ثوابوں کو ختم کردیں یا برعکس۔

یہ مہینہ برکات، حسنات اور حصول ثواب کا مہینہ۔ ہے اس مہینہ میں انسان کو چاہیئے کہ جتنا ہوسکے اپنی بخشش کروائے اور اپنے کو عذاب الٰہی سے بچائے اس مہینہ میں انسان کو جتنی فرصت ملتی ہے اور کسی مہینہ میں نہیں مل سکتی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ”من ادرک شهر رمضان فلم يغفر له فابعده الله، ومن ادرک والديه فلم يغفر له فابعده الله، ومن ذكرت عنده فلم يصل على فلم يغفر له فابعده
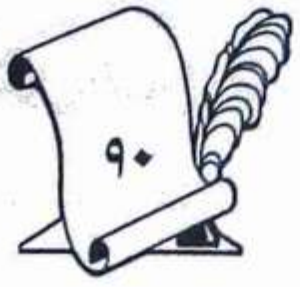
اللہ(۱) جو شخص ماہ رمضان المبارک کو درک کرے اور اپنے آپ کو نہ بخشوا سکے تو خداوند عالم اسے اپنی رحمت سے دور رکھتا ہے اور جو شخص اپنے والدین کو درک کرے ان کی خدمت اور ان پر احسان کرے)اور اپنے آپ کو نہ بخشوا سکے تو خدا کی رحمت سے دور ہے۔ جو شخص میرا ذکر سنے اور مجھ پر صلوات نہ بھیجے تو وہ نہیں بخشا جائے گا اور رحمت خدا سے دور رہے گا۔''

استاد بزرگوار شیخ محمد جواد فاضل لنکرانی فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہیئے کہ ہر ماہ رمضان کو اپنی عمر کا آخری ماہ رمضان سمجھے اور جتنا ہو سکے اس مہینہ کی برکات سے استفادہ کرے اور خدا سے دعا و تضرع کرے کہ خدا گناہوں کو بخش دے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:''**من انسلخ عنه شهر رمضان ولم يغفر له فلا غفر الله له.**''(۲)

جس شخص کا ماہ رمضان گذر جائے اور اس کی بخشش نہ ہو تو پس خدا نے اس کو نہیں بخشا ہے۔ مہم ترین فریضہ انسان کا اس مہینہ میں یہ ہے کہ اپنے اعمال اور کردار کے ذریعہ خدا سے اپنی بخشش کروائے۔ خدا نے اس مہینہ میں عمل کے ثواب کو چند برابر زیادہ کر رکھا ہے تا کہ بندے اس سے استفادہ کریں،

قال رسول اللهؐ:''شهر رمضان شهر الله عزّ وجلّ وهو شهر يضاعف الله فيه الحسنات ويمحو فيه السيئات.'' (۳) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ماہ رمضان خداوند عالم کا مہینہ ہے اس مہینہ میں خدا نیکیوں میں اضافہ اور برائیوں کو ختم کر دیتا ہے۔''

حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

۱۔ بحار الانوار ج ۷۴ ص ۶۲۔ ۲. المراقبات ص ۱۰۳۔ ۳۔ بحار الانوار ج ۹۶ ص ۳۴۰۔
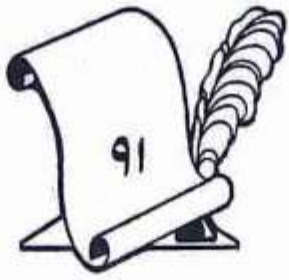
"الحسنات فی شهر رمضان مقبولة والسیئات فیه مغفورة ومن قرأ فی شهر رمضان آیة من کتاب الله عز وجل کان کمن ختم القرآن فی غیره من الشهور، ومن ضحک فیه فی وجه المومن لم یلقه یوم القیامة الّا ضحک فی وجهه وبشّره بالجنة ومن اعان فیه مومناً اعانه الله تعالیٰ علیٰ الجواز علیٰ الصراط یوم تزل فیه الاقدام ومن کف فیه غضبه کف الله عنه غضبه یوم القیامة ومن نصر فیه مظلوماً نصره الله علی کل من عاداه فی الدنیا ونصره یوم القیامة عند الحساب والمیزان."(۱)

درگاہ خداوندہ میں ماہ رمضان المبارک کے ایام میں نیک کام موردقبول واقع ہوتے ہیں اور گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں قرآن مجید کی ایک آیت کی تلاوت کرے گا تو گویا اس نے اس نے دوسرے مہینوں میں ختم قرآن کرنے کا ثواب حاصل کیا۔، اگرکسی مومن کے چہرے پر مسکراہٹ لائے گا اور اس کو خوش کرے گا تو قیامت کے دن وہ مومن شخص اس کے لئے مسکراہٹ کے اسباب فراہم کرے گا اور اس کو خوش کرے گا۔ اور اس کو بہشت کی بشارت دے گا۔ اگر کوئی شخص اس مہینہ میں کسی مومن کی مدد کرے تو خدا قیامت کے دن پل صراط پر اس کی مدد کرے گا جس دن تمام قدم لرزیں گے۔ اگر کوئی شخص اپنے غصہ پر قابو پائے تو خدا قیامت کے دن اس پر سے اپنے غصہ اور غضب کو ہٹالے گا۔ اگر کسی مظلوم کی مدد کرے تو خدا دنیا میں اس کی اس کے دشمنوں کے خلاف مدد کرے گا اور قیامت میں بھی اس کی مدد کرے گا۔"

ماہ رمضان کے ثواب بہت زیادہ ذکر ہو چکے ہیں لہٰذا یہاں پر اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

....

۱۔ بحار الانوار ج۹۶ص ۳۴۱۔

﴿ماہ رمضان کے ہر دن کا ثواب﴾

سعید بن جبیر نے ابن عباس سے ماہ رمضان میں روزہ کے اجر اور ثواب کے بارے میں سوال کیا: ابن عباس نے کہا: ''تیار ہو کیونکہ ایسی روایت بتا رہا ہوں جو آج تک نہیں سنی ہوگی۔'' سعید ابن جبیر کہتے ہیں۔ دوسرے دن تمام تیاری کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد ابن عباس کے پاس گیا اور ابن عباس نے کہا: ''سنو جو میں کہہ رہا ہوں، پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے: ''لو علمتم مالکم فی رمضان لزدتم اللہ تبارک وتعالیٰ شکراً'' اگر تم لوگوں کو علم ہوتا کہ ماہ رمضان کیا چیز ہے اور خدوند عالم کیا کیا چیزیں تم کو اس مہینہ میں دیتا ہے تو خدا کے شکر میں اس سے بھی زیادہ اضافہ کرتے۔

پہلی رات: اذا کان اول لیلة منه غفر اللہ عز وجل لامتی الذنوب کلها: سرّها و علانیتها و رفع لکم الفی الف درجة بنی لکم خمسین مدینه.''

ماہ رمضان کی پہلی رات کو خدا تمام گناہوں کو ظاہری ہو یا مخفی میری امت کے بخش دیتا ہے اور الفی الف (بیس لاکھ) درجہ اونچا کرے گا اور پچاس شہر تمہارے لئے تعمیر ہونگے۔

دوسرا دن: وکتب اللہ عز وجل لکم یوم الثانی بکل خطوة تخطونها فی ذالک الیوم عبادة سنة وثواب نبی و کتب لکم صوم سنة.''

خدا دوسرے دن ہر ایک قدم جو تم اٹھاتے ہو کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب دے گا اور نبی کا ثواب اور ایک سال کے روزوں کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

تیسرا دن: وعطا کم اللہ عز وجل یوم الثالث بکل شعرة علیٰ ابدانکم قبة فی الفردوس من درة بیضاء، فی اعلاها اثنی عشر الف بیت من النور وفی اسفلها اثنی عشر الف بیت فی کل بیت الف سریر، علیٰ کل سریر حوراء یدخل علیکم کل
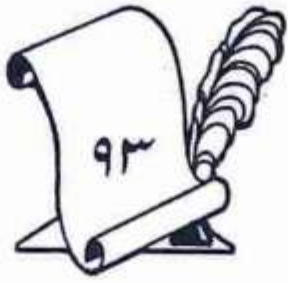
یوم الف ملک مع کل ملک هدیة."

خداوند عالم تیسرے دن بدن کے بالوں کے حساب سے درسفید (سفید موتی) سے جنت الفردوس میں ایک قبہ بنائے گا اور اس کے اوپر نور کے بارہ ہزار گھر بنائے گا اور اس کے نیچے بارہ ہزار گھر بنائے گا اور ہر گھر میں ایک ہزار تخت ہونگے اور ہر تخت پر ایک حور بیٹھی ہوگی، تمہارے پاس ہر روز ایک ہزار ملائک آئیں گے اور ہر کوئی، ایک ہدیہ لے کر آئے گا۔

چوتھے دن کا ثواب: واعطاکم الله عز وجل یوم الرابع فی جنة الخلد سبعین الف قصر فی کل قصر سبعون الف بیت فی کل بیت خمسون الف سریر علیٰ کل سریر حوراء بین یدی کل حوراء الف وصیفة خمار احداهن خیر من الدنیا وما فیها."

خداوند عالم چوتھے دن بہشت خلد میں اس کے لئے ستر ہزار محل عطا کرے گا اور ہر محل میں ستر ہزار گھر ہوں گے اور ہر گھر میں پچاس ہزار تخت ہوں گے اور ہر تخت پر ایک حور بیٹھی ہوں گی اور ہر حور کے لئے ہزار کنیزیں ہونگیں اور ان میں سے ہر ایک اس دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔"

پانچویں دن کا ثواب: "واعطاکم الله یوم الخامس فی جنة الماویٰ الف الف مدینه فی کل مدینه سبعون الف بیت، وفی کل بیت سبعون الف مائدة، علیٰ کل مائده سبعون الف قصعة فی کل ستون الف لون من الطعام لا یشبه بعضها بعضاً."

اور خداوند عالم پانچویں دن جنت الماویٰ (بہشت کے اقسام میں سے ایک ہے) میں ہزار ہزار شہر (یعنی دس لاکھ) تم کو عطا کرے گا اور ہر شہر میں ستر ہزار گھر ہونگے اور ہر گھر میں ستر ہزار کھانے کے دسترخوان بچھے ہوئے ہونگے اور ہر دسترکوان پر ستر ہزار چھوٹے دسترخوان بچھے ہوئے

ہونگے اور ہر دستر خوان پر ساٹھ ہزار رنگ کی غذائیں ہونگیں جن میں سے کوئی ایک بھی دوسری غذا کے ساتھ شباہت نہیں رکھتیں۔"

چھٹے دن کا ثواب: واعطاکم الله عز وجل یوم السادس فی دار السلام مائة الف مدینة فی کل مدینة مأة الف دار فی کل دار مأة الف بیت فی کل بیت مأة الف سریر من ذهب طول کل سریر الف ذراع علیٰ کل سریر زوجة من الحور العین، علیها ثلاثون الف ذوابة منسوجة بالدر والیاقوت تحمل کل ذوابة مأة جارية."

خداوند عالم چھٹے دن تم کو بہشت دارلسلام میں ایک لاکھ شہر عطا کرے گا ہر شہر میں ایک لاکھ گھر ہونگے ہر گھر میں ہزار ذراع ہاتھ طولانی ایک لاکھ تخت ہونگے اور ہر تخت پر ایک بیوی حورالعین ہوگی جس کے پاس تیس ہزار سوٹ در اور یاقوت سے بنے ہوئے ہونگے اور (سوٹ) کو سو کنیزیں اٹھائے ہونگیں۔"

ساتویں دن کا ثواب: "واعطاکم الله عز وجل یوم السابع فی جنة النعیم ثواب اربعین الف شهید و اربعین الف صدّیق."

خداوند عالم ساتویں دن تم کو جنت النعیم (جنت کی ایک قسم) میں چالیس ہزار شہیدوں اور چالیس ہزار صدیقوں کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

آٹھویں دن کا ثواب: واعطاکم الله عز وجل یوم الثامن عمل ستین الف عابد و ستین الف زاهد."

خداوند عالم آٹھویں دن تم کو ساٹھ ہزار عابدوں اور ساٹھ ہزار زاہدوں کا ثواب عنایت

فرمائے گا۔

نویں دن کا ثواب: واعطاکم الله عز وجل یوم التاسع ما یعطی الف عالم والف معتکف والف مرابط."

خداوند عالم نویں دن تم کو ہزار علماء، ہزار معتکفین (اعتکاف میں رہنے والے) اور ہزار فوجیوں (باڈر کی حفاظت کرنے والے) کا اجروثواب دے گا۔اسی کے برابر تمہیں بھی عنایت فرمائے گا۔

دسویں دن کا ثواب: واعطاکم الله عز وجل یوم العاشر قضا سبعین الف حاجة و یستغفر لکم الشمس ولقمر والنجوم والدواب والطیر والسباع وکل حجر ومدر وکل رطب ویاسو الحیتان فی البحار والارواق فی الاشجار."

خداوند عالم دسویں دن تمہاری ایک ہزار حاجتوں کو روا فرمائے گا اور سورج، چاند، ستارے، چار پائے، پرندے، درندے اور ہر پتھر و ریت و ہر خشک وتر، دریائی مچھلیاں اور درختوں کے پتوسب کے سب تمہارے لئے استغفار کریں گے۔

گیارھویں دن کا ثواب: وکتب الله عز وجل لکم یوم احد عشر ثواب اربع حجات و عمرات کل حجة مع نبی من الانبیاء وکل عمرة مع صدیق او شهید."

خداوند عالم گیارہویں دن تمہارے لئے چار حج اور عمرہ کہ ہر حج انبیاء میں سے کسی نبی اور ہر عمرہ صدیق وشہید میں کسی ایک کے ساتھ انجام دیا ہو۔

بارہویں دن کا ثواب: وجعل الله عز وجل لکم یوم اثنیٰ عشر ان تبدل الله سیئاتکم حسنات و جعل حسناتکم اضعافاً ویکتب لکم بکلّ حسنة الف الف

حسنة."

خدا نے بارہویں دن کو تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے کیلیئے رکھا ہے اور تمہاری نیکیوں میں اضافہ فرمائے گا کہ ہر نیکی کے بدلے دس لاکھ نیکیاں لکھے گا۔

تیرہویں دن کا ثواب: وکتب الله عز وجل یوم ثلاثة عشر مثل عبادة اهل مكة والمدينة واعطاكم الله بكل حجر ومدر ما بين مكة والمدينة شفاعه."

خداوند عالم تیرہویں دن اہل مکہ ومدینہ کی عبادت کا ثواب تیرے لئے لکھے گا (مکہ والوں کی مسجد الحرام اور مدینہ والوں کی مسجد النبی میں انجام دی ہوئی عبادتوں کا ثواب) اور جتنی مقدار میں پتھر اور ریت مکہ ومدینہ کے درمیان واقع ہیں اتنی مقدار کے لوگوں کے لئے شفاعت کرنے کا حق تم کو عطا فرمائے گا۔

چودہویں دن کا ثواب: ویوم اربعة عشر فكانما لقيتم آدم و نوحاً و بعدهما ابراهيم موسىٰ و بعده داؤد و سليمان وكانما عبدتم الله عز وجل مع كل نبيءٍ مأتي سنة."

چودہویں دن جیسے تم نے حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ داؤدؑ اور سلیمانؑ سے ملاقات کی ہو اور اس طرح ہے کہ خداوند عالم کے لئے ہر نبی کے ساتھ دو سو سال عبادت کی ہو۔

پندرہویں دن کا ثواب: وقضىٰ لكم عز وجل خمسة عشر حوائج من حوائج الدنيا والآخرة واعطاكم الله ما يعطى ايوب، واستغفر لكم حملة العرش واعاطاكم الله عز وجل يوم القيامة اربعين نوراً عشرة عن يمينكم وعشرة عن يساركم وعشرة امامكم وعشرة خلفكم."

خداوند عالم پندرہویں دن دنیا و آخرت کی تمام حاجتوں کو روا کرے گا اور جو ایوب کو عنایت فرمائی ہے وہ تم کو بھی عنایت فرمائے گا، عرش کے حاملین تمہارے لئے استغفار کریں گے اور قیامت کے دن چالیس نور تم کو عطا کیا جائے گا جن میں سے دس تمہارے دائیں طرف اور دس تمہارے بائیں طرف اور دس نور آگے کی سمت اور دس نور پیچھے کی سمت روشنی دے رہے ہونگے۔

سولہویں دن کا ثواب: واعطاکم الله عز وجل ستة عشر اذا خرجتم من القبر ستین حلة تلبسونها و ناقة ترکبونها وبعث الله الیکم غمامة تظلکم من حر ذالک الیوم."

سولہویں دن خدا اس وقت جب تم قید سے خارج ہو جاؤ گے ساٹھ جوڑے کپڑے (حلہ) تم کو عنایت کریگا تا کہ پہن سکو، اونٹ عنایت کرے گا تا کہ سوار ہوسکو، آسمان پر کالے تاریک بادل کو مامور فرمائے گا تا کہ تم پر سایہ کرے اور (گرمی کی) حرارت سے تم کو بچائے گا۔

سترہویں دن کا ثواب: ویوم سبعة عشر یقول الله عز وجل: انّی قد غفرت لهم ولا بائهم ورفعت عنهم شدائد یوم القیامة." سترہویں دن خداوند عالم فرمائے گا: ہم نے یقیناً اس کو اور اس کے والدین کو بخش دیا ہے اور ان پر سے قیامت کی سختیوں کو اٹھا لیا ہے۔

اٹھارہویں دن کا ثواب: واذا کان یوم ثمانیة عشر امر الله جبرئیل ومیکائیل و اسرافیل وحملة العرش والکروبیین ان یستغفر و لأمة محمد صلی الله علیه و آله وسلم الیٰ السنة القابلة واعطاکم الله عز وجل یوم القیامة ثواب البدریین."

جب اٹھارہواں دن ہوگا تو خداوند عالم جبرئیل، میکائیل اسرافیل اور عرش کے حاملین و کروبین کو امر فرمائے گا کہ آئندہ سال تک حضرت محمدؐ کی امت کیلئے استغفار کریں۔ اور قیامت کے

دن جنگ بدر میں شامل افراد کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

انیسویں دن کا ثواب: فاذا کان یوم التاسع عشر لم یبق ملک فی السمٰوٰت و الارض الا استاذنوا ربھم فی زیارۃ قبورکم کل یوم ومع کل ملک ھدیۃ و شراب.''

انیسواں دن زمین وآسمان کے سارے فرشتے خداوند عالم کی اجازت سے ہر روز تمہاری قبروں کی زیارت کیلئے آئیں گے اور سب کے پاس ہدیہ اور پینے کا مشروب ہوگا۔

بیسویں دن کا ثواب: فاذا تم عشرون یوماً بعث اللہ عز وجل الیکم سبعین الف ملک یحفظونکم من کل شیطان رجیم وکتب اللہ لکم بکل یوم صمتم صوم مائۃسنۃ وجعل بینکم و بین النار خندقاً واعطاکم ثواب من قراء التورا ۃ و الانجیل والذبور والفرقان وکتب اللہ عز وجل لکم بکل ریشۃ علیٰ جبرئیل عبادۃ سنۃ واعطاکم ثواب تسبیح العرش والکرسی وزوجکم بکل آیۃ فی القرآن الف حوراء.''

بیسویں دن خدا ستر ہزار فرشتوں کو بھیجتا ہے تاکہ تم کو ہر شیطان رجیم سے محفوظ رکھیں اور ہر روز کے بدلے خدا سو سال کے روزے لکھتا ہے۔ تمہارے اور آگ کے درمیان ایک خندق بناتا ہے، تمہیں ان افراد کا ثواب عنایت فرماتا ہے جنہوں نے توریت، انجیل، ذبور اور قرآن مجید کی تلاوت کی ہو، جبرئیل کے ہر پر کے مقابلے میں تم کو ایک سال کی عبادت کا ثواب عنایت فرماتا ہے، عرش اور رکرسی کی تسبیح کا ثواب تمہارے لئے لکھتا ہے اور قرآن کی ہر آیت کے مقابلہ میں ہزار حور تمہاری تزویج میں دیتا ہے۔

اکیسویں دن کا ثواب: ویوم احد عشرین یوسع اللہ علیکم القبر الف فرسخ ویرفع عنکم انطلمة الواحشة ویجعل قبورکم کقبور الشھداء و یجعل وجوھکم کوجه یوسف بن یعقوب علیھما السلام.''

اکیسویں دن خداوند عالم تمہاری قبر کو ایک ہزار فرسخ وسیع کر کے تاریکی اور وحشت کو دور کرے گا اور تمہاری قبروں کو شہداء کی قبور کی مانند کرے گا اور تمہارے چہروں کو حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام کے چہرے کی مانند (نوارانی) کردے گا۔

بائیسویں دن کا ثواب: ویوم اثنین و عشرین یبعث اللہ عز وجل الیکم ملک الموت کما یبعث الیٰ الانبیاء علیھم السلام ویدفع عنکم ھول منکر ونکیر ویدفع عنکم همّ الدنیا و عذاب الآخرة.''

بائیسویں دن خداوند عالم ملک الموت کو جس طرح انبیاء علیہم السلام کے پاس بھیجتا ہے، اسی طرح تمہارے پاس بھیجے گا۔ااور منکر ونکیر کے خوف کو تم سے دور کرے گا اور دنیا کے ھم وغم اور عذاب آخرت کو تم سے ہٹالے گا۔

تیئسویں دن کا ثواب: ویوم ثلاثة و عشرین تمرون علیٰ الصراط مع النبیین والصدیقین والشھداء و کانماأشبعتم کل یتیم من امتی و کسوتھم کل عریان من امتی.''

تیئسویں دن انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ پل صراط سے گذر جاؤ گے، میری امت کے ہر یتیم کو پیٹ بھر کھانا کھلانے اور میری امت کے ہر فرد کو کپڑے پہنانے (دینے) کا ثواب تم کو عنایت ہوگا۔

چوبیسویں دن کا ثواب: ویوم اربعة و عشرین لا تخرجون من الدنیا حتیٰ یری کل واحد منکم مکانه من الجنة و یعطی کل واحد ثواب الف مریض و الف غریب خرجوا فی طاعة الله عز وجل و اعطاکم ثواب عتق الف رقبة من ولد اسماعیل."

چوبیسویں دن دنیا سے نہیں جاؤ گے مگر یہ کہ تم بہشت میں اپنی مخصوص جگہ و مقام کی زیارت کرلو گے اور ہر شخص کے لئے ایک ہزار مریض اور ایک ہزار غریب کا اور غریب بھی ایسا غریب جو خدا کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے شہر سے خارج ہوا ہو، ثواب عنایت کیا جائے گا اور خداوند اس کو ایک ہزار غلام جو نسل اسماعیل سے تعلق رکھتے ہوں آزاد کرنے کا ثواب دے گا۔

پچیسویں دن کا ثواب: "ویوم خمسة و عشرین بنی الله عز وجلّ لکم تحت العرش الف قبةً خضراء علی رأس کل قبةٍ خیمة من نور یقول الله تبارک تعالی : یا امة احمد انا ربکم انتم عبیدی و امائی استظلوا بظل العرش فی هذه القبات وکلوا وشربوا هنیأً فلا خوف علیکم ولا انتم تحزنون یا امة محمد وعزتی و جلالی لابعثکم الی الجنة یتعجب منکم الاولون و الآخرون و لاتوجن کل واحد بالف تاجٍ من نورٍ و لارکبن کل واحد منکم علی ناقة خلقت من نورٍ زمامها من نور و فی ذالک الزمان الف خلقة من ذهب فی کل حلقة ملکٌ قائمٌ علیها من الملائکة ،بید کل ملکٍ عمودٌ من نورٍ حتی یدخل الجنة بغیر حسابٍ."

رمضان کے پچیسویں دن خداوند عز وجل عرش کے نیچے سبز رنگ کے ایک ہزار قبے تیار کراتا ہے اور ہر قبہ کے سر پر نور کا ایک خیمہ ہے خداوند تبارک وتعالی فرماتا ہے: اے احمد کی امت میں تمہارا پروردگار ہوں اور تم میرے بندے ہو میرے عرش کے سائے میں طلب رحمت کرو ان قبوں میں، کھاؤ

پیو تمہارے لئے یہ گوارا ہو؛ نہ تمہارے لئے کوئی خوف ہے اور نہ حزن (غم)۔اے محمدؐ کی امت قسم ہے میری عزت وجلالت کی تم لوگوں کو اس طرح بہشت میں داخل کروں گا کہ سب کے سب تعجب میں مبتلا ہو جائیں گے اور ہر ایک کے سر پر ایک ہزار تاجوں کے ذریعے تاج گزاری کروں گا اور ہر ایک کو نور سے خلق کئے گئے اونٹ پر سوار کراؤں گا اور اس اونٹ کی لگام بھی نور کی ہوگی اور لگام پر سونے کے ایک ہزار حلقے ہوں گے اور ہر حلقہ پر ملائکہ میں سے ایک ملک کھڑا ہوگا اور ہر ملک کے ہاتھ میں نور کا ایک عصا ہوگا تا کہ تم بغیر حساب کتاب کے بہشت میں داخل ہو جاؤ۔

چھبیسویں دن کا ثواب: ''واذا کان یوم ستة وعشرین ینظر الله الیکم باالرحمة فیغفر الله لکم الذنوب کلها الا الدماء والاموال و قدس بینکم کل یوم ٍسبعین مرةٍ من الغیبة والکذب والبهتان .''

اور جب چھبیسویں دن خداوند اپنی رحمت کی نظر سے تم لوگوں کو دیکھے گا پس تمہارے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے سوائے خون اور اموال کے (یعنی حقوق الناس کے علاوہ) اور ہر روز ستر دفعہ تمہارے گھروں کو غیبت جھوٹ اور بہتان سے پاک فرماتا ہے۔

ستائیسویں دن کا ثواب: ''یوم سبعة وعشرین فکانما نصرتم کل مومن و مومنةو کسوتم سبعین الف عارٍ و خدمتم الف مرابط و کانما قرأتم کل کتاب انزله الله عز وجل علی انبیائه .''

ستائیسواں دن اس طرح ہے کہ جیسے تم نے ہر مومن اور مومنہ کی مدد کی ہو اور ستر ہزار عریان کو لباس دیا ہو اور ستر ہزار حفاظت کرنے والوں کی خدمت کی ہو (باڈر کے محافظوں کی) اور خدا کی طرف سے انبیاء پر نازل شدہ تمام کتابوں کی تلاوت کی ہو۔

اٹھائیسویں دن کا ثواب: "ویوم ثمانة وعشروین جعل الله لکم فی الجنة الخلد مائة الف مدینة من نورٍ واعطا کم الله عز وجل فی الجنة المأویٰ مائة الف قصرٍ من فضةٍ واعطا کم الله عز وجل فی الجنة الفردوس مائة الف مدینة فی کل مدنیة الف حجرة واعطا کم اللّٰه عز وجل فی الجنة الجلال مائة الف منبرٍ من مسک فی جوف کل منبر الف بیتٍ من زعفران فی کل بیتٍ الف سریر من درٍّ ویاقوتٍ علی کل سریر زوجة من حور العین."

اٹھائیسویں دن خدا وند عالم تمہارے لئے جنت الخلد میں ایک لاکھ نور کے شہر دے گا اور جنت الماویٰ میں ایک لاکھ چاندی کے محل دے گا اور جنت الفردوس میں ایک لاکھ شہر اور ہر شہر میں ایک ہزار کمرے اور جنت الجلال میں ایک لاکھ مشک کے منبر اور منبر کے اندر ہزار گھر زعفران کے ہوں گے اور ہر گھر میں ایک ہزار در اور یاقوت کے تخت ہوں گے اور ہر تخت پر ایک بیوی جو کہ حور العین ہوگی بیٹھی ہوگی۔

انتیسویں دن کا ثواب: "فاذا کان یوم تسعة وعشرین اعطاکم اللّٰه عز وجل الف الف محلةٍ فی جوف کل محلةٍ قبة بیضاء فی کل قبة سریر من کافورٍ ابیض علی ذالک السریر الف فراش من السندس الاحضر فوق کل فراش حوراءٌ علیها سبعون الف حلة وعلی رأسها ثمانون الف ذوابة کل ذوابٍ مکللة بالدّر ویاقوت."

انتیسویں دن خدا تم کو ہزار ہزار (دس لاکھ) محلّہ عنایت کرے گا اور ہر محلّہ کے اندر ایک سفید قبہ ہوگا اور اس قبہ کے اندر سفید کافور کا ایک تخت ہوگا اور اس تخت کے اوپر ایک ہزار سبز حریر کے
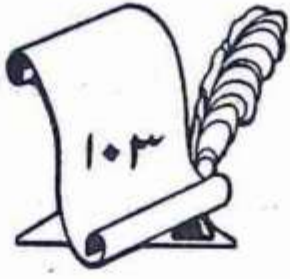
بستر بچھے ہوں گے اور ہر بستر پر ایک حور بیٹھی ہوگی جو ستر ہزار حلہ (کپڑے) پہنے ہوئے ہوگی اور اس کے سر پر ایک ہزار تاج ہوں گے جو درّ اور یاقوت سے سجائے گئے ہیں۔

تیسویں دن کا ثواب: "فاذا تمّ ثلاثون یوما کتب اللّٰہ عز وجل لکم بکل یوم مر علیکم ثواب الف شهیدٍ والف صدیقٍ کتب اللّٰہ عز وجل لکم عبادة خمسین سنةو کتب اللّٰہ عز وجل لکم بکل یوم صوم الفی یوم ورفع لکم بعدد ماانبت النیل درجاتٍ و کتب اللّٰہ عز وجل لکم براءةً من النار و جوازاً علی الصراط واماناً من العذاب وللجنت باب یقول له : الریان ، لا یفتح ذالک الی یوم القیامة ثم یفتح للصائمین والصائمات من امة محمد ؐ ثم ینادی رضوان ،خازن الجنة،یاامت محمد ! هلموا الی الریان فیدخل امتی فی ذالک الباب الی الجنةفمن لم یغفر له رمضان ففی ایّ شهرٍ یغفر له ؟ ولاحول ولاقوة الا باالله ،حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل (۱)

جب تیس دن ختم ہو جائیں گے خداوند ہر اس دن کے بدلے میں جو تم نے گزارا ہے ایک ہزار شہید اور ایک ہزار صدیق کا ثواب تمہارے نامہ اعمال میں ثبت فرمائے گا اور پچاس سال کی عبادت تمہارے لئے لکھی جائے گی۔ اور ہر دن کے روزہ کے مقابلے میں دو ہزار روزے لکھے جائیں گے۔ اور جتنی تعداد کے درخت اور پودے رود نیل کے پانی کی وجہ سے اگ آتے ہیں تمہارے درجوں میں اتنی بلندی عنایت فرمائے گا دوزخ کی آگ سے آزادی، پل صراط سے عبور اور عذاب سے امان تمہارے لئے لکھا جائے گا۔ بہشت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہتے ہیں یہ دروازہ

۱۔ بحار الانوار جلد ۹۶ ص ۳۵۱ حدیث ۲۴، امالی شیخ صدوق ص ۳۲/۲۹۔

قیامت کے دن فقط روزہ دار مرد وعورت کے لئے کھلے گا اس کے بعد امت محمد کے روزہ داروں کو آواز دی جائے گی اے امت محمدؐ! جلدی کرو اور جاؤ ریان کی طرف۔ پس میری امت اس دروازہ سے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ جو شخص اس مہینہ میں نہ بخشا جائے پس وہ کس مہینہ میں بخشا جائے گا۔؟

فصل سوم:

روزہ دار کے وظائف:

☆ گناہ سے دوری

☆ نگاہوں کو حرام سے بچانا

☆ کانوں کو حرام سے بچانا

☆ قرآن کی تلاوت

☆ توبہ کرنا

☆ دعا (راز و نیاز)

☆ افطاری دینا

☆ صلۂ رحم

☆ غریبوں اور مسکینوں کی صدقہ کے ذریعہ مدد کرنا

☆ یتیموں پر ترحم

☆ غیبت سے دوری

روزہ دار کے وظائف

﴿۱۔ گناہ سے دوری﴾

قال امیر المومنین علیہ السلام: فقمت فقلت یا رسول اللہ؛ ما افضل الاعمال فی ھٰذا الشھر فقال یا ابا الحسن افضل الاعمال فی ھٰذا الشھر الورع عن محارم اللہ'' مہمترین اور بہترین چیز جو روزہ دار کے لئے لازم ہے گناہوں سے دوری ہے جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے سوال کے جواب میں فرمایا: افضل الاعمال فی ھٰذا الشھر الورع عن محارم اللہ اس مہینہ کا افضل ترین عمل، گناہوں سے دوری ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے جواب میں نہیں فرمایا کہ نماز افضل اعمال ہے جو دین کا ستون ہے، نہیں فرمایا روزہ افضل اعمال ہے، نہیں فرمایا حج افضل اعمال ہے جو تمام عبادات کو اپنے اندر رکھتا ہے، جو جامع عبادات ہے مالی، جانی، روحی، گھر بار سے دوری، وطن سے دوری، یا یہ کہ بہترین عمل جہاد ہے اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ بہترین عمل قرائت قرآن یا صدقہ دینا، افطاری، خمس، زکات بلکہ فرمایا: الورع عن محارم اللہ.

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد بزرگوار سے یہاں تک کہ پیغمبر اسلامؐ سے نقل فرماتے ہیں: قال رسول اللہ: اعمل بفرائض اللہ تکن اتقیٰ الناس و ارض بقسم اللہ تکن اغنی الناس و کف عن محارم اللہ تکن اورع الناس واحسن مجاورۃ من جاورک تکن مؤمناً و احسن مصاحبۃ من صاحبک تکن مسلماً(۱)

....

۱۔ بحار الانوار ج ۶۹ ص ۳۶۸۔

رسول اسلامؐ نے فرمایا: ''واجبات الٰہی پر عمل کرو تا کہ پرہیز گار ترین افراد میں سے ہو جاؤ، خدا کے دئے ہوئے رزق پر راضی رہو تا کہ غنی ترین فرد بنو، اور سب سے بے نیاز رہ سکو۔ خدا کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرو تا کہ سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا بن سکو، جس کا تم سے واسطہ پڑے اس کے ساتھ اچھائی کرو تا کہ مؤمن بن جاؤ اور جو تمہارے ساتھ برخورد کرے اس پر احسان کرو تا کہ مسلمان بن سکو۔''

اس حدیث میں اورع الناس (سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا) رسول اسلامؐ نے اس شخص کو کہا ہے جو محرمات الٰہی کو ترک کرے اور گناہوں میں آلودہ نہ ہو جائے، بہت ساری بیماریوں اور مشکلات کا علاج گناہوں سے دوری اختیار کرنا ہے، بہت سی بیماریوں کا علاج یہ ہے کہ انسان کھانوں سے اجتناب کرے، یہی حکم عبادات میں بھی ہے، بہت سارے اعمال اور عبادات گناہوں کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں، ان کا اثر زائل ہو جاتا ہے اور انسان کے نامہ اعمال سے مٹ جاتے ہیں۔ لہٰذا گناہوں سے اجتناب، دوری اور نافرمانی خدا سے دوری ماہ رمضان المبارک کے افضل ترین اعمال میں سے ہیں۔ روایات واحادیث میں ذکر ہوا ہے کہ معصیت اور گناہ سے اجتناب اور دوری کا ثواب عبادت کے انجام دینے سے زیادہ ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''الصبر صبران: صبر علیٰ البلاء حسن جمیل و افضل الصبرین الورع عن محارم الله(۱)

''صبر کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ ہے کہ انسان بلاء اور مصیبت کے دوران صبر کرے جو کہ بہت حسین وجمیل اور نیک ہے، دوسری قسم یہ ہے کہ انسان خدا کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب اور دوری اختیار

۱۔ بحار الانوار ج ۷۱ ص ۷۷۔

کرے۔"گناہ کے انجام دینے سے اپنے آپ کو روکے رکھنا بہترین اور افضل ترین صبر ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "علی قال: قال رسول الله: الصبر ثلاثة: صبر عند المصيبة و صبر علىٰ الطاعة و صبر عن المعصية، فمن صبر علىٰ المصيبة حتىٰ يردها بحسن عزائها كتب الله له ثلاثمأة درجة ما بين درجة الىٰ الدرجة كما بين السماء الىٰ الارض ومن صبر علىٰ الطاعة كتب الله له ستمأة درجة ما بين درجة الىٰ الدرجة كما بين تخوم الارض الىٰ العرش ومن صبر عن المعصية كتب الله له تسعمأة درجة ما بين درجة الىٰ الدرجة كما بين تخوم الارض الىٰ منتهىٰ العرش (۱)

امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ؛ رسول اسلام نے فرمایا: "صبر کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ مصیبت پر صبر کرنا،

۲۔ خدا کی اطاعت کے انجام دہی میں صبر کرنا،

۳۔ گناہوں سے دوری میں صبر کرنا،

پس جو شخص مصیبت کے وقت صبر کرے گا اور کوئی ایسی بات یا کام جس میں خدا کی رضایت نہ ہو انجام نہ دے تو خداوند عالم اسکے مقام کو تین سو درجہ اونچا کرے گا اور ہر ایک درجہ سے دوسرے درجہ کا فاصلہ آسمان سے زمین کے فاصلے کے برابر ہوگا، اور جو شخص خدا کے امور کی انجام دہی میں اور عبادات کی انجام دہی میں صبر کرے (نماز پڑھے روزہ رکھے اور خمس ادا کرے، حج بجالائے) تو خدا وند عالم اس کے مقام کو چھ سو درجہ اونچا کرے گا اور ہر ایک درجہ سے دوسرے درجہ کا فاصلہ زمین سے

۱۔ بحار الانوار ج ۷۱ ص ۷۷، اوصاف روزہ داران ص ۲۲۲۔

عرش برین تک کا ہوگا، اور جو شخص گناہوں سے دوری اختیار کرے گا اور گناہ انجام نہ دے اور صبر کرے (یعنی حرام کام کو انجام دینے کی قدرت رکھتے ہوئے اسے انجام نہ دے اور صبر کرے) تو خداوند عالم اس کے مقام کو نو سو درجہ اونچا کرے گا، اور ہر ایک درجہ سے دوسرے درجہ فاصلہ زمین سے عرش کی انتہاء تک کے فاصلہ کے برابر ہوگا۔"

روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سب سے زیادہ ثواب گناہوں سے دوری پر ہے اور خدا اس شخص کو جو گناہوں سے دوری اختیار کرے اوج کی انتہاء تک پہنچاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کلام رسول اسلام "الصوم جنّة" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "الصوم جنة، ای سترة من آفات الدنیا، و حجاب من عذاب الآخرة فاذا صمت فانو لصومک کفَّ النفس عن الشهوات، و قطع الهمّة عن خطوات الشیطان، وانزل نفسک منزلة المرضیٰ لا تشتهیٰ طعاماً ولا شراباً، متوقعاً فی کلِّ لحظةٍ شفاءَک من مرض الذنوب و طهّر باطنک من کلِّ کدرٍ و غفلةٍ و ظلمةٍ یقطعک عن معنیٰ الاخلاص لوجه الله تعالیٰ۔"(۱)

امام علیہ السلام فرماتے ہیں: "روزہ ستر و حجاب ہے یعنی دنیا کی آفت کو اس سے چھپایا جا سکتا ہے اور عذاب آخرت کے درمیان حجاب بن جاتا ہے، پس جب بھی روزہ رکھنے کا ارادہ کرے تو روزہ کے ساتھ یہ بھی ارادہ کرے کہ اپنے نفس کو تمام گناہوں سے دور رکھے، تمام شہوات اور خواہشات نفسانی سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے، کیونکہ ان چیزوں میں مرتکب ہونا اور انہیں انجام دینا روزہ کے ثواب میں کمی کا باعث بنتا ہے۔

۱. مصباح الشریعہ، ص ۱۳۷، روزہ درمان بیماریہای روح و جسم ص ۹۶۔
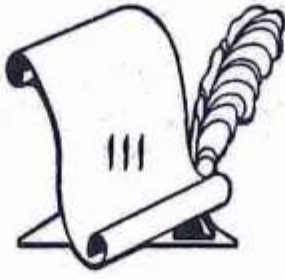
﴿۲۔نگاہوں کوحرام سے بچانا﴾

ماہ مبارک رمضان میں روزہ دار کا دوسرا وظیفہ یہ ہے کہ اپنی نگاہوں کو نامحرم کی طرف متوجہ ہونے سے اوراس کانظارہ کرنے سے بچائے رکھے، خداوند عالم فرماتا ہے کہ:

”**قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکیٰ لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون** (۱)“ اے رسول! مومنین سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو نامحرم عورتوں کو دیکھنے سے بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے پاکیزگی ہے، بتحقیق خداوند ان کے ہراس عمل سے جو وہ لوگ انجام دیتے ہیں باخبر ہے۔“

اسی طرح دوسری آیہ شریفہ میں خواتین سے مخاطب ہوکر فرمایا:

”**وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا و لیضربن بحمرھن علیٰ جیوبھن**“(۲)

”اوراے رسول! مومنہ خواتین سے کہو کہ اپنی نگاہوں کو نامحرم مردوں کو دیکھنے سے بچائیں اوراپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اوراپنے زیورات کو چھپائیں اور وہ زیورات جو ظاہر ہیں (چہرہ، ہاتھ وغیرہ) کو آشکار نہ کریں اوراپنے دوپٹے سے اپنی گردن اورسینہ ڈھانپ دیں تاکہ چھپارہے۔“

بحارالانوار میں روایت ہے کہ: **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم: من ملاء عینیہ حراماً یحشوھا یوم القیامۃ مسامیر من نارھم ثم حشاھا ناراً الیٰ ان یقوم الناس ثم یومر بہ الیٰ النار**. (۳) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ”جوشخص اپنی نگاہ کو نامحرم سے نہ بچائے خداوند عالم قیامت کے دن اس کی آنکھوں کو آگ کی کیلوں سے بھردے گا اور

۱۔سورہ نور آیۃ ۳۰۔ ۲۔سورہ نور آیہ ۳۱۔ ۳۔بحارالانوار، ج ۱۰۴، ص ۳۷، اوصاف روزہ داران، ص ۸۰۔

اس کے بعد آگ بھر دے گا اور جب لوگوں کے حساب سے فارغ ہوگا تو اس کے بعد ان کو جہنم میں ڈال دے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''من نظر الیٰ امرئة فرفع بصره الیٰ السماء او غمض بصره لم یرتد الیه بصره حتیٰ یزوجة الله عز و جل من الحور العین و قال علیه السلام: اول النظرة لک و الثانیة علیک و لا لک و الثالثة فیها الهلاک. (۱)

جو شخص نامحرم عورت کی طرف دیکھے اور پھر اپنی نگاہ کو پھیر دے اور آسمان کی طرف اٹھائے یا اپنی آنکھوں کو بند کردے وہ اپنی آنکھوں کو نہیں کھولتا مگر یہ کہ خداوند عالم ایک حور العین کو اس کے نکاح میں دے دیتا ہے، حضرت فرماتے ہیں: نامحرم کی طرف جانے والی پہلی نظر تمہارے فائدے میں ہے (یعنی اگر اتفاقی ہو اور تکرار نہ ہو تو کوئی حرج نہیں) دوسری نظر تیرے نقصان میں ہے اور اس کا کیفر اور سزا دیکھنے کی لذت سے کہیں زیادہ ہے اور تیسری نظر تجھ کو ہلاکت میں ڈالتی اور عذاب میں مبتلاء کرتی ہے۔

بحار الانوار میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: آپؑ نے والدین محترم سے نقل فرمایا ہے کہ: پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قال رسول الله: کل عین باکیة یوم القیامة الا ثلاثة اعین، عین بکت من خشیة الله، وعین غضت عن محارم الله وعین باتت مساهرة فی سبیل الله'' (۲) قیامت کے دن تمام آنکھوں میں آنسو ہونگے مگر تین آنکھیں ایسی ہونگیں جو نہیں روئیں گی: ۱۔ وہ آنکھ جو خوف خدا میں روئی ہو ۲۔ وہ آنکھ جو نامحرم کی

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۰۴، ص ۳۷۔ ۲۔ بحار الانوار ج ۱۰۴، ص ۳۵، اوصاف روزہ داران ص ۸۱۔

طرف نہ اٹھے اور نامحرم کو دیکھتے ہی بند ہو جائے۔

۳۔وہ آنکھ جو شب زندہ داری کرے،خدا کی راہ میں جاگتی رہے اور نماز شب پڑھے“

آنکھوں کو فعل حرام سے بچانا متقین کے اوصاف میں سے ہے،حضرت علی علیہ السلام متقین کی صفتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:”**غضوا ابصارهم عما حرم الله عليهم....**“ ”اہل تقویٰ وہ لوگ ہیں جو اپنی آنکھوں کو حرام سے بچائیں“(۱)

حضرت علی بن الحسین زین العابدین علیہما السلام فرماتے ہیں:”**و حق البصر ان تغمضه عما لا يحل لک و لا تعتبر**“ آنکھوں کے حقوق میں سے ہے کہ ان چیزوں کو نہ دیکھے جو تمہارے لئے حلال نہیں ہیں۔(۲)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:”**النظر سهم من سهام ابليس و كم من نظرة اورثت حسرة طويلة**“۔حرام کی طرف دیکھنا شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ایک نظر باعث بنتی ہے کہ انسان طویل مدت کے لئے حسرت اور پشیمانی میں مبتلاء ہو جائے۔(۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے:”**لا تكونن حديد النظر الىٰ ما ليس لک فانه لن يزني فرجک ما حفظت عينيک فانّ قدرت ان لا تنظر الىٰ ثوب المرأة التي لا تحمل لک فافعل**،“

۱۔نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۳ معروف بہ خطبہ ہمام۔

۲۔وسائل الشیعہ(چاپ مؤسسہ اہل البیتؑ)،ج ۱۵ ص ۱۷۴۔

۳۔کافی،ج ۵،ص ۵۵۹۔

دقت اور تیز بینی (باریک نگاہ) سے ان چیزوں کی طرف مت دیکھو جو تیرے لئے نہیں ہیں جب تو ان کی طرف نہ دیکھے گا اور اپنی آنکھوں کی حفاظت کرے گا تو زنا میں مبتلاء نہیں ہوگا اگر تو اپنے آپ کو نامحرم عورت کے لباس کو دیکھنے سے بچا سکتا ہے تو اس کام کو انجام دے"۔

شوہر دار خواتین کا نامحرم مردوں کی طرف دیکھنا خدا کے غیض وغضب کا باعث بنتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "اشتدّ غضب الله تعالیٰ علیٰ امرأة ذات بعل ملأت عينها من غير زوجها". (۱) جب شادی شدہ عورت نامحرم مرد کو دیکھتی ہے تو خدا کے غیض وغضب میں شدت آتی ہے۔ فالعين يزناه النظر (۲) آنکھوں کا نامحرم کی طرف دیکھنا زنا کے مانند ہے۔

ماہ مبارک رمضان میں روزہ دار کو چاہئے کہ اپنی آنکھوں کو کنٹرول میں رکھے اگر روزہ دار چاہتا ہے کہ اس کا روزہ کامل ہو اور خدا سے نزدیکی کا باعث بنے تو اس کو چاہئے کہ اپنی نگاہوں کی دید کے دائرے پر کنٹرول کرے اور اس کی شدت سے مراقبت اور حفاظت کرے۔ وگرنہ اہل رمضان و عارفان کے نزدیک اس کا روزہ شمار نہیں ہوتا، کیونکہ ایک روایت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "من تأمل خلف امرأة حتیٰ يتبين له حجم عظامها من وراء ثيابه وهو صائم فقد افطر"۔ "اگر کوئی شخص کسی عورت کو پیچھے سے اس طرح دیکھے کہ وہ اس کے کپڑوں کے اندر اس کی ہڈیوں کے حجم کو دیکھ سکے اور وہ روزہ سے ہو اس کو چاہئے کہ افطار کرے (یعنی اس کا روزہ باطل ہے)۔"

۱۔ وسائل الشیعہ ج ۲۰ ص ۲۳۲۔

۲۔ بحار الانوار ج ۱۰۴ ص ۳۸۔

اہل منطق و عرفان کے نزدیک روزہ تنہا کھانا پانی ترک کردینے کا نام نہیں بلکہ تمام اعضاء و جوارح کو حرام کاموں کی انجام دہی سے بچانا مراد ہے۔(۱)

۳۔بحارالانوار ج۹۳ص۲۹۰۔

﴿۳۔ کانوں کو حرام سے بچانا﴾

روزہ دار کے وظائف میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے کانوں کی حفاظت کرے اور ان کو حرام آوازوں سے دور رکھے، مثلاً گانا، غیبت، جھوٹ، تہمت، جو دوسروں پر لگائی جائے ان سب سے اپنے کانوں کو بچائے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ شعبانیہ میں وظائف روزہ دار میں فرمایا ہے: "غضوا عما لا یحل النظر الیه ابصارکم وعما لا یحل الاستماع الیه اسماعکم"۔(۱) اپنی نظروں اور اپنے کانوں کو فعل حرام سے بچاؤ۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: "وحق اسمع تنزیهه عن سماع الغیبة وسماع ما لا یحل سماعه"، کانوں کا حق ہے کہ ان کو غیبت اور دوسری حرام چیزوں کے سننے سے بچاؤ۔(۲)

۱۔ خطبہ شعبانیہ، وظائف روزہ داران۔

۲۔ من لایحضرہ الفقیہ ج۲ ص ۶۱۸۔

﴿۴۔قرآن کی تلاوت﴾

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:"لکلّ شیءٍ ربیع و ربیع القرآن شهر رمضان"،(۱) ہر چیز کے لئے ایک بہار ہے اور قرآن کی بہار ماہ رمضان المبارک ہے۔

قرائت قرآن ائمہ طاہرین علیہم السلام کی توجہات کا مرکز ہے، یہاں تک کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک آیت کی تلاوت دوسرے مہینوں کے ختم قرآن کے مساوی ہے۔:"ومن تلا فيه آية من القرآن كان له مثل اجر من ختم القرآن فی غیرہ من الشهور"،(۲) جو شخص ایک آیہ شریفہ کی اس ماہ تلاوت کرے گا تو اس کو وہی اجر ملے گا جو دوسرے مہینوں میں ختم قرآن کا ہے۔

علی ابن مغیرہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:"میرے والد نے آپ کے جد بزرگوار سے ختم قرآن کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:"رمضان کے مبارک مہینہ میں جتنا ہو سکے قرآن کی تلاوت کرو' اس کے بعد میرے والد ہر رمضان میں چالیس بار ختم قرآن کیا کرتے تھے اور میں بھی والد کی اسی روش پر پائبند ہوں، کبھی کم کبھی

زیادہ، اور عید الفطر کے دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور دیگر ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین اور آپؑ کے نام ایک دفعہ ختم قرآن کرتا ہوں، میرے لئے کیا ثواب ہے؟"۔حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:"تمہارے لئے ثواب یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کے ساتھ محشور ہوگے"۔ میں نے سوال کیا:"کیا ایسا ہی ہوگا؟"تو آپؑ نے تین مرتبہ تکراراً

۱۔بحار لانوار ج ۸۹ ص ۲۱۳، امالی شیخ صدوق ص ۵۷۔ ۲۔بحار الانوار ج ۹۳ ص ۳۵۷۔

فرمایا: ''ہاں، ہاں، ہاں''۔

وہب بن حفص کہتے ہیں: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: ''کتنے وقت میں قرآن کی تلاوت کرنا مناسب ہے؟'' (یعنی ختم قرآن میں کتنا وقت لگنا چاہئے) امام علیہ السلام نے فرمایا: چھ دن یا اس سے زیادہ'' میں نے عرض کی: ''ماہ رمضان میں کتنی مدت میں قرآن کو کامل ختم کرنا چاہئے؟'' تو فرمایا: ''تین دن یا اس سے بالاتر''۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''نوروا بیوتکم بتلاوۃ القرآن'' (۱) اپنے گھروں کو تلاوت قرآن کے ذریعہ منور کرو۔

حضرت امام حسن العسکری علیہ السلام قرآن کی فضیلت، عظمت اور تلاوت کے ثواب کے بارے میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے نقل فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ علیکم بالقرآن فانّه الشفاء النافع.....واتلوه فانّ الله يأجركم علىٰ تلاوته بكل حرف عشر حسنات اما انّى لا اقول(الٓم)حرف ولكن الف عشر،والام عشر والميم عشر.....''(۲)

رسول خداؐ نے فرمایا: ''تمہارے اوپر لازم ہے کہ قرآن سے تمسک رکھو کیونکہ قرآن ہر درد کی شفاء ہے اور فرمایا؛ تمہارے اوپر لازم ہے کہ قرآن کی تلاوت کرو، کیونکہ خداوند قرآن کے ہر حرف کی تلاوت کرنے والے کو دس حسنہ (ثواب) دیتا ہے، میری مراد الٓم ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف ہے اور اس کا دس حسنہ، لام ایک حرف ہے دس ثواب اور میم ایک حرف ہے اس کا الگ دس حسنہ خدا عطا کرتا ہے۔

۱۔ کافی ج۲ ص۶۱۰۔ ۲۔ بحار الانوار ج۹۲ ص۱۸۲۔

یہ بات واضح ہے کہ تلاوت قرآن سے ہماری مراد حرف پڑھنا نہیں ہے بلکہ قرائت کے ساتھ ساتھ اس پر دقت کرنا اور تدبر کرنا بھی ہے۔

پس ہر مومن کو چاہئے کہ قرآن کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس پر تدبر اور غور وفکر بھی کرے تا کہ انسان فکری لحاظ سے قرآن جن چیزوں کی طرف اشارہ کرتا ہے ان کو پہچان سکے، روحی لحاظ سے قرآن میں جو احساسات اور عواطف بیان ہوئے ہیں اور موجود ہیں ان کو سمجھ سکے، انقلابی اور سیاسی لحاظ سے جن آیات میں مفہوم وجود و حرکت یا انسان کو کس طرح بیدار کیا جاسکتا ہے اور جامعہ (معاشرہ) کو کس طرح اسلام کی طرف متوجہ کرایا جاسکتا ہے ان چیزوں کو درک کر سکے۔ لفظی لحاظ سے قرآن کے ذریعہ سیکھ لے کہ کس لفظ کو کس جگہ استعمال کرنا چاہئے۔

قرآن کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جامعہ کے ہر طبقہ کا فرد قرآن سے اپنے ذہن کے مطابق استفادہ کرسکتا ہے قرآن وہ کتاب الہیٰ ہے جو اس کی تلاوت کرے خدا اسکو دوسروں سے بے نیاز کرتا ہے۔

معاویہ ابن عمار کہتے ہیں: ''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:''من قراء القرآن فهو غني ولا فقر بعده والا ما به غنی'' ''جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرے وہ بے نیاز ہو جاتا ہے، اس طرح کہ وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا، اور قرآن سے زیادہ بے نیاز و غنی کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے۔''

اس مبارک ماہ میں تلاوت قرآن کا ثواب اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف سے تلاوت کی بہت زیادہ تاکید ہے: مفضل، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

''عليكم بتلاوة القرآن فانّ درجات الجنة علىٰ عدد الآيات القرآن فاذا

کان یوم القیامة یقال لقاری القرآن اقراء و ارق فکلما قراء آیة یرقیٰ درجة،"(۱)

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''تمہارے اوپر لازم ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرو، یقیناً جنت کے درجات قرآن کی آیات کی تعداد کے برابر ہیں، قیامت کے دن قاری قرآن سے کہا جائے گا: قرآن پڑھو اور درجہ بہ درجہ اوپر جاؤ، پس وہ جتنی آیات قرآنی کی تلاوت کرتا جائے گا اسی حساب سے اس کا درجہ بلند ہوتا جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''جو شخص رات کو دس آیات کی تلاوت کرے گا اس کا نام قرآن سے غافل افراد کی فہرست میں نہیں لکھا جائے گا، جو شخص رات کو پچاس آیات کی تلاوت کرے گا اس کا نام خدا کی یاد کرنے والوں کی فہرست میں درج ہوگا، جو شخص سو آیات کی تلاوت کرے گا اس کا نام عابدوں کی فہرست میں لکھا جائے گا اور جو شخص دوسو آیتوں کی تلاوت کرے گا اس کا نام خاشعان خدا (اللہ سے ڈرنے والے) کے ساتھ لکھا جائے گا، جو شخص تین سو آیتوں کی تلاوت کرے گا اس کا نام سعادت منداور قیامت کے دن کامیاب ہونے والوں کی فہرست میں ثبت ہوگا، جو شخص ایک ہزار آیتوں کی تلاوت کرے گا اس کا نام قنطار لکھتے ہیں، ہر قنطار پچاس ہزار مثقال کے برابر ہوتا ہے اور ہر مثقال چوبیس قیراط ہے جس کی سب سے چھوٹی مثال احد کی پہاڑی ہے اور بزرگی میں زمین اور آسمان کے طول کے برابر ہے (۲)

۱۔ بحار الانوار ج ۹۲ ص ۱۸۲۔

۲۔ امالی شیخ صدوق ؒ مجلس چہارم، حدیث ۷۔

﴿۵۔توبہ کرنا﴾

توبہ کا معنیٰ: مادہ: توب یعنی رجوع اور پلٹنے کے معنیٰ میں آتا ہے یعنی اپنے گناہوں پر پشیمان ہو اور خدا کی طرف رجوع کرے، **فتوبوا الیٰ بارئکم** (۱) اپنے خدا کی طرف لوٹ آؤ، **وان استغفروا ربّکم ثمّ توبوا الیہ** (۲) اور خدا سے طلب مغفرت کرو اور اس کی طرف لوٹ آؤ۔ طبرسیؒ مجمع البیان میں فرماتے ہیں: "**اصل التوبہ الرجوع و حقیقتھا الندم علیٰ القبیح مع العزم علیٰ ان لا یعود الیٰ مثلہ،** (۳) توبہ اصل میں پلٹنے کو کہتے ہیں، حقیقت توبہ یہ ہے کہ اپنے گذشتہ برے کاموں سے پشیمان ہو اس کے ساتھ یہ ارادہ بھی ہو کہ وہ ان کاموں کو چھوڑ دے گا اور ان کی طرف دوبارہ پلٹ کر بھی نہیں دیکھے گا۔

علامہ حلیؒ شرح تجرید میں فرماتے ہیں: "**التوبہ ھی الندم علیٰ المعصیۃ لکونھا معصیۃ و العزم علیٰ ترک المعاودۃ فی المستقبل** (۴) توبہ یعنی انجام دئے گئے گناہوں پر پشیمانی اس بنیاد پر ہو کہ یہ گناہ واقعاً گناہ ہیں اور عزم و ارادہ ہو کہ دوبارہ ان کاموں کو انجام نہیں دے گا یعنی آئندہ گناہوں کی طرف نہیں جائے گا۔

نکتہ:

جہاں پر کلمہ " توبہ " کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ بندہ اپنے گناہوں پر پشیمان ہے اور خدا کی طرف پلٹنا چاہتا ہے تو وہ کلمہ "الیٰ" کے ساتھ لایا جاتا ہے، عربی گرامر کے لحاظ سے الیٰ کے ذریعہ متعدی کیا جاتا ہے (جیسے فتوبوا الیٰ بارئکم، ثم توبوا الیہ) اور اگر خدا نے چاہا کہ اس

۱۔بقرہ، آیہ ۵۴۔ ۲۔ہود، آیہ ۳۔
۳۔ مجمع البیان، ج ۲، ص ۲۱۔ ۴۔کشف المراد ص ۲۶۳۔

بندہ کی توبہ قبول کرلی جاہے اور اسے بخش دیا جائے تو علیہ کے ذریعہ متعدی کیا جاتا ہے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے نکالا گیا اور آپ نے توبہ کیا اور خدا نے اس کو قبول کیا: **فتلقیٰ آدم من ربه کلماتٍ فتاب علیه انه هو التواب الرحیم(۱)**

''آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے کلمات کو اخذ کیا اس وقت خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی کیونکہ خدا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔''

معصومین علیہم السلام کے علاوہ ایسے بہت کم انسان ہیں جو اپنی تمام زندگی میں گناہ کے مرتکب نہ ہوئے ہوں۔ مابقی افراد کسی علت اور سبب کی وجہ سے کم از کم کمترین گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں لیکن خداوند متعال نے انسانوں کے لئے توبہ کی راہ ہموار رکھی ہے خداوند متعال فرماتا ہے:'' **قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا.** (۲) اے میرے حبیب! کہہ دو، اے میرے بندو! جو اپنے او پر اسراف اور ستم کے مرتکب ہوئے ہیں خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو کیونکہ خدا تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

یہ ایک واضح بات ہے کہ انسان فقط جملہ استغفر اللہ کہنے یا منہ پر ہاتھ مار کر توبہ توبہ کہنے سے نہیں بخشا جائے گا، بلکہ انسان کو توبہ حقیقی کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جو شرائط وضوابط کا حامل ہے۔

ایها الناس انّ انفسکم مرهونة بأعمالکم ففکّوها بأستغفارکم

خطبہ شعبانیہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اے لوگو! تمہاری جانیں تمہارے اعمال کی گرفت میں ہیں اگر اپنی جانیں اور نفس کو آزاد کرانا چاہو تو توبہ اور خدا سے طلب مغفرت کے ذریعہ آزاد کراؤ۔

۱۔ سورہ بقرہ آیہ ۳۷۔ ۲۔ سورہ زمر آیہ ۵۳۔

خطبہ میں جس کلمہ کو پیغمبرؐ نے استعمال کیا ہے وہ ہے ''مرھونۃ'' یعنی رہن (گروی)، رہن اس کو کہتے ہیں انسان کوئی چیز کسی کو دے کر اس کے بدلے قرض حاصل کرے، اگر اپنے دئے گئے وقت پر قرض ادا نہ کر سکے تو وہ شخص اس رہن کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کرے گا، مثلاً سونا دے کر پیسے قرض لے جب رہن میں سونا دیا جائے تو آپ کا یہ سونا اس کی قید میں چلا گیا، اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ سونا آزاد ہو جائے تو آپ پر لازم ہے کہ قرضہ واپس کر دیں۔ جو شخص گناہوں میں مبتلاء ہو جاتا ہے اس طرح ہے کہ اپنے گناہوں کے ذریعہ اپنی جان کو اس نے قید میں ڈال دیا ہے اگر وہ چاہتا ہے کہ آزاد ہو جائے تو اسے چاہئے کہ توبہ و استغفار کرے اور خدا سے طلب مغفرت کرے، اس توبہ اور طلب مغفرت کیلئے بہترین وقت ماہ مبارک رمضان ہے۔ رمضان المبارک استغفار کا مہینہ ہے، وھٰذا شھر التوبۃ وھٰذا شھر المغفرۃ والرحمۃ وھٰذا شھر العتق من النار والفوز بالجنۃ.

ماہ رمضان المبارک کی خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ یہ مہینہ توبہ کی بہار کا مہینہ ہے۔ کیونکہ اس مہینہ میں انسان کا خدا سے رابطہ پہلے کی بہ نسبت زیادہ ہو جاتا ہے، اصولاً توبہ اور گناہوں کا اعتراف ایک لطف الٰہی اور خدا کے مراحم میں سے ایک ہے۔ اگر انسان گناہ کا مرتکب ہو جو نامہ اعمال میں لکھا جاتا اور توبہ کا راستہ نہ ہوتا تو پشیمانی اور اعتراف کا راستہ بند ہو جاتا، لہٰذا کہا جاتا ہے کہ توبہ ایک لطف و عنایت الٰہی ہے جو انسان کے اندر خدا کی طرف واپسی اور اسکی بندگی میں شدت کا باعث بنتی ہے اور انسان کو نا امیدی سے نکال دیتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''الفقیہ کل الفقیہ من لم یقنط الناس من رحمة الله و لم یؤیسهم من روح الله و لم یؤ منهم من مکر الله'' (۱)

'' آگاہ اور صاحب عقل وہ شخص ہے جو لوگوں کو خدا کی رحمت سے مایوس اور ناامید نہ کرے اور ان کو خدا کے لطف و کرم سے مایوس نہ کرے البتہ اس کے ساتھ ساتھ خدا کے عذاب اور گناہوں کی سزا سے بھی آگاہ کرتا رہے (یعنی لوگوں کو خوف اور رجاء کے درمیان رکھے)۔

انسان جب کسی سے نصیحت کے طور پر کوئی قصہ حکایت یا روایت سنتا ہے تو توبہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، مگر جب وہ جامعہ کے اندر داخل ہوتا ہے اور وہاں کی مشکلات میں مبتلاء ہوتا ہے تو دوبارہ گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ انسان کو جب بھی راحت نصیب ہو توبہ کے راستہ سے نہیں ہٹنا چاہئے بلکہ خدا کی رحمت سے کسی بھی حال میں مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

اصول کافی میں روایت ہے کہ: سلام بن مستنیر کہتے ہیں: ''حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں تھے حمران ابن اعین حاضر ہوئے، امام علیہ السلام سے کچھ سوالات پوچھے، جب جانا چاہا تو آپؑ سے عرض کیا: خداوند آپؑ کو طول عمر عنایت فرمائے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ آپؑ کے وجود مبارک سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے، ہم جب آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں جانے سے پہلے ہمارے دلوں میں ایک صفا اور جلاء پیدا ہو جاتا ہے اور ہم اپنے دل کو دنیا سے دور کر دیتے ہیں، گویا کہ دنیا کی تمام دولت ہماری نظروں میں بے ارزش ہو جاتی ہیں مگر جب یہاں سے چلے جاتے ہیں اور تجار و پیسے والوں کو دیکھتے ہیں تو دوبارہ دل ان کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور ان سے محبت ہو جاتی ہے''۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''انسان کا دل کبھی سخت اور کبھی نرم پڑتا

۱۔ نہج البلاغہ شرح عبدہ ج ۲ ص ۱۵۶ کلمہ ۸۸۔

ہے''اس کے بعد فرمایا:''اسی طرح کا سوال پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ہوا، پیغمبرؐ سے عرض کیا گیا: ہمیں خوف ہے کہ ہم منافق نہ ہوں، حضور نے فرمایا:''کیوں؟''تو جواب دیا گیا کہ:''کیونکہ جب تک ہم آپ کے محضر میں رہتے ہیں اور آپ نصیحت فرماتے ہیں خدا کی اطاعت اور آخرت کی ترغیب دیتے ہیں تو ہم خدا ترس ہو جاتے ہیں اور دنیا کو بھول جاتے ہیں اور اس طرح دنیا سے غافل ہو جاتے ہیں کہ گویا بہشت اور جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اور جیسے ہی ہم آپ کے محضر سے مرخص ہوتے ہیں اور اپنے گھر جاتے ہیں اور بیوی بچوں کو دیکھتے ہیں تو اس خدا پسند کو بھول جاتے ہیں اور ساری چیزیں ہمارے ذہن سے محو ہو جاتی ہیں، کیا یہ منافقت نہیں ہے؟''

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''ہرگز نہیں ہے، یہ شیطان کا وسواس ہے جو تم کو دنیا کی طرف مائل کراتا ہے، خدا کی قسم اگر تم لوگ اپنی اسی حالت پر باقی رہے اور اس پر پابند رہے تو فرشتے تم لوگوں سے مصافحہ کریں گے حتیٰ تم پانی کے اوپر چل سکو گے، یہ حقیقت ہے کہ مومن ہمیشہ امتحانات میں مبتلاء رہتا ہے، اللہ کی عبادت زیادہ کرتا ہے جبکہ دنیا اس کو کم ملتا ہے، کیا تم نے نہیں سنا انّ اللہ یحب التوابین و یحب المتطھرین (۱) خداوند توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں سے زیادہ محبت کرتا ہے اور فرماتا ہے:''استغفروا ربّکم ثم توبوا الیہ (۲) اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو اور اس کے بعد توبہ کرو اور خدا کی طرف پلٹ آؤ۔''(۳)

ملا احمد نراقیؒ اپنی کتاب خزائن میں لکھتے ہیں: ایک وقت شیطان لعین حضرت یحیٰ علیہ السلام کے سامنے مجسم ہوا اور کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ کو نصیحت کروں۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

۱۔سورہ بقرہ آیہ ۲۲۲۔ ۲۔سورہ ہود آیہ ۳۔

۳۔اصول کافی ج ۲ ص ۴۲۳ (حدیث زیادہ طولانی ہونے کی وجہ سے یہاں پر صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا گیا ہے)۔

''مجھے تیری نصیحت کی کوئی ضرورت نہیں، مگر بنی آدم کے بارے میں تمہیں جو کچھ معلوم ہے بتاؤ۔'' تو شیطان نے کہا: ''اے خدا کے پیغمبر! اولاد آدم کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم: آپ کی طرح معصوم اور بے گناہ افراد ہیں جو اصلاً معصیت کے مرتکب نہیں ہوتے، ہم اور ہمارے ساتھی ان کی طرف سے مایوس ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ یہ ہمارے بہکانے میں نہیں آئیں گے۔ دوسری قسم: وہ افراد ہیں جو کاملاً ہمارے اختیار میں اس گیند کی مانند ہیں جو بچوں کے ہاتھ میں ہے اسے جس طرح چاہیں پھینک دیں اور جس طرف چاہے لے جاسکتے ہیں اور ہم ان سے مطمئن ہیں۔ تیسری قسم: یہ لوگ ہمارے نزدیک سب سے بدتر اور سخت قسم کے لوگ ہیں، ہم ان کے نزدیک جاتے ہیں ان کو بہکاتے ہیں ان کو گناہ کی طرف مائل کرتے ہیں اور گناہ میں مرتکب کر کے ان کو دین سے منحرف کر دیتے ہیں (پیسوں کے ذریعے، مقام دکھا کر، شہوت کے ذریعے ریاکاری کے ذریعے عجب، ظلم وغیرہ کے ذریعے) مگر وہ لوگ یکدفعہ اپنی لگام کو ہمارے ہاتھوں سے چھڑا کر خدا کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں اور خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں، اپنے کئے پر پشیمان ہوتے ہیں اور ہماری تمام محنت پر پانی پھیر دیتے ہیں، اور ہماری ساری محنت بے کار ہو جاتی ہے، ہمیں دوبارہ پھر سے کوشش کرنی پڑتی ہے لیکن وہ پھر سے دوبارہ توبہ کرتے ہیں، یہ لوگ نہ ہم کو کاملاً مایوس کرتے ہیں اور نہ ہی مکمل طور پر ہمارے مطیع بن جاتے ہیں۔(۱)

پس توبہ وہ راستہ ہے جس سے شیطان بھی تنگ ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ توبہ نے اس کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔

اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت ہے: **قال سمعتُ أبا عبد**

۱۔ خزائن، ملا احمد نراقیؒ ص ۴۳۱۔

اللہ علیہ السلام یقول: اذا تاب العبد توبة نصوحاً احبه الله فستر علیه فی الدنیا والآخرة فقلت کیف یستر علیه ؟قال: ینسی ملکیه ما کتبا علیه من الذنوب و یوحیٰ جوارحه اکتمی علیه ذنوبه و یوحیٰ الیٰ بقاع الارض اکتمی ما کان یعمل علیک من الذنوب فیلقیٰ الله حین یلقاه و لیس شیٌ یشهد علیه بشیءٍ من الذّنُوبِ (۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''جب بندہ توبہ نصوح (نصوح مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنیٰ ہے کہ بہت زیادہ نصیحت کرنے والا یا وہ شخص جو خود کو بہت زیادہ نصیحت کرتا ہے تا کہ گناہوں کا تکرار نہ کریورتوبہ خالص ہو) کرتا ہے خداوند عالم اس سے محبت کرتا ہے اوراس کے گناہوں کو دنیا و آخرت میں چھپا دیتا ہے، عرض کیا گیا: کس طرح گناہوں کو چھپاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: خداوندان دوفرشتوں (جو ماٗ مور ہیں کہ اس کے تمام کاموں کو لکھیں ''رقیب وعقید'') کے لکھے ہوئے تمام گناہوں کو محو کر دیتا ہے۔ ثانیاً اعضاء و جوارح سے خطاب کیا جاتا ہے تم بھی گناہوں کو چھپاؤ اوراس کے خلاف گواہی مت دو، ثالثاً خداوند عالم زمین کے اس حصہ کو جہاں پر وہ گناہ واقع ہوا ہے اس کو بھی حکم دیتا ہے کہ تم بھی چھپاؤ اور جو تمہارے اوپر انجام دیا گیا ہے اس کو آشکار مت کرو لہٰذا توبہ کرنے والا خدا سے اس طرح ملاقات کرتا ہے کہ اس کے خلاف گواہی دینے کے لئے کوئی چیز موجود نہیں ہوگی۔''

۱۔ اصول کافی ج۲ ص ۴۳۰۔

توبہ کے شرائط:

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’ **اولها الندم علىٰ ما مضىٰ ،والثانى العزم علىٰ ترک العود اليه ابداً، والثالث ان تؤدى الىٰ المخلوقين حقوقهم حتىٰ تلقى الله املس ليس عليک تبعة، والرابع ان تعمد الىٰ كل فريضة عليک ضيعتها فتؤدّى حقها، والخامس ان تعمد الىٰ اللحم الذى نبت علىٰ السحت فتذيبه بالاحزان حتىٰ تلصق الجلد بالعظم وينشاء بينهما لحم جديد ،والسادس ان تذيق الجسم الم الطاعة كما اذقته حلاوة المعصية فعند ذالک تقول(استغفر الله).**

استغفار اور توبہ کیلئے چھ شرائط ہیں:

’’(۱) اپنے کئے پر پشیمان ہو، یعنی گذشتہ انجام دئے گئے برے اعمال پر اظہار پشیمانی،

(۲) ہمیشہ کئے گئے گناہوں کو ترک کرنا یعنی مصمم ارادہ ہو کہ آئیندہ وہ گناہوں کو انجام نہیں دے گا،

(۳) حقوق الناس جو تمہاری گردن پر ہیں ان کو ادا کرنا اس طرح کہ کل جب قیامت کے دن خدا سے ملاقات کرو تو تمہارے اوپر کسی کا کوئی حق نہ ہو، تاکہ خدا کے سامنے کھلے چہرے سے حاضری دے سکو،

(۴) ان تمام واجبات کو جو تم نے انجام نہیں دیا ہے انجام دو، (قضا نماز و روزے، حج اگر واجب ہو)

(۵) بدن کی جسامت میں جو اضافہ حرام کھانے کی وجہ سے ہوا ہے اس کو خدا کے حضور گریہ وزاری کرکے ختم کرنا یہاں تک کہ تمہارے بدن پر چمڑا اور ہڈی باقی رہ جائے اور جدید گوشت نشو نمو پائے،

(۶) جس طرح تم نے بدن کو معصیت کا مزہ چکھایا ہے اسی طرح رنج و اطاعت کا بھی مزہ چکھاؤ (اسی طرح خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری کا بھی مزہ چکھاؤ)۔‘‘(۱)

۱۔ نہج البلاغہ، ترجمہ مصطفیٰ زمانی، حکمت ۴۲۵ ص ۱۰۲۵۔

توبہ کی اہمیت:

توبہ کی خدا کے نزدیک کیا قدر و قیمت ہے اس کی توصیف کرنا بہت مشکل ہے، خداوند عالم جب اپنے بندہ کو توبہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس قدر خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہے کہ جس کو صرف ان مثال کے ذریعہ سمجھایا جا سکتا ہے جو ہمارے ائمہ علیہم السلام نے بیان کی، امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''خداوند عالم اپنے بندوں کو اتنی قدرت اور مہلت دیتا ہے کہ جو چیزیں خدا کی مخالفت اور نافرمانی میں انجام دی ہیں ان کو چھوڑ کر دوبارہ خدا کی طرف پلٹ آئیں؛ **عن ابی عبیدہ قال: سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول: ان اللہ تعالیٰ اشد فرحاً بتوبۃ عبدہ من رجل اضلّ راحلتہ و زادہ فی لیلہ فوجدھا، فاللہ اشد فرحاً بتوبۃ عبدہ من ذالک الرجل براحلتہ حین وجدھا(١)**

ابی عبید کہتے ہیں: ''امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ: اپنے بندہ کے توبہ پر خداوند عالم کی خوشی اس شخص سے بھی زیادہ ہوتی ہے جو رات کو اپنے قافلہ سے بچھڑ جائے اور کافی دیر تک کوشش کے باوجود نہ ملے اس کے بعد جب قافلہ ملے تو اس شخص کو جتنی خوشی ہوتی ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے توبہ کی ارزش اور اس کی اہمیت کو بیان فرمانے کیلئے مثال دی ہے کہ وہ شخص جو قافلہ کے ارکان میں ایک تھا، کسی وجہ سے ان سے بچھڑ گیا اور کاروان کو گم کر دیا رات کی تاریکی میں اپنی تمام ہمت صرف کر دی تا کہ اپنا کاروان ڈھونڈ نکالے، لازمی طور پر اس وقت وہ شخص بھوکا، پیاسا، ایک طرف رات کی تاریکی کا خوف، درندوں کا خوف، ڈاکوؤں سے خطرہ اس پر چھایا ہوا ہوگا، اس کو ہر وقت زندگی اور موت کا خوف ہوگا اور جب وہ نا امید اور مایوس ہو جائے اور اسی

٢۔ بحار الانوار ج ٦ ص ٤٠، حدیث ٧٤۔

وقت کاروان مل جائے تو تصور کریں اس شخص کو کتنی خوشی ہوگی جبکہ خداوند متعال کو اپنے بندہ کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ مسرت ہوتی ہے۔

ایک اور روایت میں امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:"**لا شفیع انجح من التوبہ** (۱) سب سے زیادہ شفاعت توبہ ہی کی وجہ سے ہوگی، کیونکہ انسان کی روح کو ان خباثتوں سے پاک کر دیتا ہے جو گناہ کی وجہ سے تھے اور توبہ کی وجہ سے نزول رحمت اور خدا سے فیض یاب ہوتا ہے، اسی وجہ سے امام علی علیہ السلام نے توبہ کو شفیعوں (قیامت کے دن شفاعت کرنے والے) میں شمار کیا ہے، لہذا جس طرح قرآن اور ائمہ معصومین علیہم السلام شفاعت کرنے والے ہیں اسی طرح توبہ بھی شفیع ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: **التوبة مطهرة من دنس الخطيئة ومنقذه من شفا الهلكة** ۔(۲) توبہ پاک کرتا ہے روح کی نجاستوں کو اور انسان کو ہلاکت سے نجات دیتا ہے۔ انسان کی روح کے اندر گناہ کی وجہ سے جو میل جمع ہوا اور باعث بنا کی خدا سے دور ہو جائے اس کو پاک کرنے کا بہترین وسیلہ توبہ ہے۔ توبہ انسان کے اندر کی تمام میل کو پاک کر دیتا ہے اور توبہ باعث بنتا ہے کہ انسان ہلاکت سے بچ جائے کیونکہ انسان کو ہلاک کرنے والے اسباب میں سے ایک سبب گناہ ہے اور اس سے بچنے کا واحد راستہ توبہ ہے۔

توبہ کی اہمیت اور ارزش میں سے ہے کہ انسان کے دلوں پر گناہوں کی وجہ سے لگے ہوئے زنگ کو توبہ صاف کر دیتا ہے، اور اس زنگ کو قائم و ثابت رہنے نہیں دیتی، انسان جب بھی ہفتہ بھر میں گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے اس کے دل کے سفید نقطوں میں سے ایک کالا ہو جاتا ہے اور جب دل کو

۱۔ نہج البلاغہ کلمات قصار نمبر ۳۷۱۔ ۲۔ بحار الانوار ج ۶ ص ۳۳ ح ۴۵۔

توبہ کے ذریعہ دھولے تو اپنی پہلی والی حالت میں آجاتا ہے، توبہ انسان کے دل پر آنے والی آلودگی اور گناہوں کی سیاہی کو دھو دیتی ہے، اور انسان کے اندر موجود صفا کو مٹنے نہیں دیتی، اگر انسان توبہ نہ کرے تو یقیناً آہستہ آہستہ اس کا تمام دل سیاہی میں تبدیل ہو جاتا ہے اس طرح کا دل کبھی بھی خیر اور سعادت حاصل نہیں کر سکتا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: " ما من عبد مؤمنٍ الا قلبه نكتة بيضاء فاذا اذنب ذنباً خرج تلک النكتة سوداء فاذا تاب ذهب ذالک السواد وان تعادىٰ فی الذنوب زاد ذالک السواد حتىٰ يغطى البياض ،فاذا تغطىٰ البياض لم يرجع صاحبه الىٰ خير ابداً وهو قول الله عز وجلّ (كلّا بل ران علىٰ قلوبهم ما كانوا تكسبون) (۱)

ہر مومن کے دل پر ایک سفید رنگ کا وسیع نقطہ ہے جو نورانی ہے، جب مومن گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس سفید نقطہ پر ایک کالا نقطہ ابھر آتا ہے، اگر وہ توبہ کرے تو سیاہی مٹ جاتی ہے، لیکن اگر وہ اپنے گناہوں کو جاری رکھے تو سیاہی دن بہ دن بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ پوری سفیدی پر چھا جائے گی اور جب سفیدی پر سیاہی حاوی ہو جائے تو ایسا شخص کبھی بھی خیر اور سعادت کو حاصل نہیں کر سکتا، اور خداوند متعال بھی یہی فرماتا ہے: " برے اعمال ان کے دلوں پر زنگ لگا دیں گے"۔

پس انسان کا دل اس سفید کپڑے کے مانند ہے جو بے داغ، اور جب اس پر دھبہ لگ جائے اور اس کا فوراً علاج نہ ہو تو وہ آہستہ آہستہ کپڑے کی تمام سفیدی کو خراب کر دے گا، اسی طرح دل پر بھی کسی گناہ کی وجہ سے سیاہی لگ جائے تو فوراً توبہ کے ذریعہ اس کا علاج ہونا چاہئے اور اگر

۱۔ اصول کافی ج ۲ ص ۲۰۹ حدیث ۲۰۔

انسان علاج نہ کرے اور گناہ پر گناہ انجام دیتا رہے تو ایک دن وہ نابود ہو جائے گا۔

توبہ میں تاخیر کرنا تین بڑے خطرات کا سبب بنتا ہے:

بزرگان اسلام شیعہ اور اہل سنت دونوں کے کچھ بڑے علماء توبہ کو واجب فوری سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ توبہ کرنے میں دیر کرنے کی صورت میں انسان تین بڑے خطرات میں مبتلاء ہو جاتا ہے:

پہلا خطرہ:

انسان کو اپنی پیدائش کی تاریخ کا علم تو ہے مگر اس کو اپنی موت کی تاریخ کا علم نہیں، اگر وہ توبہ کرنے میں دیر کرے تو ہو سکتا ہے موت اس کے گلے لگ جائے اور اس کو توبہ اور طلب مغفرت کا وقت میسر نہ ہو اور وہ اپنے برے اعمال سے توبہ نہ کر سکے اس صورت میں سب سے بڑا خطرہ اس کو لاحق ہوا ہے۔ فیقول یا رب لولا اخرتنی الیٰ اجل قریب کی تفسیر میں یہ روایت لکھی گئی ہے؛ ان المحتضر یقول عند کشف العطاء یا ملک الموت اخرنی یوماً اعتذر فیه الیٰ ربی و اتوب الیه و اتزود صالحاً فنیت الایام فیقول ساعة فیقول فنیت الساعات فینغلق عنه باب التوبه ویغرغر بروحه الیٰ النار و یتجرع غصة الیأس وحسرة الندامة علیٰ تضییع العمر (۱)

انسان جب حالت احتضار (جان کنی کے عالم میں) میں ہوتا ہے اور دنیا سے جب جا رہا ہوتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹ جاتے ہیں اور ملک الموت (روح قبض کرنے والا فرشتہ) سے روبرو ہوتا ہے اور اس سے کہتا ہے: اے ملک الموت! ایک دن کی فرصت دو تا کہ

....

۱۔ خزینۃ الجواہر، شیخ علی اکبر نہاوندی ص ۴۸۶۔

میں اپنے خدا سے معافی مانگ سکوں اور اپنے برے اعمال پر پشیمان ہوسکوں اور عمل صالح کے ذریعہ خدا کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں، ملک الموت جواب دیتے ہیں، تمہارے دن ختم ہوچکے ہیں، کہتے ہیں کہ ایک گھنٹہ کی فرصت دو، ملک الموت کہتا ہے: وقت اور گھنٹوں کو بھی تم فنا اور ضائع کرچکے ہو، اس وقت اسکے لئے توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے اور اس بات کی حسرت ہوتی ہے کہ اس نے اپنی زندگی کو ضائع کردیا۔

دوسرا خطرہ:

اگر گناہ کے انجام دینے کے بعد توبہ نہ کرے اور دیر کردے تو اس کے گناہوں پر گناہ ہوتے جائیں گے، یہاں تک کہ شقاوت اور قساوت کے درجہ تک پہنچ جائے گا، جب دل پر زنگوں کا ڈھیر لگ جائے تو اس کا علاج کرنا ممکن نہیں ہوگا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ: "مامن شیءٍ افسد للقلب من خطیئة ان القلب لیواقع الخطیئة فلا تزال به حتیٰ تغلب علیه فیصیر اعلاہ اسفله (۱)

گناہ سے زیادہ کوئی چیز دل کو فاسد نہیں کرتی ہے، کیونکہ دل ہمیشہ گناہ کے ساتھ جنگ کرتا ہے اور دونوں کی یہ جنگ جب تک گناہ دل پر کامیاب نہیں ہوتا جاری رہتی ہے، اس کے بعد ارزشوں کو ضد ارزش میں تبدیل کردیتا ہے اور معنوی لحاظ سے جس اونچے مقام پر ہونا چاہئے تھا اس سے گرا دیتا ہے۔

....

۱۔ خزینۃ الجواہر ص۴۸۶۔

تیسرا خطرہ:

اگر انسان توبہ کرنے میں دیر کردے تو ممکن ہے اس کے اعمال صالح کو بھی خدا قبول نہ فرمائے، کیونکہ قرآن کریم میں ہے کہ: ''خداوند متقی افراد کے اعمال کو قبول فرماتا ہے'' (**انما یتقبل اللہ من المتقین**) گناہگار جو ہمیشہ شراب پیتا رہتا ہے جب تک توبہ نہ کرے خدا اس کے اعمال کو قبول نہیں فرماتا۔

۶۔دعا (راز ونیاز)

ماہ مبارک رمضان میں روزہ دار کے وظائف میں سے ایک، کثرت کے ساتھ دعا کرنا ہے، کیونکہ انسان اس مبارک مہینہ میں روزہ رکھنے اورنفس پر قابو پانے کی وجہ سے خدا کے نزدیک ہوجاتا ہے اور خداوند اس کی دعا کو قبول کرتا ہے، ماہ مبارک رمضان میں دعا مانگنے کی اہمیت اور فضیلت اتنی زیادہ ہیں کہ اس مہینہ کے ہر دن اور ہر رات کے لئے مخصوص دعائیں منقول ہیں، جیسے سحری کی دعائیں، دعائے ابوحمزہ ثمالی، وہ دعائیں جو واجب نمازوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں اور وہ دعائیں جو مستحب نمازوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں، افطار کی دعا، ہر روز کی تاریخوار دعائیں اور دیگر بہت ساری دعائیں، دعاؤں کی کتابوں میں موجود ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''**علیکم فی شھر رمضان بکثرۃ الاستغفار و الدعاء فاما الدعا فیدفع عنکم بہ البلاء واما الاستغفار فتمحیٰ بہ ذنوبکم**(۱)

تمہارے اوپر لازم ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں کثرت سے استغفار اور دعا کرو، کیونکہ دعا تم پر سے بلاؤں کو دور کردیتی ہیں اور استغفار تمہارے گناہوں کو محو (مٹا دینا) کردیتا ہے۔

دعا قرآن مجید کی روشنی میں:

خداوند تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے جن اعمال سے محبت کرتا ہے اور اس کے انجام دینے پر تاکید بھی، ان میں سے ایک دعا ہے، خداوند عالم اپنے اس بندے سے جو اس کو پکارے اور فریاد کرے اس سے خود تکلم فرماتا ہے، آیہ شریفہ میں خداوند فرماتا ہے: ''**ادعونی استجب لکم** ''(۲) مجھے پکارو

---

۱. بحار الانوار ج ۹۳ ص ۳۷۹۔ ۲. سورہ مومن آیہ ۶۰۔

میں تمہیں جواب دونگا، اس آیہ شریفہ اور دیگر آیات جو دعا کے بارے میں ہیں ان میں خداوند نے بندوں کے پکارنے اور دعا کرنے کو کہا ہے اور اس وعدہ کے ساتھ کہ خدا خود ہی جواب دے گا **و اذا سئلک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبو لی ولیؤمنو بی لعلّھم یرشدون** (۱) اور جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو (کہہ دیں کہ) میں (ان سے) قریب ہوں دعا کرنے والا جب مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں، پس انہیں بھی چاہئے کہ وہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لے آئیں تا کہ وہ راہ راست پر رہیں۔''

اس آیہ شریفہ کے ضمن میں حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج شیخ محسن علی نجفی حفظہ اللہ نے تفسیر فرمائی ہے کہ: ''اس آیہ مجیدہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کا نہایت مشفقانہ انداز میں اظہار ہورہا ہے، **عبادی** 'میرے بندے'' اس دل نواز تعبیر میں کس قدر انس ومحبت پوشیدہ ومضمر ہیں اور مؤمن کے دل میں اس وقت سکون آجاتا ہے جب اسے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس رب کو وہ پکارتا ہے اور مشکلات میں جس ذات کی طرف وہ رجوع کرتا ہے وہ نہایت قریب ہے ''**فانی قریب**'' اس کی شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب، بلکہ خود انسان سے بھی زیادہ قریب ہے، **ونحن اقرب الیہ منکم ولٰکن لا تبصرون** (۲) اور (اس وقت) تمہاری نسبت ہم اس شخص کے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے'' وہ ذات باری تعالیٰ ہمہ وقت حاضر وناظر ہے، **ان ربّی قریب مجیب** (۳) میرا رب بہت قریب ہے (دعاؤں کو) قبول کرنے والا ہے، اس تک اپنا مدعا بیان کرنے کے لئے وقت صرف نہیں ہوتا، اور اس کی بارگاہ میں اپنی درخواست پہنچانے کے لئے مادی

۱۔سورہ بقرہ آیہ ۱۸۶۔ ۲۔سورہ واقعہ آیہ ۸۵۔ ۳۔سورہ ہود آیہ ۶۱۔

وسائل اور ذرائع کی ضرورت پیش نہیں آتی، امیر وفقیر یکسان طور پر اپنے رب کریم کی بارگاہ میں اپنی آواز با آسانی پہنچا سکتے ہیں۔

کس قدر شیرین ہے رب کریم کا ارشاد کہ:''میں پکارنے والوں کی پکار پر لبیک کہتا ہوں اوران کی دعا قبول کرتا ہوں''۔علامہ محمد حسین طباطبائیؒ فرماتے ہیں:''یہ واحد آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے سات مرتبہ واحد متکلم کی ضمیر استعمال کی ہے، ملاحظہ ہو:

جب آپ سے:(واذاسئلک

۱۔میرے بندے(عبادی)

۲۔میرے متعلق سوال کریں(عنی)

۳۔میں ان سے قریب ہوں(فانّی قریب

۴۔دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے(اذادعانِ)

۵۔میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں (اجیب)

۶۔پس انہیں میری دعوت پر لبیک کہنا چاہئے(فلیستجیبو الی)

۷۔اور مجھ پر ایمان رکھیں(ولیو منوا بی)

کس مہر ومحبت کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو اپنے بندوں کے سامنے پیش فرما رہا ہے، یاد رہے اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی کا اظہار جمع کی ضمیر کے ساتھ:''انّا منزلون علیٰ اھل ھٰذہ القریة رجزاً من السماء بما کانوا یفسقون (۱) بے شک ہم اس بستی میں رہنے والوں پر ان کی بدعملی کی وجہ سے آسمان سے آفت نازل کرنے والے ہیں۔اور جبکہ اپنی مہربانی اور رحمت وشفقت کا اظہار

۱۔سورہ عنکبوت آیہ ۳۴۔

واحد متکلم کی ضمیر کے ساتھ فرماتا ہے

''فانی قریب اجیب دعوۃ الداع،،(۱)

اس آیہ شریفہ کے پوشیدہ نکات:

۱۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب ہے کہ:''جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں'' یاد رہے کہ رسالت مآب ہی وہ وسیلہ ہیں جن کے ذریعہ رب کو پہچانا جاتا ہے، اور انہی کے ذریعہ فیوضات الٰہی بندوں پر نازل ہوتے ہیں اور وہی عالمین کیلئے رحمت ہیں۔

۲۔حضور سے رب کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ: اے رسول! کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ اور براہ راست خود اپنے بندوں سے ارشاد فرما رہا ہے: فانی قریب میں ان سے نزدیک ہوں، اسی طرح خود طرز کلام سے بھی اللہ کی طرف اور اس کے لطف و کرم کا اندازہ ہوتا ہے۔

۳۔دعا کی قبولیت کا وعدہ، اس کی شرط یہ ہے کہ دعا ہو''اذا دعـــان'' یعنی جب میرا بندہ مجھے (حقیقی معنوں میں) پکارے، اپنے دل و جان بلکہ اپنے پورے وجود کے ساتھ مجھے پکارے تو میں اس کی دعا قبول کروں گا لیکن اگر صرف زبان ہلائے تو یہ دعا شمار نہیں ہوگی۔

۴۔اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ پوری کائنات پر محیط ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے اس کائنات کی ہر شئی میں تصرف کرتا ہے، یہودیوں کا یہ نظریہ باطل ہے کہ خدا مخلوقات کو خلق کرنے اور قضا و قدر بنانے کے بعد بے بس ہو چکا ہے اور کوئی جدید تصرف نہیں کر سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت کائنات میں اپنا تصرف اور عمل جاری رکھتا ہے۔ کل یوم ھو فی شأنٍ(۲)

۱۔المیزان ج۲ص۳۰''علامہ طباطبائیؒ۔ ۲۔سورہ الرحمٰن آیہ۲۹۔

یہاں نسخ اور بداء ہے یعنی دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے، کیونکہ خدا کے پاس لوح محو واثبات ہے۔

۵۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے کہ میں قریب ہوں تمہاری دعا قبول کرتا ہوں اور مجھے پکارو اور میری اس دعوت پر لبیک کہو"فلیستجیبوالی"۔اس ایمان کے ساتھ مجھے پکارو کہ میں تمہاری درخواست کو قبول کرنے اور تمہاری حاجت روائی پر قادر ہوں،"ولیؤمنوا بی" اس ایمان وسکون اور اعتماد کامل کے ساتھ مجھے پکاروگے تو تمہاری دعا سنی جائے گی،"لعلھم یرشدون" پھر تم رشد حاصل کروگے،اسی میں تمہاری ارتقاء،اوا تکامل پوشیدہ ہے،نتیجتاً صحیح ہدایت بھی اسی میں پنہاں ہے۔

دعا احادیث کی روشنی میں:

دعا ان اعمال میں سے ہے جو بندہ کو خدا کے نزدیک ارزش و اہمیت کا حامل بناتی ہے،انسان جو اپنے نیک اعمال پر اعتماد کرتا ہے اور ان کی وجہ سے وہ خود کو خدا کا نزدیک ترین بندہ سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو جزا کا مستحق سمجھتا ہے،جبکہ اگر وہ صحیح طریقہ سے اپنے اعمال اور رفتار کا مواخذہ کرے تو وہ دیکھے گا کہ اس کے تمام نیک اعمال صرف ایک برے عمل کی سزا کے برابر بھی نہیں ہے،انسان اپنے اعمال پر مغرور نہ ہو،اور اپنے رابطے کو خدا کے ساتھ روز بہ روز مظبوط کرے اور دعا ہے کہ جس کی وجہ سے خدا بندے کی طرف اعتناء کرتا ہے،**کل ما یعبئوابکم ربی لولا دعائوکم** (۱) کہو!اگر تمہاری دعائیں نہ ہوتی تو خدا بندوں اور ان کے اعمال کی طرف اعتناء نہ کرتا،لیکن یہ تمہاری دعائیں،تضرع اور توسل ہے کہ خدا کو اپنی طرف متوجہ کر رکھا ہے،اسی وجہ سے حدیث میں ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"**الدعاء سلاح المؤمن**" (۲) دعا مؤمن کا اسلحہ ہے،دعا انسان کے نفس کو منفی امور کی طرف متوجہ ہونے سے روکتی ہے اور زندگی کی

۱۔سورہ فرقان آیہ ۷۷۔ ۲۔بحار الانوار ج ۹۳ ص ۲۸۹۔

سختیوں میں اس کو امید کی طرف متوجہ رکھتی ہے، بلکہ دعا وہ اسلحہ ہے جسکی مدد سے انسان بڑے ہدف تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار سے، انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ: "قال النبیؐ: الدعاء سلاح المؤمن و عماد الدین و نور السمٰوٰت والارض (۱) دعا مؤمن کا اسلحہ، دین کا ستون اور زمین اور آسمان کا نور ہے۔"

دعا عذاب الٰہی کے سامنے مؤمن کا اسلحہ ہے، وہ عذاب جو خداوند عالم انسانوں کے گناہ اور برے اعمال کی وجہ سے نازل کرتا ہے۔ الدعا یرد القضا وقد ابرم ابراماً (۲) دعا قضا الٰہی کو واپس پلٹا دیتی ہے (یعنی دعا کی وجہ سے انسان کی تقدیر بدل جاتی ہے) وہ قضا الٰہی جو سخت اور پابرجا ہے۔

روایت میں ہے کہ جب قوم یونس علیہ السلام پر عذاب نازل ہوا اور عذاب اتنا نزدیک ہوا کہ انسان کے ایک قدم کے برابر کے فاصلہ پر تھا اور انہوں نے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، مگر انہوں نے خدا سے دعا مانگی، گریہ وزاری کی اور خدا کو پکارا تو عذاب الٰہی سے بچ گئے۔

دعا قضاء کو واپس کردیتی ہے:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "انّ الدعاء یردّ القضاء وانّ المؤمن لیذنب فیحرم بذنبه الرزق (۳) دعا قضا کو واپس کردیتی ہے اور مؤمن جب بھی گناہ کرتا ہے تو اپنے گناہ کی وجہ سے روزی (رزق) کو اپنے اوپر حرام کردیتا ہے۔"

کہا جاتا ہے کہ صدقہ بلاؤں کو دفع کرتا ہے، یعنی صدقہ باعث بنتا ہے کہ انسان پر بلاء نازل نہ ہو، جبکہ

۱۔ بحار الانوار ج ۹۰ باب فضل الدعا۔ ۲۔ اصول کافی ج ۴ ص ۲۱۶۔

۳۔ بحار الانوار ج ۹۳ ص ۲۸۸۔

دعا بلاء حتیٰ نازل ہونے کے بعد، قضا الٰہی کے بعد بھی مانع ہوتی ہے کہ انسان اس بلاء میں مبتلاء نہ ہو۔پس کبھی قضا سے مراد یہ ہے کہ بلاء تم پر نازل ہو لیکن خدا کی طرف متوجہ ہو جائے اور دعا کرے، تو خدا ہماری دعا قبول فرماتا ہے اور اس بلاء سے ہمیں چھٹکارا مل جاتا ہے، لہٰذا دعا قضا کو واپس پلٹا دیتی ہے۔

حدیث کا دوسرا جملہ کہ ''مؤمن اپنے گناہوں کی وجہ سے روزی کو اپنے اوپر حرام کر دیتا ہے''، یعنی مؤمن اپنے گناہ کی وجہ سے خدا کی طرف سے جو مجازات ہوتا ہے اور اس کو سزا یہ ملتی ہے کہ اس کی روزی کو اس پر حرام کیا جائے اور اپنے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔اس کا علاج بھی دعا ہے۔دعا کے ذریعہ قضا کو واپس پلٹا کر رزق کو حاصل کیا جا سکتا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا:''انّ **الدعاء یدفع من البلاء ما قدّر وما لم یقدّر قیل و کیف یدفع مالا یقدّر؟قال: حتیٰ لایکون** (۱) دعا اس پر سے مقدر اور غیر مقدر دونوں بلاؤں کو دور کر دیتی ہے سوال کیا گیا کہ غیر مقدر بلاء کو کیسے؟ جواب ملا: ان کو تقدیر میں لکھنے نہیں دیا جاتا۔''

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:''**ثلاثة لا یضر معهنَّ شیء: الدعا عند الکربات والاستغفار عند الذنب والشکر عند النعمة** (۲)

''تین چیزیں ہیں جن میں کوئی ضرر نہیں: جب انسان مصیبتوں میں مبتلاء ہو تو اس وقت دعا کرے، جب انسان گناہ کا مرتکب ہو تو استغفار کرے اور توبہ کرے، اور جب نعمت ہای الٰہی سے استفادہ کرے تو خدا کا شکر بجالائے۔'' پس وہ شخص جو گرفتاری اور مصیبت کے وقت دعا نہ کرے اور

۱۔بحار النوار ج۹۳ ص۲۹۲۔

۲۔بحار الانوار ج۹۳ ص۲۸۹۔

جب گناہ میں مبتلاء ہو مگر استغفار نہ کرے، اور خدا کی نعمتوں پر اس کا شکر بجا نہ لائے تو اس کیلئے خیر نہیں بلکہ ساری چیزیں اس کے ضرر میں ہیں۔ کسی چیز سے وہ شخص فائدہ حاصل نہیں کر سکتا، کیونکہ اس پر جب کوئی مصیبت آئے اور خدا کو پکارے تو خدا اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے، اور جب گناہ میں مرتکب ہو اور توبہ کرے تو خدا اس کو معاف کر دیتا ہے، اور خدا کی نعمتوں پر شکر بجالائے تو نعمتوں کے منفی نتائج سے خدا اس کو بچاتا ہے، پس دعا انسان کے لئے ایک ایسا اسلحہ ہے جس کے ذریعہ انسان اپنے آپ کو ہر طرح کی مشکلات سے نکال سکتا ہے، اسی کی طرف روایات میں بھی اشارہ ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''الا ادلّکم علیٰ سلاحٍ ینجّیکم من عدوّکم و یدرّ رزقکم؟قالوا :نعم،قال:تدعون بالیل و النھار فانّ السلاح المومن الدعاء(۱) آیا میں تمہیں ایسے اسلحہ (سلاح) کی طرف متوجہ (توجہ) نہ کراؤں جو تم کو دشمن سے نجات دلا دے اور رزق کو تمہاری طرف نازل کرائے؟ سب نے کہا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: دن رات خدا سے دعا کرو کیونکہ مومن کا اسلحہ دعا ہے۔

امنیت اور آسائش یہ وہ دو چیزیں ہیں جن کا ہمیشہ انسان محتاج رہا ہے اور ان کے حصول کیلئے ہمیشہ کوشش میں رہا ہے، امنیت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دشمن سے چھٹکارا حاصل کیا جائے اور ان کا شر دور ہو جائے، اور انسان کو آسائش اس وقت ملتی ہے جب اس کے پاس فراوان رزق ہو اور خدا اسے کثرت سے رزق عنایت فرمائے۔ روایت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ دشمن سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہو تو دعا کرو، خدا سے رزق حاصل کرنا چاہتے ہو تو دعا کرو، کیونکہ دعا انسان کیلئے امنیت اور آسائش مہیا کرتی ہے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۹۳ ص ۲۹۱۔

ایک روایت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''قال النبیؐ: ما من عبدٍ سلک وادیاً فیبسط کفیہ فیذکر اللہ ویدعو الّا ملأ اللہ ذالک الوادی حسنات، فلیعظم ذالک الوادی او یصغر. (۱)

اگر کوئی شخص صحراء (بیابان) میں چل رہا ہو اور اپنے ہاتھوں کو دعا اور ذکر کرنے کیلئے اٹھائے اور خدا کو پکارے تو خداوند اس صحرا کو حسنات سے بھر دیتا ہے چاہے وہ بیابان چھوٹا ہو یا بڑا''۔ کیونکہ مؤمن کی خصوصیت میں سے ہے کہ وہ جس جگہ اور جس مکان پر بھی وارد ہو خداوند اس جگہ کو نیکیوں سے بھر دیتا ہے اور مومن کے اعمال میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کثرت سے اپنے رب کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے، اور خداوند عالم دعا اور دعا کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''مامن شیءٍ احبُّ الیٰ اللہ مِن ان یُسئَل (۲)'' خدا کے نزدیک مومن کی درخواست سے زیادہ کوئی اور چیز پسند نہیں ہے''۔ کیونکہ خدا مہربان اور بخشنے والا ہے، خدا کے نزدیک بہترین لحظات میں سے ایک لحظہ یہ ہے کہ اس کا بندہ اس سے کسی چیز کی درخواست کرے اور وہ اس کو عطا کرے۔ معصوم علیہ السلام سے روایت ہے: ''انّ اللہ یحبُّ العبدَ انْ یطلُبَ الیہ من الجرم العظیم ویبْغِضُ العبد انْ یستخفَّ بالجرم الیسیر (۳) ''خدا ایسے بندے کو جو بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور اس کی بارگاہ میں آ کر طلب بخشش اور توبہ کرے اس کو پسند کرتا ہے اور خدا اس شخص سے نفرت کرتا ہے جو اپنے گناہ کو چھوٹا سمجھ کر اس سے غافل رہتا ہے۔ انسان کو ہر حال میں اور ہر چیز کیلئے دعا کرنی چاہئے، چاہے وہ چھوٹی چیز

۱۔ بحار الانوار ج ۹۳ ص ۲۹۲۔

۲۔ بحار الانوار ج ۹۳ ص ۲۹۲۔ ۳۔ بحار الانوار ج ۹۳ ص ۲۹۲۔

ہو یا بڑی، یہ نہ سوچے کہ اتنی چھوٹی سی چیز کو خدا سے کیسے مانگے، کیونکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''عَلَیْکُمْ بِالدُّعاء فَأَنَّکُمْ لا تَتَقَرَّبُوْنَ بِمِثْلِهِ وَلا تَتْرُکُوا صَغِیْرَة لِصِغْرِها أَنْ تَسْأَ لُوْها فانَّ صاحِبَ الصَّغائِرِ هُو صاحبُ الکبائِر (۱)

کثرت سے دعا کرو کیونکہ دعا سے بڑھ کر کوئی اور چیز تقرب الٰہی کیلئے نہیں ہے، اپنی چھوٹی حاجت کو اس کے چھوٹی ہونے کی وجہ سے ترک مت کرو اور اس کی بھی خدا سے درخواست کرو کیونکہ جو شخص چھوٹی حاجت رکھتا ہے، بڑی حاجتیں بھی اس کے پاس ہیں.... .پس مت کہو کہ خدا سے کس طرح اس چھوٹی چیز کو طلب کروں، کیونکہ خدا کے نزدیک ساری چیزیں یکساں ہیں، ہاں البتہ صرف اس بات کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ انسان کوئی ایسی دعا نہ کرے جس سے کسی گناہ کے مرتکب ہونے کا خطرہ ہو۔

۱۔ بحار الانوار ج ۹۰ ص ۲۹۳۔

آداب دعا:

۱۔دعا کی ابتداء بِسْمِ اللّٰه سے ہو، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لا یُرَدُّ دُعاءٌ أَوَّلُهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ"۔ یعنی وہ دعا رد نہیں ہوگی جس کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہو۔

۲۔انسان کو دعا کرنے سے پہلے خدا کی حمد وثناء کرنی چاہئے اور اس کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے آل پر درود وسلام بھیجنا چاہئے کہ اس سے یقیناً دعا مستجاب ہوتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "ایاکم أن یسأل أحد منکم ربّه شیئاً من حوائج الدنیا و الآخرة حتیٰ یبداء بالثناء علیٰ الله تعالیٰ و المدحة له والصلاة علیٰ النبی و آله ثم الاعتراف بالذنب ثم المسألة(۱)"

تمہارے اوپر لازم ہے کہ خداوند تبارک وتعالیٰ سے کوئی دنیا وآخرت کی حاجت طلب کرنے سے پہلے خدا کی حمد وثناء کرو اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل پر درود وسلام بھیجو اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرو اور اسکے بعد اپنی حاجت طلب کرو۔ یہ طریقہ ہے جو ہمارے ائمہ علیہم السلام نے ہمیں تعلیم دیا ہے۔ کبھی انسان خدا کی حمد وثناء میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ اپنی اصلی حاجت کو بھول جاتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "انّ العبد لتکون له حاجة الیٰ الله فلیبداء بالثناء علیٰ الله والصلاة علیٰ محمد و آله حتیٰ ینسیٰ حاجته فیقضها الله له (۲)" کبھی بندہ کو حاجت ہوتی ہے خدا سے دعا کرنے کیلئے حمد اور ثناء کرتا ہے اور محمد وآل محمد علیہم السلام پر درود بھیجتا ہے اور اس میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ اپنی حاجت بھول جاتا ہے، لہٰذا خداوند اس کی

۱۔بحار الانوار ج ۹۰ ص ۳۱۲۔ ۲۔بحار الانوار ج ۹۰ ص ۳۴۲۔

حاجت کو پوری فرماتا ہے۔

۳۔دعا کو چھپا کر کرنی چاہئے۔نماز جماعت وغیرہ میں اور دوسرے اجتماعات میں ہونے والی دعائیں بھی خدا کے نزدیک نیک اور مورد استجابت ہیں۔لیکن اگر انسان دعا رات کی تاریکی میں مانگے یعنی جب وہ خود ہو اور اس کا پروردگار،تو اس وقت اخلاص میں اور اس کے اور اس کے پروردگار کے درمیان رابطہ میں قوت آجاتی ہے،لہٰذا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:''**دعوۃ السرّ تعدل سبعین دعوۃ من العلانیه** (۱)''چھپ کر کی جانے والی دعا علی الاعلان کی جانے والی ستّر (۷۰)دعاؤں کے برابر ہے''۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:''**ما یعلم عظم ثواب الدعاء و تسبیح العبد فیها بینه و بین نفسه الا الله تبارک و تعالیٰ** (۲)''امام فرماتے ہیں:دعا اور تسبیح الٰہی کا کس قدر ثواب زیادہ ہے!!اور وہ بھی،وہ دعا اور تسبیح جو خدا اور اس کے بندہ کے درمیان واقع ہو،اس کے ثواب کا خدا کے علاوہ کسی کو علم نہیں۔''

لہٰذا دعا رات کی تاریکی میں کرنی چاہئے،رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:''**اذا کان آخر اللیل یقول الله عزّ وجلّ هل من داعٍ فاجیبه،وهل من سائل فأعطیه سؤله وهل من مستغفر فاغفر له وهل من تائب فانوب علیه.** (۳)جب رات کا آخری حصہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:کوئی ہے جو دعا کرے،تو میں اس کی دعا کو قبول

۱۔بحار الانوار ج ۹۰ص ۳۱۲۔

۲۔فلاح السائل ص ۹۲،بحار الانوار ج ۹۳ص ۳۱۸،مستدرک الوسائل ج ۱ص ۱۱۸۔

۳۔مقالۂ شیخ محسن علی نجفی،بعنوان''فلسفہ دعا''۔

کروں؟ ہے کوئی ایسا سائل جس کا سوال میں پورا کروں؟ ہے کوئی استغفار کرنے والا تا کہ میں اسے معاف کروں؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا تا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں؟ ۴۔ تکبر اور غرور کے احاطہ سے نکل کر خضوع و خشوع کی حالت میں دعا کرنی چاہیئے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی اور فرمایا کہ جب بھی میرے سامنے کھڑے ہو تو ایسے بندے کی طرح جو محتاج ہو اور خوار ہو۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''**لا یقبل اللہ دعاء قلب ساء** (۱) اللہ تعالیٰ غافل دل کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ ایک اور حدیث میں ارشاد معصوم ہے: **اغتنموا الدعاء عند الرقة فانھا رحمة** (۲) جب رقت طاری ہو جائے اس وقت دعا کرو کیونکہ رقت ایک رحمت ہے۔''

۵۔ انسان فقط اپنی حاجات کے طلب پر اکتفاء نہ کرے بلکہ پہلے دوسروں کو یاد کرے۔ روایات میں ہے کہ جو شخص پہلے چالیس مومنین کا ذکر کرے اور ان کیلئے دعا کرے اس کے بعد اپنے لئے تو خداوند عالم اس کی دعا کو حتماً قبول فرماتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: ''**من قدم فی دعائه اربعین مومناً ثم دعیٰ لنسفه استجب له** (۳)'' اگر کوئی شخص پہلے چالیس مومنین کیلئے دعا کرے اور بعد میں اپنے لئے تو اس کی دعا قبول ہوگی۔ ایک اور روایت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''**اذا دعیٰ احد فلیعمّ، فانّه اوجد للدعاء، ومن قدم اربعین رجلاً من اخوانه قبل ان یدعوا لنفسه، استجیب له فیھم و فی نفسه** (۴) جب بھی کوئی انسان دعا کرے تو اس کو وسیع

۱۔ اصول کافی ج ۲ ص ۱۴۹۰۔ ۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۳۳۹۔

۳۔ اصول کافی ج ۲ ص ۵۲۵۔ ۴۔ بحار الانوار ج ۹۰ ص ۳۱۳۔

کرے اور عام دعا کرے کیونکہ یہ عمومیت اور وسعت دعا کیلئے لازم ہے اور جو شخص چالیس مومنین کو اپنے اوپر مقدم کرے اور ان کے حق میں دعا کرے اور اس کے بعد اپنے لئے تو خداوند اس کی دعا مومنین اور خود اس کیلئے قبول کرتا ہے۔

۶۔اصرار کے ساتھ دعا کرے،أنّ اللّهَ يُحِبُّ المُلِحِّينَ فِىُ الُدعَاء(۱)''یعنی اللہ تعالیٰ دعاء میں اصرار کرنے والے کو پسند کرتا ہے، پس انسان کو اپنی دعا میں مصر ہونا چاہئے اور اصرار و پافشاری کے ساتھ دعا مانگنی چاہیئے ۔تا کہ خداوند تعالیٰ اس دعا کو قبول فرمائے۔حدیث میں آیا ہے''من اکثر طرق الباب اوشک أن يسمع الجواب من لجّ و لجّ (۲)''جو شخص کسی دروازے کو زیادہ کھٹکھٹائے گا تو اسے جلد ہی اس کا جواب مل جائے گا اور جو اس کام میں اصرار کرے گا تو جلد ہی اس گھر میں داخل ہو جائے گا، پس خدا کے دروازے کو دق الباب کرنے کیلئے انسان کو اصرار کرنا چاہئے تا کہ وہ کھل جائے اور انسان اس کے اندر داخل ہو اور اپنی حاجات کو حاصل کر سکے۔

۷۔انسان دعا کرنے میں حالات کا گرفتار نہ ہو یعنی انسان خدا کو فقط اس وقت یاد نہ کرے جب وہ مصائب اور مشکلات میں مبتلاء ہو بلکہ امن وسکون میں بھی خدا کو یاد کرے اور بارگاہ الٰہی کی طرف رجوع کرتا رہے، پس جس طرح انسان مشکلات میں دعا کرے تو خدا مستجاب کرتا ہے اسی طرح اگر مشکل میں مبتلاء نہ ہو، اور دعا کرے تب بھی خدا اس کی دعا کو مستجاب کرتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:''من سرّہ أن يستجيب الله له في الشدائد والكرب فليكثر الدعاء عند الرخاء(۳)''جو شخص خوشحال ہوتا ہے کہ خدا اس کی

۱۔بحار الانوار ج۹۳ص۳۱۳۔ ۲۔دعاء معراج مومنین و راہ زندگی،سید محمد تقی مدرّسی ص۴۴۔

۳۔بحار الانوار ج۹۰ص۳۱۲۔

دعاؤں کو مشکلات اور کرب کی حالت میں قبول فرماتا ہے۔اس پر لازم ہے کہ جب مشکلات نہ ہوں تو اس وقت خدا سے بہت زیادہ دعا کرے۔''

پس انسان کو چاہئے آسائش اور آرام کے ساتھ اپنے خدا سے رابطہ کو اور بھی زیادہ مضبوط کرے تاکہ خدا مشکلات کے وقت اس کو یاد کرے اور اس کی دعا قبول فرمائے۔

۸۔انسان کی دعا اور اس کے عمل کے درمیان رابطہ ہونا چاہئے۔پس اگر انسان عمل سے خالی ہو اور سستی کے ساتھ دعا کرے تو خدا اس کی دعا کو قبول نہیں فرماتا۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:''یا ابا ذر! الداعی بلا عمل کالرامی بلا وتر (۱) ''عمل سے خالی دعا کرنا اس تیر انداز کے تیر کی طرح ہے جس کی کمان نہ ہو۔''

۹۔جو شخص مشکلات اور گرفتاریوں میں مبتلاء ہو اس پر لازم ہے کہ دعا کرنے سے پہلے روزہ رکھے۔کیونکہ روزہ دعا کی استجابت میں اثر انداز ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ انسان دن بھر روزہ رکھنے کی وجہ سے اپنے نفس پر قابو پاتا ہے اور اس سے اس کے اندر یہ قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان رابطہ کو محکم کر سکے،اور اس کے بعد دعا کرے تو خدا قبول فرمائے گا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:''اذا نزل الرجل الشدة والنازلة فلیصم،فانّ اللہ یقول:استعینوا بالصبر والصلاة والصبر هو الصوم،قال دعوة الصائم تستجاب عند الأفطار (۲) ''جب بھی کسی مصیبت یا بلاء میں مبتلاء ہو تو روزہ رکھو، کیونکہ خدا فرماتا ہے:صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگو اور صبر سے مراد روزہ ہے،اور روزہ دار کی دعا افطار کے وقت قبول ہو جاتی ہے۔''

۱۔بحار الانوار ج ۹۰ ص ۳۱۲۔ ۲۔بحار الانوار ج ۹۰ ص ۳۱۳۔
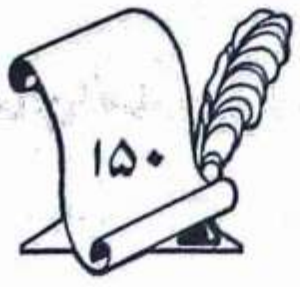
۱۰۔دعا کرنے سے پہلے دو رکعت نماز بجالائے اور اس کے بعد دعا کرے، جیسا کہ درج بالا روایت میں نماز کے ذریعے مدد مانگنے کے حکم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور کثرت کے ساتھ روایت میں ہے کہ دعا کرنے سے پہلے دو رکعت نماز بجالائے۔

۱۱۔توسل: انسان کو چاہئے کہ دعا کرتے وقت ان مقدس ہستیوں کو واسطہ قرار دے جن کا خدا کے نزدیک مقام و منزلت ہے اور خدا ان سے محبت اور الفت کا حکم دیتا ہے اور وہ ہستیاں جنسے محبت اور مودت رکھنا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اجر ہے۔یعنی انسان اپنی دعاؤں میں محمد و آل محمد علیہم السلام کو واسطہ قرار دے۔

ائمہؑ علیہم السلام نے جتنی بھی دعائیں تعلیم فرمائی ہیں سب میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے بلکہ وضاحتاً ذکر ہے: داؤد برقی روایت کرتے ہیں: ”انّی کنت اسمع ابا عبد الله اکثر ما یلحّ فی الدعاء بحق الخمسة ای رسول الله و امیر المومنین و فاطمة والحسن و الحسین علیهم السلام (۱)“ میں نے اکثر اوقات حضرت ابا عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کو دعا کرتے ہوئے سنا کہ آپ پنجتن پاک سے بہت زیادہ متوسل ہوتے تھے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین علیہ السلام، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت امام حسن مجتبی علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے متوسل ہوتے تھے۔“

۱۲۔اسماء حسنیٰ کے ساتھ دعا کی جائے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ: ”من قال یا الله عشر مرات قیل له ما حاجتک (۲)“ اگر کوئی دس مرتبہ یا اللہ کہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تیری کیا حاجت ہے؟۔“

۱۔وسائل الشیعہ ج۴ص ۱۱۳۹۔ ۲۔اصول کافی ج۲ص ۵۲۸۔

قبولیت دعا کی شرائط

ا۔معرفت الٰہی:

سب سے مہم شرط دعا کرنے والے کیلئے یہ ہے کہ وہ خدا کی شناخت اور معرفت رکھتا ہو،اس کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ کس سے مخاطب ہے اور کس سے طلب حاجت کر رہا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''تمہاری دعائیں اس لئے قبول نہیں ہوتیں: لأنکم تدعون من لا تعرفونه تم ایسی ذات کو پکارتے ہو جسے تم جانتے ہی نہیں ہو،اگر کوئی شخص ذات باری تعالیٰ کی معرفت رکھے اور اس کو معلوم ہو کہ وہ کن خصوصیات کا حامل ہے اور کتنی عظمت اور قدرت رکھتا ہے تو وہ اس خدا کے مقابلہ میں اپنے آپ کو عاجز اور ناتوان سمجھے گا اور دل کی گہرائیوں سے دعا کرے گا۔

۲۔دعا کی قبولیت پر ایمان رکھے:

دعا کرنے کے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کو یقین ہو کہ خدا میری دعا کو قبول فرمائے گا اور اس پر ایمان رکھے،انسان کو خدا کی رحمت واسعہ پر یقین رکھنا چاہئے،اسے معلوم ہونا چاہئے کہ کہ وہ اگر خدا سے نیکیوں، پاکیوں اور دوسری تمام معنوی اور مادی حوائج کو طلب کرے تو وہ پورا فرمائے گا، کیونکہ خدا خود قرآن میں فرماتا ہے: ادعونی استجب لکم (۱) مجھ سے دعا مانگو تا کہ میں اس کا جواب دوں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''اذا دعوت فظن حاجتک بالبابِ

۱۔سورہ مومن آیہ ۶۰۔

جب بھی دعا کرو تو تمہارے گمان میں یہ ہونا چاہئے کہ تمہاری حاجت تمہارے دروازے پر بالکل تیار ہے (۱) یعنی ایمان اور اعتقاد خدا پر اتنا محکم ہو کہ خدا کہ بندہ جب بھی مانگے خدا اسے فوراً عطا کرے۔ البتہ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ خدا سے ہمیشہ ایسی چیز کا مطالبہ کیا جائے جس میں اس کی رضایت بھی شامل ہو۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''من تمنّیٰ شیئاً وھو اللہ رضا لم یخرج من الدنیا حتیٰ یعطاہ (۲) '' اگر کوئی شخص خدا سے کوئی چیز مانگے اور اس میں خدا کی رضایت بھی شامل ہو تو اس کے دنیا سے رحلت ہونے سے پہلے خدا اسے وہ چیز عطا فرمائے گا۔''

۳۔ دل خالص اور نیت صادق ہو:

عمر ابن یزید سے ایک روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: ''میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں ایک آدمی تین سال سے خدا کی بارگاہ میں دعا کر رہا تھا کہ خدا اس کو ایک بیٹا عنایت کرے، جب اس نے دیکھا کہ میری دعا قبول نہیں ہو رہی ہے تو کہنے لگا: پروردگارا! آیا آپ مجھ سے دور ہیں جو میری آواز آپ کو سنائی نہیں دے رہی ہے یا مجھ سے نزدیک ہیں اور میرے سوال کا جواب نہیں دے رہے ہیں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کوئی شخص اس کے خواب میں آیا اور اس سے کہا: تین سال کے عرصے سے اس زبان کے ذریعہ جو گالی اور برے الفاظ ادا کرتی ہے اور اس دل کے ساتھ جو متکبر اور ناپاک ہے اور اس نیت کے ساتھ جو صاف نہیں خدا سے دعا مانگ رہے ہو، اپنے آپ کو ان چیزوں سے پاک کرلو اور تقویٰ الٰہی کو اپناؤ اور اپنی نیت میں صداقت پیدا کرو۔ امام فرماتے ہیں: اس شخص نے ان باتوں پر عمل کیا اور خدا نے اسے بیٹے سے نوازا (۳) پس

۱۔ عدۃ الداعی ''ابن فھد حلی''، ص ۲۰۔

۲۔ عدۃ الداعی ص ۲۰۔ ۳۔ فلاح السائل، ''سید ابن طاؤس''، ص ۹۴۔

اخلاص کے بغیر دعا کی قبولی کی امید نہیں رکھنی چاہئے **فادعوا الله مخلصين له الدين** (۱) خدا کا اس وقت پکارو جب تم اپنے آپ کو خالص کر چکے ہو، گناہوں کے مختلف پردے انسان اور خدا کے درمیان فاصلہ کے باعث بنتے ہیں اور دعا کو قبول ہونے سے روک دیتے ہیں۔

۴۔حرام غذا سے دوری:

دعا کی قبولی کیلئے لازم ہے کہ انسان حرام غذا نہ کھائے، کیونکہ دعا مانگنے کیلئے جو چیزیں ضروری ہیں ان میں سے ایک بدن کی طاقت وقدرت ہے، اگر انسان کے پیٹ میں حرام غذا ہو اور خدا سے دعا مانگے تو یقیناً وہ دعا قبول نہیں ہوگی۔

ایک شخص پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میں چاہتا ہوں کہ میری دعا خدا قبول فرمائے میں کیا کروں؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **طهّر ما اكلتك ولا تدخل بطنك الحرام** (۲) اپنی غذا کو پاک کرو اور حرام غذا کو اپنے پیٹ میں جگہ مت دو اور خود کو حرام سے خالی رکھو تا کہ تمہاری دعا قبول ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''**من سرّه أن يستجاب دعوته فليطيّب مكسبه** (۳) جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی دعا مستجاب ہو اسے چاہئے کہ اپنی درآمد کو حرام سے پاک کرے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ: **لا يحجب عنى دعوة الا دعوة آكل الحرام** (۴) ''حرام خور کی دعا کے علاوہ کوئی اور دعا خدا کی درگاہ سے خالی نہیں جاتی۔ وہ دعا جس کا جواب نہیں ملتا

۱۔سورہ اعراف آیہ ۲۹۔ ۲۔وسائل الشیعہ ابواب دعا باب ۶۷ حدیث ۴ ج ۴، تفسیر نمونہ ج ۱۴ ص ۲۵۵۔
۳۔وسائل الشیعہ ج ۴ حدیث ۳۔ ۴۔''عدۃ الداعی ابن فہد'' ص ۱۲۹۔

اس شخص کی دعا ہے جو اپنی خوراک میں حرام سے پرہیز نہیں کرتا۔

۵۔ دعا کے بعد گناہوں سے اجتناب کیا جائے:

عثمان بن عیسیٰ سے منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی: دو آیتیں قرآن مجید میں ہیں کہ جن کی تاویل کا مجھے علم نہیں حضرت نے فرمایا: کونسی دو آیتیں؟ عرض کیا:

''خداوند تعالیٰ کا فرمان: **ادعونی استجب لکم** (۱) (مجھے پکارو میں تمہیں جواب دونگا،) میں دعا کرتا ہوں مگر مستجاب نہیں ہوتی۔'' امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تمہارے خیال میں خدا اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرتا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: ''پس کیوں دعا قبول نہیں ہوتی؟'' جواب دیا: نہیں معلوم، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''**لکنی اخبرک انشاء الله تعالیٰ اما انکم لو اطعمتموہ فیما أمرکم به ثم دعوتموہ لأجابکم ولکن تخالفونه و تعصونه فلا یجیبکم** (۲) میں انشاء اللہ تمہیں اس کی خبر دیتا ہوں، یاد رکھو اگر تم لوگ خدا کے احکام کی پیروی کرو اور ان کے اوامر کی اطاعت کرو اور اس کے بعد دعا کرو تو یقیناً خدا اس دعا کو قبول فرمائے گا، مگر کیونکہ مخالفت اور خدا کی نافرمانی کرتے ہو اسی وجہ سے خدا دعاؤں کو قبول نہیں فرماتا، خدا کو دعا کے شرائط اور اس کے طریقوں کے ساتھ پکارو تو حتماً جواب دے گا اگرچہ نافرمان اور گناہگار ہی کیوں نہ ہو۔

۶۔ حضور قلب اور دنیا سے بیزاری:

یعنی دنیا کی طرف انسان راغب نہ رہے، ایک روایت میں منقول ہے کہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک گاؤں سے گزر رہے تھے دیکھا کہ چند مالدار لوگ بالوں سے بنے ہوئے کپڑے

۱۔ ''سورہ مومن'' آیہ ۶۰۔ ۲۔ ''فلاح السائل'' ص ۹۶۔

پہن کر اپنے سر اور چہرے پر مٹی ڈال کر کھڑے ہیں اور خدا کے حضور دعا کر رہے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان پر ترس آیا اور ان کیلئے روئے اور اس کے بعد خدا سے ہمکلام ہوئے اور عرض کی: خدایا! یہ بنی اسرائیل میں سے ہیں اور کبوتروں کی طرح گھڑ گھڑا کر رو رہے ہیں اور نالہ وزاری کر رہے ہیں اور بھیڑیئے (گرگ) کی طرح آوازیں نکال رہے ہیں، خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی اور پوچھا کہ یہ لوگ اس طرح کیوں کر رہے ہیں؟ کیا یہ لوگ اسی لئے رو رہے ہیں کہ میرے خزانہ میں کسی قسم کی کمی آگئی ہے یا میری عنایتیں اور رحمتیں کم ہوگئی ہیں؟ کیا میں مہربان نہیں ہوں؟

ان سے کہیے کہ میں ان کے دلوں کے حالات اچھی طرح جانتا ہوں، وہ لوگ ایک ایسی صورت میں مجھے پکار رہے ہیں کہ ان کے دل میرے حضور حاضر نہیں ہیں (بلکہ دل کے اعتبار سے وہ لوگ دنیوی معاملات میں مشغول ہیں) اور ان کے دل غائب ہیں، (دنیا اور ان کے مسائل کی طرف زیادہ اور میری طرف کم متوجہ ہیں) اور دنیا کی طرف مائل ہیں، (۱)

پس انسان کو ہمیشہ دعا کے وقت دنیا و مافیہا سے غافل اور خدا کو فقط دل میں رکھ کر دعا کرنی چاہئے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''ادعوا الله و أنتم موقنون بالأجابة و اعلموا انَّ الله لا يستجيب دعاء(من) قلبه غافل لاهى (۲)'' خدا سے اس حالت میں دعا کرو کہ تم کو قبولی دعا پر یقین ہو جائے جان لو خدا کبھی بھی اس شخص کی دعا کو قبول نہیں فرماتا جو خدا سے غافل اور بیہودہ ہو کر دعا کرنے میں مشغول ہو جائے۔''

۱۔ ''ربیع الابرار'' ج ۲، ص ۲۵۴، ''فلاح السائل'' ص ۹۹، بحار الانوار ج ۹۳، ص ۲۲۰۔

۲۔ ''الدعوات ص'' ۳۰، حدیث ۶۱، ''عوالی اللآلی'' ج ۱، ص ۳۴۳، حدیث ۹۲۔

۷۔ بندگان خدا پر ظلم وستم نہ کرے:

دعا کرنے والے شخص کو چاہیئے کہ وہ کسی پر ظلم وستم نہ کرے، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "ان الله تبارک و تعالیٰ أوحیٰ الیٰ المسیح عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام: قل للملاء من بنی اسرائیل: لا تدخلو بیتاً من بیوتی الا بقلوبٍ طاهرة، وابصاره خاشعة و اکف نقیة وقل لهم انّی غیر مستجیب لأحد منکم دعوةً ولأحد من خلقیٰ قبله مظلمة (۱) مولا فرماتے ہیں: "خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کی: بنی اسرائیل کے بڑوں کی ایک جماعت سے کہو! میرے گھر میں داخل مت ہوجاؤ مگر پاکیزہ دل، خاشع آنکھوں اور پاک ہاتھوں کے ساتھ، اور ان سے کہو تم میں سے ہر اس شخص کی دعا جس نے حتیٰ ایک آدمی پر بھی ظلم کیا ہو قبول نہیں کرونگا۔" ظالم انسان یہاں تک کہ وہ شخص جس نے ایک آدمی پر بھی ظلم کیا ہو خدا کے نزدیک ظالم ہے اور خدا اس کی دعا قبول نہیں فرماتا، لہٰذا اس طرح وہ انسان خدا کی رحمتوں اور نعمتوں سے محروم رہتا ہے اور اپنے لئے نابودی کے اسباب فراہم کرتا ہے، جس سے اس کی بدبختی اور شقاوت کا آغاز ہوتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نقصان پانے والوں میں اس کا نام درج ہوجاتا ہے، لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ وہ دوسروں کے حقوق کی رعایت کرے اور کسی پر ظلم نہ کرے تاکہ خدا اس کی دعا قبول فرمائے اور اپنی سعادت کیلئے راہ ہموار ہوجائے۔

۱۔ "فلاح السائل"، ص ۱۹۳، خصال ج ۴۰، ص ۳۲۷، عدہ الداعی ص ۱۳۰۔

﴿۷۔افطاری دینا﴾

ماہ مبارک رمضان میں روزہ دار کے وظائف میں سے ایک یہ ہے کہ وہ مومنین کوافطاری دے۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خطبہ شعبانیہ میں فرماتے ہیں:"یا ایھا الناس من فطّر منکم صائماً موماً فی ھٰذا الشھر کان له بذٰلک عند الله عتق رقبة و مغفرة لما مضیٰ من ذنوبه قیل یا رسول الله فلیس کلنا نقدر علیٰ ذالک فقال اتقوا النار و لو بشق تمرة اتقوا النار ولو بشر بةٍ من ماءٍ"

اے لوگو!تم میں سے جوشخص اس مہینہ میں ایک روزہ دار کوافطار کرائے گا خداوند اس کے بدلے ایک بندے اور غلام کی آزادی کا ثواب عنایت فرمائے گا۔اور تمہارے گزرے ہوئے گناہوں کوبخش دے گا:مجمع سے کسی نے سوال کیا:یارسول اللہ ہم میں سے کچھ قدرت نہیں رکھتے کہ افطاری دے سکیں۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:جہنم کی آگ سے بچو ولو کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر،یا پانی پلا کر جہنم کی آگ سے بچو۔روزہ دار کوافطاری دینے کی اسلام میں بہت زیادہ اہمیت اور ثواب ہے،جیسا کہ روایت سے واضح ہے کہ افطاری دینے کا ثواب ایک غلام کوآزاد کرنے کے برابر ہے اور انسان کے تمام گذشتہ گناہوں کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:"ایما مومن اطعم موماً لیلة من شھر رمضان کتب الله له بذالک مثل أجر من أعتق ثلاثین سمة مومنة و کان له بذالک عند الله دعوة مستجابة"(۱)

جومومن دوسرے مومن کو ماہ رمضان کی رات افطاری کھلائے خداونداس کوتیس بندوں کی آزادی کا

۱۔بحارالانوارج۹۶ص۳۱۶۔

ثواب عنایت فرماتا ہے۔اور خداوند اسکی ایک دعا کو قبول فرمائے گا۔

ایک اور روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ:"**فطرک أخیک و ادخالک السرور علیه اعظم من اجر صیامک**" (۱) دینی بھائی کو افطاری دینا اور اس کے دل میں سرور پیدا کرنے کا ثواب تیرے روزہ رکھنے کے ثواب سے زیادہ ہے۔امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:"**من فطر صائماً فله اجر مثله**" (۲)"جو کسی روزہ دار کو افطار کرائے اس کا اجر اسی روزہ دار کے برابر ہے"۔

روایات و احادیث میں مشہور ہے کہ روزہ دار خدا کا مہمان ہوتا ہے، کیونکہ یہ تیس دن کے ایام جو روزہ کے ہیں اس میں خدا نے معنویت اور رحمتوں کے دستر خوان پر ہم کو مہمان ٹھہرایا ہے اور اس میں خداوند ہماری بہت اچھی طرح پذیرائی کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ خداوند نے مومنین سے فرمایا ہے کہ روزہ داروں کو افطاری کھلاؤ مگر خداونداس افطاری کے بدلے ہم کو کتنا ثواب عنایت فرمائے گا اس کا ذکر خداوند کی طرف سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام نے مفصلاً روایات میں بیان فرمایا ہے۔پس انسان ماہ رمضان میں معنوی لحاظ سے بھی خدا کا مہمان ہے اور غذا کے لحاظ سے بھی۔اور اگر ہم خدا کے مہمان کو افطاری دیں تو خداوند ہمیں اجر عظیم سے نوازے گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:"**من افطر موناً کان کفارة لذنبه الیٰ قابلٍ ومن افطر اثنین کان حقاً علی الله ان ید خله الجنة**"(۳)

۱۔آثار الصادقین ج ۱۱ص ۳۰۱۔ ۲۔آثار الصادقین ج ۱۱ص ۳۰۱۔

۳۔وسائل الشیعہ ابواب صوم ج ؟؟؟ص ؟؟؟۔
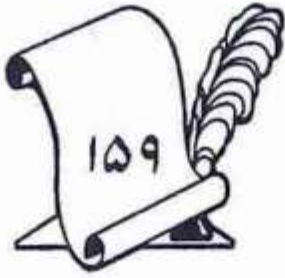
امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''جو شخص ایک مومن کو افطاری کھلائے تو وہ آیندہ آنے والے سال تک اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا، اور جو شخص دو آدمیوں کو افطاری کھلائے تو خدا کے لئے شائستہ (مناسب) ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے۔

امام صادق علیہ السلام مزید فرماتے ہیں: ''ماہ رمضان المبارک میں سدیر میرے والد بزرگوار امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، والد بزرگوار نے ان سے فرمایا: ''یا سدیر! هل تدری ایّ لیال هٰذا؟ فقال له: نعم جعلت فداک انّ هٰذه لیالی شهر رمضان، فما ذاک؟ فقال له ابی: ''أتقدر علیٰ ان تعتق کل لیلة من هٰذه اللیالی عشر رتاب من ولد اسماعیل؟ فقال له سدیر بابی انت و امی لا یبلغ مالی ذاک افما زال ینقص حتیٰ بلغ به رقبة واحدة فی کل ذالک یقول: لا اقدر علی فقال له: افما تقدر ان تفطر فی کل لیلة رجلاً مسلماً؟ فقال له: بلیٰ و عشرة فقال له: ابی علیه السلام: فذاک الذی اردت یا سدیر! انّ افطارک اخاک المسلم یعدل عتق رقبة من ولد اسماعیل علیه السلام''(۱)

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''اے سدیر! آیا تجھے معلوم ہے کہ یہ کونسی راتیں ہیں؟ سدیر نے کہا: جی ہاں آپ پر قربان ہو جاؤں، یہ راتیں ماہ رمضان کی ہیں کیا کوئی خاص بات ہے؟ (یعنی کوئی خاص بات ان راتوں کی فضیلت اور امتیاز کے لئے ہے؟) امام علیہ السلام فرمانے لگے: آیا اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ ان راتوں میں اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے دس بندوں کو آزاد کرا سکو؟ سدیر نے کہا: آپ پر قربان ہو جاؤ میری مالی طاقت اس کی اجازت نہیں دیتی (کہ دس بندوں کو

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲ ص ۱۳۴۔

خرید کر آزاد کرسکوں)امام علیہ السلام بندوں کی تعداد میں کمی فرماتے گئے یہاں تک کہ بات ایک بندے پر پہنچی تو سدیر نے کہا میں اس کی بھی قدرت نہیں رکھتا۔امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تمہارے اندر اتنی طاقت نہیں کہ ایک مومن کو افطاری دے سکو؟ سدیر نے کہا: دس مومنوں تک کو افطاری دے سکتا ہوں،امام علیہ السلام نے فرمایا؛ یہی تو دس بندوں کو آزاد کرنا ہے تمہارا دس مؤمنوں کو افطاری دینا نسل اسماعیل کے دس بندوں کو آزاد کرانے کہ معادل ہے۔یعنی خدواندایک روزہ دار کی افطاری کا ثواب نسل اسماعیل علیہ السلام سے ایک بندے کو آزاد کرانے کے برابر عنایت فرماتا ہے۔

ہمارے ائمہ معصومین علیہم السلام اقوال کے ساتھ عمل کے میدان میں بھی آگے تھے اور خود عمل کے ذریعہ دوسروں کے لئے نمونہ عمل بنتے تھے۔حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:و کان علی بن الحسین علیھما سلام اذا کان الیوم الذی یصوم فیہ امر بشاۃ فتذبح و تقطع اعضائہ و تطبخ فاذا کان عند الماء البّ علیٰ القدور حتیٰ یجد ریح المرق و ھو صائم ثم یقول:ھاتوا القصاع اعزفوا الال فلان اعزفوا لال فلان ثم یوتیٰ بخبز و تمر فیکون ذالک عشاوہ"(١)

"جب بھی امام علیہ السلام روزہ رکھتے تھے تو امر فرماتے تھے کہ ایک بھیڑ لاؤ اور اسے ذبح کر کے پکاؤ،اور رات کے وقت سالن کو دیگوں میں ڈالا جاتا یہاں تک کہ سالن کی خوشبو پھیل جاتی اس کے بعد امر فرماتے کہ کٹورے لاؤ اور اس میں سالن ڈال کر فرماتے کہ یہ فلان شخص کے گھر پہنچاؤ اور یہ فلان شخص کے۔اس کے بعد تھوڑی سی روٹی اور کھجور کے ساتھ افطار فرماتے اور یہی آپ کا کھانا ہوتا تھا۔"

١۔من لا یحضرہ الفقیہ ج٢ص١٣٤۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افطاری اور سحری:

صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں: ''کانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شربة یفطر علیها و شربة للسحر و ربما کانت واحده وربما کانت لبناً وربما کانت الشربة خبزاً یماث الخبز (۱) انس جو کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت گزاروں میں سے تھے، فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افطار میں صرف کچھ مشروب نوش کر لیتے تھے (مثلاً دودھ، لسی ...وغیرہ) اور اسی طرح سحر میں بھی۔ اور اکثر اتفاق یہ ہوتا تھا کہ فقط ایک وقت کے شربت سے زیادہ موجود نہیں ہوتا۔ (یا سحری میں یا افطار میں) اور اکثراً یہ شربت دودھ ہوتا تھا اور کبھی کبھی پیغمبر اسلام اس میں روٹی بگھو کر کھاتے۔''

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اذا صام فلم یجد الحلواء افطر علیٰ الماء (۲) جب بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ رکھتے تھے اور افطاری کے لئے میٹھی چیز نہیں ملتی تو آپؐ پانی سے افطار فرماتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''انّ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کان یفطر علیٰ الحلو فاذا لم یجد یفطر علیُ الماء الفاتر و کان یقول انه ینقّی الکبد والمعده ویطیّب النکهة والفم ویقوی الاضراس والحدق ویحدّد الناظر و یغسل الذنوب غسلاً ویسکن العروق الهائجة والمرّة الغالبة ویقطع

۱۔ سنن النبی ص۲۹۴؛ مکارم الاخلاق ص؟؟؟۔

۲۔ سنن النبی ص۲۹۴۔

البلغم ویطفی الحرارہ عن المعدہ ویذھب بالصداع.(١)''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میٹھی چیز سے افطار فرماتے تھے اگر میٹھی چیز نہ ملتی تو نیم گرم پانی سے افطاری کرتے اور فرماتے تھے ابلے ہوئے ٹھنڈے پانی سے افطار کرنے سے انسان کا معدہ اور جگر صاف ہو جاتے ہیں، ان کی دھلائی ہو جاتی ہے، منہ سے خوشبو آتی ہے، دانتوں کی سیاہی ختم ہو جاتی ہے اور ان کو مضبوط کر دیتا ہے، آنکھوں کی بینائی میں تقویت آجاتی ہے، انسان کے گناہوں کو دھو دیتا ہے اور مہیج و بے قرار رگوں کو سکون ملتا ہے اور صفراء کو آرام بخشتا ہے اور بلغم کو برطرف کر دیتا ہے، معدہ کی گرمی اور سر کے درد کو ختم کر دیتا ہے۔''

١۔ مکارم الاخلاق ص ٢٨۔
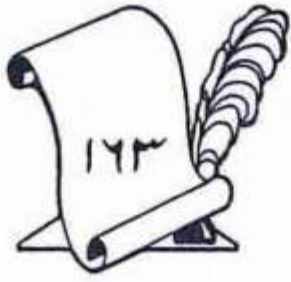
﴿۸۔ صلۂ رحم﴾

ماہ مبارک رمضان میں روزہ دار کے وظائف میں سے ایک صلہ رحم ہے۔ صلہ رحم یعنی اپنے اقرباء ورشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک، ان کی احوال پرسی اور ان کی ضروریات کو برطرف کرنا، اور ان سے اگر کوئی ناراضگی ہو یا کسی قسم کا غصہ ہو تو اس سے چشم پوشی کرنا ہے۔

رحم سے مراد کیا ہے؟ ارباب علم میں سے بعض علماء فرماتے ہیں کہ رحم سے مراد وہ افراد ہیں جو محرم ہوں اور جن سے شادی کرنا حرام ہو مثلاً بہن، پھوپھی، خالہ، اور کچھ فرماتے ہیں کہ رحم سے مراد ہر وہ شخص ہے جو باپ یا ماں کی وجہ سے رشتہ دار بنتا ہو اور سلسلہ اسی طرح چلے کہ تم دونوں ایک فرد میں جا کر ختم ہو جاؤ (اجداد میں سے دونوں کا ایک ہی جد ہو) چاہے ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے۔ عرف عام میں وہ رشتہ دار ہیں۔ شیخ بہائیؒ اپنی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں کہ: ''روایات کی روشنی میں دو آدمی اگرچہ کتنی نسلوں کے بعد ایک دوسرے کے رشتہ دار بنتے ہوں وہ رحم حساب ہو گا (۱) بہر حال صلہ رحم کے فوائد اور فضائل روایات اور احادیث میں بہت زیادہ ہیں اور مخصوصاً اس ماہ مبارک میں اس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خطبہ شعبانیہ میں فرماتے ہیں: ''ومن وصل فیه رحمه وصله الله برحمته یوم یلقاه ومن قطع فیه رحمه قطع الله عنه رحمته یوم یلقاه''.

''اے لوگو! جو شخص اس ماہ مبارک میں صلہ رحم کرے گا خداوند قیامت کے دن اس کو اپنی رحمت کے دائرے میں شامل کرے گا اور جو شخص قطع رحم کرے گا خداوند اپنی رحمت کو قیامت کے دن اس سے قطع کرے گا۔''

۱۔ اربعین، شیخ بہائیؒ ص ۱۷۷ ۔

صلہ رحم کے فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ صلہ رحم کی وجہ سے انسان کی عمر لمبی ہو جاتی ہے۔امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والدین سے نقل فرماتے ہیں: ''پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''ان رسول اللّٰہ صلی الله علیه و آله وسلم قال: ان المعروف یمنع مصارع السوء و انّ الصدقة تطفی غضب الرب وصلة الرحم تزید فی العمر و تنفی الفقر و قول لا حول ولا قوة الا باللہ فیها شفاء من تسعة و تسعین داء ادناها الهم'' (۱) ''پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''دوسروں کے ساتھ نیکی کرنا بری موت کو انسان سے دور کرتا ہے،صدقہ دینا خدا کے غضب کو ختم کر دیتا ہے اور صلہ رحم عمر کو طولانی اور فقر وغربت کا خاتمہ کرتا ہے۔اور لا حول و لا قوة الا باللہ کا ذکر انسان کو ننانوے امراض سے شفاء بخشتا ہے کہ ان میں سب سے چھوٹا اندوہ اور پریشانی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد بزرگوار سے نقل فرماتے ہیں:''قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم:''انّ المرء لیصل رحمه وما بقی من عمره الا ثلاث سنین فیمدها الله الیٰ ثلاث و ثلاثین سنة وانّ المرء لیقطع رحمه وقد بقی من عمره ثلاث و ثلاثون سنة فیقصرها الله الیٰ ثلاث سنین او ادنیٰ(۲)

ایک انسان اگر صلہ رحم کرے جبکہ اس کی عمر میں فقط تین سال باقی رہ گئے ہوں تو خداوند اس صلہ رحم کی وجہ سے اس کی عمر کو تینتیس (۳۳) سال کر دیتا ہے اور اس کے برخلاف کوئی شخص اگر قطع رحم کرے جبکہ اس کی عمر تینتیس (۳۳) سال باقی ہو تو خداوند عالم اس کی عمر تین سال یا اس سے بھی کم کر دیتا ہے۔''

۱۔بحار الانوار ج ۷۴ ص ۸۸۔ ۲۔تفسیر العیاشی ج ۲ ص ۲۲۰؛ بحار الانوار ج ۷۴ ص ۹۹۔

انس بن مالک سے منقول ہے کہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**من سرہ ان یبسط لہ فی رزقہ و ینسالہ فی اجلہ فلیصل رحمہ**'' ۔(۱) اگر کوئی شخص وسعت رزق کے ذریعے خوش ہونا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی موت کو بھلایا جائے اور اسکی عمر طولانی ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ صلہ رحم کرے۔ روایات اس بارے میں بہت زیادہ ہیں جن سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ان افعال میں سے ایک فعل جن کو خداوند بہت پسند کرتا ہے صلہ رحم ہے اور خداوند حتیٰ ان قدموں سے بھی محبت کرتا ہے جو صلہ رحم کے لئے بڑھائے جائیں۔

ابو حمزہ ثمالی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''**ما من خطوۃ احب الیٰ اللہ من خطوتیں: خطوۃ یسدھا المؤمن صفاً فی اللہ و خطوۃ الیٰ ذی رحم قاطع** (۲) خداوند کے نزدیک دو قدموں سے زیادہ کوئی اور قدم محبوب نہیں ایک وہ قدم جو مومنین کے درمیان خالی ہونے والی جگہ کو پر کرنے کے لئے اٹھایا جائے اور دوسرا قدم جو صلہ رحم کے لئے ان رشتہ داروں کی طرف اٹھے جن سے قطع رابطہ ہو۔''

صلہ رحمی کے ذریعے انسان سر پر آئی ہوئی موت کو ٹال کر اپنی عمر طولانی کر سکتا ہے۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت ہے کہ امام نے میسر سے فرمایا: ''**قال یا میسر انی لاظنک وصولاً لقرابتک قلت نعم جعلت فداک لقد کنت فی السوق و انا غلام و اجرتی درھمان و کنت اعطی واحداً عمتی و واحداً خالتی فقال اما واللہ لقد حضر أجلک مرّتین کل ذالک یوخر** (۳)

۱۔ بحار الانوار ج ۷۴ ص ۸۹؛ امالی شیخ صدوق ص ۲۵۳۔

۲۔ بحار الانوار ج ۷۴ ص ۸۹: خصال ج ۱ ص ۲۶۔ ۳۔ بحار الانوار ج ۷۴ ص ۱۰۰؛ رجال کشی ص ۲۱۱۔

''میسر کہتے ہیں: ''امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے میسر! میرے خیال سے تم رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم کرتے ہو اور ان کے ساتھ نیکی کرتے ہو؛ میں نے کہا: ہاں میں آپ پر قربان جاؤں، جب میں چھوٹا تھا تو بازار میں کام کرتا تھا اور میری اجرت دو درہم تھی جس میں سے میں ایک اپنی پھوپھی کو اور ایک خالہ کو دیا کرتا تھا، امام علیہ السلام نے فرمایا: ''خدا کی قسم دو مرتبہ تمہاری موت کا وقت آ پہنچا تھا مگر اسی نیکی کی وجہ سے اس کو مؤخر کیا گیا ہے۔''

صلہ رحم کے فوائد اور فضائل بہت زیادہ ہیں اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف سے بھی بہت زیادہ تاکید ہے، ان فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ صلہ رحم انسان کو نہ فقط دنیا میں فائدہ پہنچاتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اس کے کام آتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''**صلة الرحم يهوّن الحساب يوم القيامة وهی منساة فی العمر و تقی مصارع السوء و صدقة الليل تطفی غضب الرب** (۱) صلہ رحم قیامت کے دن حساب میں آسانی، عمر کو فراموش اور بری و ناگہانی موت (جیسے آگ میں جل کر، ایکسڈنٹ، زلزلہ وغیرہ میں مرنا) کے ٹلنے کا باعث ہوتا ہے۔ اور رات میں صدقہ دینا خدا کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

انسان کے لئے لازم نہیں ہے کہ صلہ رحم کرنے کے لئے اپنے آپ کو زحمتوں میں ڈالے بلکہ اتنا دے جتنا وہ دے سکتا ہے حتی کہ صرف سلام کر کے اپنے رشتہ داروں کو یہ بتا دے کہ وہ ان سے ناراض نہیں ہے یہ بھی خدا کے نزدیک ایک نیک عمل شمار ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''صلوا ارحامکم ولو باالسلام''۔ یعنی ''اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم کرو

۱۔ بحار الانوار ج ۷۴ ص ۱۳۲؛ کافی ج ۲ ص ۱۵۷۔

اگرچہ سلام ہی کے ذریعے کیوں نہ ہو۔'' کیوں کہ ہم پیروان اہلبیت علیہم السلام ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے ائمہ علیہم السلام ہمارے افعال پر ناظر ہیں اور ان کے سامنے ہمارے اعمال کو پیش کئے جاتے ہیں لہذا اگر ہم کوئی ایسا کام کریں جو نیک ہو تو وہ ہم سے راضی اور خوش ہوتے ہیں۔

داؤد رقی کہتا ہے کہ: ''میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اچانک آپ نے فرمایا: ''**یا داؤد! لقد عرضت علیّ اعمالکم یوم الخمیس، فرایت فیما عرض علیّ من عملک صلتک لابن عمک فلان فرّنی ذالک انی عملت انّ صلتک له اسرع لفناء عمره و قطع اجله''. (۱)**

''اے داؤد! تمہارے اعمال اور رفتار تمام، گذشتہ ہفتہ کے جمعرات کے دن میرے پاس لائے گئے ان اعمال میں سے ایک تمہارے اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحم کرنا تھا جو تم نے اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ انجام دیا ہے، جس کو دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی جبکہ یہی صلہ رحم باعث بنے گا کہ اس کی موت جلدی واقع ہو جائے اور اس کا اجل جلدی آئے۔''

۱۔ بحار الانوار ج ۴۷ ص ۹۳۔

﴿۹۔غریبوں اور مسکینوں کی صدقہ کے ذریعہ مدد کرنا﴾

خطبہ شعبانیہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''وتصدقوا علی فقرائکم و مساکینکم'' ماہ رمضان میں روزہ دار کے وظائف میں سے ایک یہ ہے کہ فقراء اور مساکین کو صدقہ دیں، پس روزہ دار پر لازم ہے کہ معاشرہ کے ان افراد کی دیکھ بھال کریں جو غریب ہیں اور ان کی جیبیں روزانہ کے اخراجات کو تحمل نہیں کرسکتیں، فقیر اور مسکین کے لئے صدقہ دینا اور ان کے احتیاجات کو پورا کرنا ہم سب پر لازم ہے مگر سوال اٹھتا ہے کہ فقیر کون ہے؟ اور مسکین کون ہے؟ اور ان میں سے کون زیادہ مستحق ہے؟ علماء کے درمیان اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ فقیر زیادہ صدقہ کا مستحق ہے یا مسکین۔

شیخ طوسی اعلیٰ اللہ مقامہ اپنی کتاب نہایۃ میں اور اسی طرح سلار، ابن جنید اور بعض دیگر علماء فرماتے ہیں کہ: ''مسکین زیادہ مستحق ہیں کیوں کہ وہ زیادہ تنگ دست ہوتے ہیں اور اس کی دلیل آیہ شریفہ ''أو مسكيناً ذا متربة''(۱) مسکین زمین گیر اور نہایت بے چارے ہیں۔لیکن ابن ادریس اور شیخ طوسی علیہما الرحمہ اپنی کتاب خلاف اور مبسوط میں فرماتے ہیں کہ: ''فقیر زیادہ بے چارہ اور لاچار ہیں اور اس بات کی دلیل احکام زکات میں خداوند عالم فرماتا ہے: ''انما الصّدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها'' (۲) اور اس آیہ میں فرمایا کہ صدقہ پہلے فقراء کو دو کیوں کہ فقراء کا ذکر پہلے ہوا ہے۔لیکن مشہور قول اوّل ہے کہ مسکین زیادہ بے چارہ ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''الفقير لا يسئل الناس والمسكين اجهد منه والبائس اجهدهم (۳)

۱۔سورہ بلد آیہ ۱۶۔ ۲۔سورہ توبہ آیہ ۶۰۔ ۳۔اربعین شیخ بہائی ص ۱۷۳۔

فقیر وہ شخص ہے جو لوگوں سے نہ مانگے مگر مسکین وہ شخص ہے جو روزی کے لئے زیادہ مشکلات کا شکار ہو اور زیادہ سے زیادہ رنج و مصیبت میں مبتلا ہو۔"

تذکر:

اختلاف اس صورت میں ہوگا جب یہ دونوں کلمہ آیہ یا روایات میں ایک ساتھ ذکر ہو۔لیکن اگر دونوں میں سے صرف ایک کلمہ آئے مثلاً صرف فقیر یا صرف مسکین کا ذکر ہو تو مسلّماً دوسرا بھی شامل ہوگا (یعنی دونوں مراد ہونگے) اور اس سے مراد وہ شخص ہوگا جو اپنے گھر والوں کے سالانہ اخراجات کے لئے مشکل میں مبتلاء ہو اور سال بھر کا خرچ اس کے پاس نہ ہو۔ یا نہ ہی ایسا کوئی ذریعہ ہو جس سے وسط سال میں درآمد ہو مثلاً نوکری، تجارت...وغیرہ۔

صدقہ دینا:

دین اسلام میں آیات اور روایات کے ذریعہ صدقہ کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور صدقہ دینے کے لئے لوگوں کو بہت زیادہ ترغیب وتشویق کی گئی ہے۔صدقہ دینے کی اتنی اہمیت ہے کہ بعض آیات میں صدقہ لینے والا خدا نے خود کو قرار دیا ہے:من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضاعفه له اضعافاً کثیرةً و الله یقبض و یبسط والیه ترجعون" ۔(۱) "کون ہے جو خدا کو قرض دے تا کہ خدا اس کو اس کے چند برابر عطا کرے اور خدا ہے جو اس قرض کو لیتا ہے اور واپس کرتا ہے اور تمام چیزوں کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔"

دوسری آیہ شریفہ میں ارشاد ہو رہا ہے:"الم یعلموا انّ اللہ ھو یقبل التوبة عن عبادہ ویاخذ الصدقات وانّ اللہ ھو التواب الرحیم".(۲) "آیا تمہیں معلوم نہیں کہ تنہا

......

۱۔سورہ بقرہ آیہ ۲۴۵۔ ۲۔سورہ برائۃ آیہ ۱۰۴۔

خدا ہے جو اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور تنہا خدا ہے جو صدقات کو لیتا ہے۔""ان تقرضوا الله قرضاً حسناً یضاعفه لکم ویغفرلکم والله شکور حلیم."(۱)"اگر خدا کو قرض الحسنہ دو تو خدا اس کے چند برابر تم کو عطا کرے گا اور تم کو بخش دے گا جبکہ........"

ان آیات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

الف: قرض الحسنہ اور صدقہ دینا خدا کے پسندیدہ افعال میں سے ہیں اور خدا اجر عظیم کے ساتھ ان کی چیزوں کو چند برابر کر کے ساتھ واپس کرتا ہے۔

ب: یہ صدقہ اور قرض الحسنہ مستقیماً خدا کے ہاتھوں میں جاتا ہے یعنی صدقہ کا اصل لینے والا خدا ہے اور روایات میں موجود ہے کہ صدقہ دینے والے کو چاہئے کہ صدقہ کو اپنی ہتھیلی پر رکھے اور صدقہ لینے والا اس کو اوپر سے اٹھائے کیوں کہ فقیر کا ہاتھ خدا کے ہاتھ کی نمائندگی کر رہا ہے لہذا اس کو اوپر ہونا چاہیے۔

ایک مفصل روایت میں معلیٰ بن خنیس کہتے ہیں:"ایک رات جب کہ بارش بھی ہو رہی تھی، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ گھر سے باہر تشریف لائے اور بنی ساعدہ کے محلے میں گئے اور ان فقیروں کے درمیان جو سو رہے تھے روٹی تقسیم فرمائی اور اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا:"وکان ابی اذا تصدق بشیءٍ وضعه فی ید السائل ثم ارتدّه منه فقبله و شمّه ثمّ ردّه فی ید السائل و ذالک انها تقع فی ید الله قبل ان تقع فی ید السائل"۔(۲)"میرے والد بزرگوار (امام محمد باقر علیہ السلام) جب بھی کوئی چیز صدقہ دیتے تھے تو

۱۔سورہ تغابن آیہ ۱۷۔

۲۔ بحار الانوار ج ۹۶ ص ۱۲۵۔

اس چیز کو فقیر کے ہاتھ میں رکھتے اس کے بعد اس چیز کو لیتے اور اس کو چومتے اور سونگتے اور دوبارہ اس کو واپس دیتے تھے کیوں کہ صدقہ فقیر کے ہاتھ میں پہنچنے سے پہلے خدا کے ہاتھ میں پہنچتا ہے۔"

صدقہ کی بہت زیادہ فضیلت اور اہمیت ہے۔اسحاق بن غالب، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: "**قال البرّ و الصدقة ینفیان الفقر و یزیدان فی العمر و یدفعان سبعین میتة سوء.**" (۱) دوسروں کے ساتھ اچھائی کرنا اور صدقہ دینا فقر وتنگدستی کو دور، عمر طولانی اور ستر قسم کی موت سے دور رکھنے کا باعث بنتا ہے۔صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے اور اس سلسلہ میں روایات کثرت کے ساتھ موجود ہیں اور بہت ساری روایات اس طرح ہیں کہ: "**داؤوا مرضاکم بالصدقة**" اپنے امراض کا صدقہ کے ذریعے علاج کرو، یعنی صدقہ باعث بنتا ہے کہ انسان کی بیماری دور ہو جائے اور بہت ساری روایات میں ہے کہ صدقہ موت کو بھی مؤخر کر دیتا ہے۔

معاذ بن مسلم بلاؤں کو صدقہ کے ذریعہ دور کرنے کے سلسلے میں اس طرح کہتے ہیں: "**قال کنت عند ابی عبد اللہ علیه السلام فذکروا الوجع فقال داؤوا مرضاکم بالصدقة وما علیٰ احدکم ان یتصدق بقوت یومه ان ملک الموت یدفع الیه الصّکّ بقبض روح العبد فیتصدق فیقال له ردّ علیه الصّکّ.**" (۲)

"معاذ بن مسلم کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ امراض کے متعلق گفتگو ہوئی تو حضرت نے فرمایا: "تم لوگ اپنے امراض کا علاج صدقہ

۱۔بحار الانوار ج۹۶ ص۱۳۰۔

۲۔بحار الانوار ج۹۶ ص۱۲۳۔

کے ذریعے کیا کرو، کیا مانع ہے کہ حتیٰ تم میں سے ایک شخص اپنی روزانہ کی خوراک کو صدقہ دے؟ کبھی حکم ہوتا ہے کسی کی قبض روح کے لئے ملک الموت (روح قبض کرنے والا فرشتہ) آتے ہیں اور وہ شخص صدقہ دے دیتا ہے اسی وقت ملک الموت سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے حکم کو واپس کرو یعنی اس کی موت اسی صدقہ کی وجہ سے مؤخر ہو جاتی ہے۔''

صدقہ کے آثار و فوائد:

صدقہ کے فوائد اور آثار کے بارے میں روایات بہت زیادہ ہیں یہ آثار ہی باعث بنتے ہیں کہ صدقہ کو انسان اپنی عادی زندگی کے افعال کا ایک حصہ بنادے۔تاکہ خدا نے جو ثواب اور آثار صدقہ میں رکھا ہے ان سے بہرہ مند ہوتا رہے ان آثار میں سے چند کو بطور خلاصہ ذکر کر رہا ہوں:

۱۔صدقہ عمر کو طولانی کرتا ہے:

اس سلسلے میں روایات بہت زیادہ ہیں جن کو پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔

۲۔صدقہ انسان کے مال میں توسعہ کا باعث بنتا ہے:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:"قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تصدقوا فانّ الصدقة تزيد المال كثرة تصدقوا رحمكم الله."(۱) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"صدقہ دو،کیوں کہ صدقہ مال کی مقدار میں اضافہ کرتا ہے،صدقہ دو تا کہ خدا تم پر رحم کرے۔"

روایات میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علی السلام کے بیٹے محمد نے آپؑ سے تنگ دستی کی شکایت کی امام علیہ السلام نے فرمایا:"تمہارے پاس کتنا مال موجود ہے؟"جوب دیا:"چالیس دینار" امام نے فرمایا:"باہر جا کر صدقہ دے دو"محمد نے عرض کیا:"میرے پاس کچھ نہیں بچے گا"حضرت نے فرمایا:"صدقہ دو تا کہ خدا اس کے بدلے تم کو عنایت کرے،اس کے بعد فرمایا:"اما تدری لكل شيءٍ مفتاحاً و مفتاح الرزق الصدقة" (۲)"ہر چیز کے لئے ایک چابی ہے اور رزق کی چابی

۱۔فروع کافی ص۱۶۴۔

۲۔فروغ کافی ص۱۶۴؛ عدۃ الداعی ص۷۷۔

صدقہ ہے۔''

۳۔ مریضوں کا علاج صدقہ کے ذریعہ کرنا:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''**داؤوا مرضاکم بالصدقة**'' اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کرو''(۱)

۴۔ صدقہ کے ذریعہ بلاء کو دور کرنا:

روایات میں ہے کہ صدقہ ستّر قسم کی بلاؤں کو انسان سے دور کرتا ہے اور ان سے انسان کی حفاظت کرتا ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ''**انّ الصدقة لتد فع سبعين بلية من بلايا الدنيا مع ميتة السوء انّ صاحبها لا يموت ميتة السوء ابداً مع ما يد خر لصاحبها فی الآخرة.**''(۲)

''صدقہ انسان سے ستر قسم کی دنیاوی بلاؤں کو دور کرتا ہے اور صدقہ دینے والا کبھی بھی بری موت نہیں مرتا اور صاحب صدقہ کے لئے خدا نے اجر کو آخرت میں اکٹھا کر رکھا ہے۔''

صدقہ کے آثار و فوائد اتنی کثرت کے ساتھ ہیں کہ خود اس عنوان پر ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ اانسان اگر خود صدقہ نکالے تو اس کو ثواب اور اگر کسی کے سپرد کر دے کہ وہ اس کی طرف سے صدقہ دے تو بھی اتنا ثواب جتنا خود صدقہ دینے والے کو ہے اور اسی طرح دوسرے شخص کو بھی خدا عنایت کرے گا۔ یہاں تک کہ روایات میں ہیں کہ اگر صدقہ اسّی آدمیوں کے ہاتھوں سے ہوتا ہوا مستحق کے ہاتھ تک پہنچے تو خدا ان اسّی افراد کو اتنا ہی ثواب دے گا جتنا خود مالک کو دے گا۔

۱۔ فروغ کافی ص۱۶۲؛ بحار الانوار ج۹۶ ص۱۲۳۔

۲۔ فروغ کافی ص۱۶۲؛ اسلام و مستمندان ص۲۱ ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "**لو جریٰ ثواب المعروف علیٰ ثمانین لاجروا کلّهم من غیر ان ینقص من صاحبه من اجره شیء.**" (۱)

"اگر اسّی ہاتھوں کے ذریعہ کوئی نیک کام واقع ہو جائے تو خداوند عالم سب کو اجر وثواب عنایت فرمائے گا، جبکہ اصل شخص کے ثواب میں کمی بھی نہیں واقع ہوگی۔ (یعنی ان اسی افراد کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس کار خیر کرنے والے کو ملے گا۔)

صدقہ نہ دینے والوں کی مذمت کی گئی ہے، خداوند عالم ان افراد کو پسند نہیں فرماتا جو اپنے مال کو جمع کرے اور راہ خدا میں خرچ نہ کرے، راہ خدا میں مال خرچ کرنے کا بہترین طریقہ صدقہ، خمس، زکوٰۃ، فطرہ اور دوسرے واجبات ہیں، اور صدقہ نہ دے، مال کو جمع کرتا ہی چلا جائے تو اس کی بہت مذمت کی گئی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "**ملعون ملعون من وهب الله له مالاً فلم یتصدق منه شیء اما سمعت انّ النبی صلی الله علیه و آله وسلم قال صدقة درهم افضل من صلوٰة عشر لیال.**" (۲) ملعون ہے وہ شخص جس کو خدا نے مال عطا فرمایا اور وہ اس مال سے صدقہ نہ دے۔ کیا تم نے نہیں سنا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: "ایک درھم صدقہ دس رات کی نمازوں سے افضل ہے۔"

صدقہ کس طرح دینا چاہئے؟:

انسان کو چاہئے کہ صدقہ کو اس طرح مستحق تک پہنچادے کہ اس کی عزت و آبرو کی حفاظت ہو۔ صدقہ باعث نہ بنے کہ صدقہ لینے والے کی معاشرہ میں بے عزتی ہو اور اس کو شرمندگی اٹھانی

۱۔ ثواب الاعمال ص ۷۸۔ ۲۔ بحار الانوار ج ۱۹ ص ۳۵۔

پڑے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''**من رد عن عرض اخیه المسلم شیئاً وجبت له الجنّة البتة.**''(۱)

''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عزت وآبرو کی حفاظت کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔'' صدقہ دینے کا بہترین طریقہ یہ کہ چھپا کر دے، یعنی صدقہ کو اس طرح مستحق تک پہنچا دے کہ لینے والے کو معلوم نہ ہو اور دوسروں کو بھی علم نہ ہو تا کہ اس کی عزت وآبرو پر کوئی ضربہ نہ لگے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''**یا عمار! الصدقة واللہ فی السر افضل من الصدقة العلانیة**''۔(۲)

''اے عمار! خدا کی قسم چھپا کر صدقہ دینا اس صدقہ سے افضل ہے جو علی الاعلان دیا جائے۔'' صدقہ چھپا کر دینے والے پر خدا کی خاص عنایت ہوتی ہے اور وہ غضب الٰہی سے دور رہتا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''**صدقة السر تطفئُ غضب الرب عز و جل.**'' (۳) ''صدقہ چھپا کر دینا غضب الٰہی کو ختم کر دیتا ہے۔''

۱۔ ثواب الاعمال ص ۸۰۔

۲۔ فروغ کافی ص ۱۶۳؛ اسلام و مستمندان ص ۲۸۴۔

۳۔ جامع السعادات ص ۱۴۵۔

﴿۱۰۔ یتیموں پر رحم (شفقت) کرنا﴾

اسلامی معاشرہ میں یتیم ان افراد میں سے ایک ہے جس پر اسلام کی خصوصی توجہ ہے اور قرآن مجید میں بھی یتیم کے ساتھ اچھے برتاو کی بہت تاکید موجود ہے: ''ووجدک عائلاً فاغنی واما الیتیم فلا تقھر'' (۱) ''اور آپ کو تنگدست پایا تو مالدار کر دیا، لہٰذا اب یتیم کی توہین نہ کریں''۔ خداوند عالم نے یتیم کے ساتھ غلط سلوک کرنے کی مذمت کی ہے جس کی مثال خود قرآن میں موجود ہے، ارشاد رب العزت ہو رہا ہے کہ:

''أرء یت الّذی یکذّب بالدّین فذالک الذی یدعّ الیتیم'' (۲) ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو جزا اور سزا کو جھٹلاتا ہے؟ یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔''

اس آیہ شریفہ کی تشریح میں علامہ شیخ محسن علی نجفی فرماتے ہیں کہ: ''جو قیامت پر یقین نہیں رکھتا وہ دنیا میں معاشرہ کے لئے تعمیری کردار کا مالک نہیں بن سکتا۔ اس کے دل میں یتیم و مسکین کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا''۔ (۳)

رمضان کا مہینہ جو کہ خدا کا مہینہ ہے اور اس میں تمام روزہ دار خدا کے مہمان ہیں ان کے وظائف میں سے ایک یہ ہے کہ وہ یتیموں کا احترام کریں اور ان پر ترحم کریں۔

خطبہ شعبانیہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''ومن اکرم فیہ یتیماً اکرمہ اللّٰہ یوم یلقاہ''۔ ''جو شخص رمضان کے مہینہ میں یتیم کا اکرام کرے اور اس کی دیکھ بھال کرے تو خداوند بھی قیامت کے دن اس کا اکرام کرے گا۔''

۱۔ سورہ الضحیٰ آیۃ ۹/۸۔ ۲۔ سورہ الماعون آیہ ۱/۲۔

۳۔ القرآن الحکیم ترجمہ شیخ محسن علی نجفی ص ۶۰۱۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:" من کفل یتیماً و کفل نفقته کنت انا وهو فی الجنة کهاتین وقرن بین اصبعه المسبّحة و الوسطیٰ." (۱)"جو شخص کسی یتیم کی سرپرستی کرے اور اس کے مخارج کو تامین کرے تو میں اور وہ جنت میں ان دوانگلیوں کی طرح ہوں گے اور اس وقت پیغمبر اسلام نے اپنی شہادت کی اور بیچ والی انگلی اٹھا کر دکھائیں۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:"ما من مؤمن ولا مؤمنة یضع یده علیٰ رأس یتیم ترحماً له الّا کتب اللّٰه له بکل شعرةٍ مرت یده علیها حسنة. (۲)"اگر کوئی مومن یا مومنہ اپنے ہاتھوں کو ترحم کے طور پر کسی یتیم کے سر پر پھیر دے تو خداوند ہر اس بال کے بدلے جو اس کے ہاتھوں کے نیچے سے گذرے گا ایک نیکی اس کے حساب لکھتا ہے۔"

پس یتیم کے ساتھ نوازش اور یتیم کی کفالت اور اس کے ساتھ ترحم کے بارے میں ہمارے ائمہ علیہم السلام کی تاکیدات بہت زیادہ ہیں اور اس کی انجام دہی کے لئے نہ صرف تشویق فرمائی بلکہ خود بھی اس پر عمل کرتے رہے۔اور اس کام کی جزا کے بارے میں بھی اشارہ فرماتے رہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:"ما من عبدٍ یمسح یده علیٰ رأس الیتیم رحمة له الا اعطاه الله بکل شعرة نوراً یوم القیامة"۔(۳)"کوئی ایسا بندہ نہیں جو کسی یتیم کے سر پر ترحم کے طور پر ہاتھ پھیرے مگر یہ کہ خداوند ہر بال کے بدلے قیامت کے دن اس کو

۱۔سفینۃ البحار،[چھاپ نجف] ج ۲ ص ۷۳۱؛تفسیر نور الثقلین ج ۵ ص ۵۹۷ حدیث ۲۳۔

۲۔بحار الانوار ج ۷۵ ص ۴ ۔

۳۔بحار الانوار ج ۷۵ ص ۴؛شرح من لایحضرہ الفقیہ ج ۱۲ ص ۲۴۹۔

ایک نور عطا فرمائے گا۔“

حصول جنت کے لئے انسان جن راستوں پر چل سکتا ہے بہت زیادہ ہیں ان میں سے ایک یتیم کی دیکھ بھال ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ: ”آپؐ نے فرمایا:

من عال یتیماً حتیٰ یستغنیٰ عنه، اوجب الله عز وجل له بذالک الجنة کما اوجب لآکل مال الیتیم ناراً“ ۔(۱) اگر کوئی شخص کسی یتیم کی اس حد تک کفالت کرے کہ وہ بے نیاز ہو جائے تو خداوند عالم اس کے لئے جنت واجب فرماتا ہے اور اسی طرح جو شخص یتیم کا مال کھائے اس کے لئے جہنم واجب فرماتا ہے۔

یتیم کی کفالت اور ترحم کیلئے خدا نے جو معین فرمایا ہے وہی اجر و ثواب اس شخص کے لئے بھی ہے جو یتیم کو پناہ دے۔ کنز العمال میں روایت ہے کہ: انّ فی الجنة داراً یقال لها دار الفرح لا یدخلها الا من فرح یتامیٰ المؤمنین (۲) بہشت کے اندر ایک جگہ ہے (یا ایک مکان ہے) جس کو دار الفرح کہتے ہیں اس جگہ میں (مکان) کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ملتی مگر ان افراد کو جو مومنین کے یتیموں کو پناہ دیں۔

حضرت علی علیہ السلام اور یتیم:

حضرت علی علیہ السلام کے القاب میں سے ایک ”ابو الارامل والایتام“ ہے یعنی یتیموں اور بیواؤں کے باپ۔ حضرت علی علیہ السلام کی متضاد صفات میں سے ایک یہ تھی کہ حضرت علی

۱۔ بحار الانوار ج ۹۷ ص ۴؛ روضۃ المتقین ج ۱۲ ص ۲۴۹، الفاظ میں کچھ تبدیلی کیساتھ ۔

۲۔ کنز العمال ج ۳ ص ۱۷۰، ش ۶۰۰۸۔

علیہ السلام اس شجاعت اور بہادری کے باوجود جب کسی ضعیف اور مظلوم و یتیم کے روبرو ہوتے تو اتنے مہربان، عطوف اور نرم دل ہو جاتے کہ اس شجاعت اور سختی کو بھول جاتے اور کوئی تصور نہیں کر سکتا کہ یہ شخص دشمنان خدا اور دین کے لئے اتنا سخت بھی ہوگا۔

بحار الانوار میں مناقب ابن شهر آشوب سے ایک قصہ منقول ہے جسے سن کر ہر خاص و عام خود بخود حضرت کی عظمت کے سامنے خضوع کرے گا اور اپنے سر کو آپؑ کی تعظیم کیلئے جھکا دے گا اور اس کا دل آپ کی محبت سے لبریز ہو جائے گا۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں: ''ایک دن حضرت علی علیہ السلام کا گزر کسی گلی سے ہوا۔ آپ نے ایک عورت کو دیکھا جو پانی کی مشک کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر جا رہی تھی آپؑ آگے گئے اور اس خاتون سے مشک لی اور اس کے مکان تک پہنچا دیا، راستے میں حضرت علی علیہ السلام نے اس خاتون سے اس کی زندگی کے احوال پوچھے تو اس نے کہا: علی ابن ابی طالب نے میرے شوہر کو حدات بھیجا جہاں وہ مارا گیا اب میں ہوں اور کچھ چھوٹے بچے، کوئی مال و دولت بھی نہیں، لوگوں کے گھر جا کر ان کے برتن اور کپڑے دھو کر بچوں کا پیٹ پال رہی ہوں، آپؑ نے اس خاتون کو کوئی جواب نہیں دیا اور چلے گئے اور تمام رات اس خاتون اور اس کے بچوں کی فکر میں گزار دی، جب صبح ہوئی تو آپ نے ایک ٹوکری میں کھانے کا کچھ سامان رکھا اور اس خاتون کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، جو بھی مولا کو سامان اٹھائے دیکھتا وہ مدد کی پیشکش کرتا آپ فرماتے: قیامت کے دن ہر شخص اپنے اعمال کا وزن اٹھائے گا جب اس خاتون کے دروازے پر پہنچے اور دق الباب کیا خاتون نے سوال کیا، کون؟ تو آپ نے فرمایا وہی شخص جس نے کل تیری مدد کی تھی اور پانی کی مشک لایا تھا، بچوں کیلئے کچھ کھانے پینے کا سامان لایا ہوں، خاتون نے دروازہ کھولا (اور خود سے کہا، عجیب نیک مرد ہے!!) اور کہا اے مرد خدا تم سے راضی رہے اور میرے اور علی ابن ابی طالب کے درمیان حکم کرے، اور کہا کہ اندر آؤ۔ آپ گھر میں داخل

ہو گئے اور خاتون سے کہا میں ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں تم آٹا گھوندو اور روٹی پکاو، میں بچوں کو بہلاتا ہوں یا تم بچوں کو بہلاؤ میں روٹی پکاتا ہوں، اس خاتون نے کہا نہیں میں روٹی پکانے میں ماہر ہوں بچوں کو بہلاؤ، حضرت بچوں کے ساتھ کھیلنے لگے اور ان کو اپنے زانوئے مبارک پر بٹھایا اور خرما، گوشت کھلاتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے کہ میرے بچو علیؑ کو بخش دو۔ جب خمیر تیار ہوا تو خاتون نے کہا تنور کے اندر آگ روشن کرو، حضرت نے تنور کو روشن کیا اور حرارت کے پاس اپنے چہرے کو لے جاتے اور فرماتے تھے یا علی چکھ لو یہی سزا ہے اس شخص کی جو یتیموں اور بیواؤں کو بھول جائے۔ اتفاقاً اسی دوران ہمسایہ سے ایک عورت اس خاتون کے گھر میں داخل ہوئی جو امیر المومنین کو پہچانتی تھی اس عورت سے کہا تم پرواہ ہو یہ مرد تو ہمارا مولا اور امیر المومنین علیہ السلام ہے جس سے تم خدمت کروا رہی ہو اس خاتون نے حضرت علی علیہ السلام سے معافی مانگنی شروع کی اور کہا؛ یا امیر المومنین! آپ نے مجھے شرمندہ کیا، مجھ سے جسارت ہوئی، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے بہن! میں تم سے شرمندہ ہوں کہ میں نے تمہارے بچوں کے حق میں کوتاہی کی ہے مجھے معاف کر دو۔ (۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۴۱ ص ۵۲۔

۱۱۔ دوسروں کو آزار واذیت دینے سے پرہیز کریں

خطبہ شعبانیہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: و من کفّ فیه شرّہ کفّ اللّٰہ عنه غضبه یوم یلقاہ" جو اس مبارک مہینہ میں کسی کو آزار دینے سے اپنے آپ کو روکے رکھے تو خدا قیامت کے دن اپنے غصہ سے اس کو محفوظ رکھے گا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس خطبہ شریف میں وظائف روزہ دار کو مفصل بیان فرماتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اس مہینہ میں کسی کو اذیت وآزار نہ پہنچائے بلکہ انسان کوشش کرے کہ نہ تنہا وہ کسی کو اذیت نہ دے بلکہ نیکی کرے اور ان کی مشکلات کو برطرف کرے اور لوگوں کے لئے خیر و برکت کا سرچشمہ بن جائے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام دعائے مکارم الاخلاق میں فرماتے ہیں: "و أجر للناس علیٰ یدی الخیر" خداوندا! میرے وسیلے سے لوگوں کو خیر و برکت پہنچا" اس خطبہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت سے چاہتے ہیں کہ وہ لوگوں کے لئے آزار واذیت کا سبب نہ بنے، معاشرہ میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لوگوں کے لئے مضر ہوتے ہیں کبھی وہ اس فعل قبیح میں اتنے سرگرم ہو جاتے ہیں کہ ان کو ضرر اور اذیت پہنچانے میں مزا آتا ہے خدا نہ کرے کہ انسان کے اندر ایسی حالت پیدا ہو کہ لوگ اس کے شر سے ڈرنے لگیں اور اس کی اذیت اور ضرر رسانی کی وجہ سے اس کا احترام کریں یا اس کو کچھ دیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "عن النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم قال: ألا انّ شرار امتی الذین یکرمون مخافة شرھم الا ومن اکرمه الناس اتّقاء شرّہ فلیس منّی (۱) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: میری

۱۔ بحار الانوار ج ۷۵ ص ۲۷۹ خصال ج ۱ ص ۱۰۔

امت میں بدترین اور پست ترین وہ ہیں جن کا لوگ خوف اور ان کے شر کی وجہ سے احترام کریں آگاہ رہو جس شخص کا لوگ اس کے آزار اور اذیت کی وجہ سے احترام کریں وہ مجھ سے نہیں۔''

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں: ''قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: شرّ الناس يوم القيامة الذين يكرمون اتقاء شرّهم' '(۱) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن بدترین افراد وہ ہوں گے جن کا احترام لوگ ان کے شر سے بچنے کے لئے کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں من خاف الناس لسانه فهو في النار (۲) جس شخص کی زبان سے لوگ خوف محسوس کریں وہ جہنمی ہے یعنی وہ شخص جس کی زبان سے لوگ ڈریں اس شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ لوگوں کو اذیت اور آزار پہنچانا اور ان پر ظلم اور ستم کرنا دنیا کا بدترین فعل ہے اور قیامت کے دن بدترین عذاب اس کا منتظر ہے حقوق الناس کے عذاب سے اپنے آپ کو بچانا حقوق اللہ سے بھی مشکل ہے کیونکہ حقوق اللہ میں خدا بندے کی توبہ کو قبول فرما کر اپنے حق سے دستبردار ہو جاتا ہے مگر حقوق الناس کو نہیں بخشتا مگر یہ کہ وہ شخص جس کے اوپر ظلم اور ستم ہوا ہے وہ خود معاف کر دے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ظلامة المظلومين يمهلها الله سبحانه ولا يهملها (۳) مظلوم پر ستم کرنے والے کو خدا مہلت دیتا ہے کہ اس مظلوم سے طلب بخشش کرلے اور

۱۔ بحار الانوار ج ۷۵ ص ۲۸۳؛ الکافی ج ۲ ص ۳۲۷۔

۲۔ بحار الانوار ج ۷۵ ص ۲۸۳۔ ۳۔ غرر الحکم ج ۲ ص ۴۷۷۔

اپنے آپ کو معاف کروائے۔ خدا اسے اہمال نہیں کرتا یعنی ظلم کرنے والے کو فرصت تو مل سکتی ہے کہ اس مظلوم سے طلب بخشش کرے مگر خدا اس کے مجازات در گزر نہیں کرسکتا پس ہمیں چاہئے کہ اس مبارک مہینہ میں ہم لوگوں کو آزار اور اذیت نہ پہنچائیں اور اپنے لئے خیر اور برکت کا راستہ کھلا رکھے۔

۱۲۔ غیبت سے اجتناب

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ شعبانیہ میں فرماتے ہیں: **واحفظوا السنتکم**: اپنی زبانوں کی حفاظت کرو یعنی غیبت، تہمت جھوٹ گالی گلوچ اور دوسری تمام برائیاں جو زبان سے ممکن ہیں ان سے پرہیز کرو۔ گوشت کے اس چھوٹے سے گول ٹکڑے سے گناہ و معصیت کا انجام دینا بہت آسان ہے۔ کیونکہ زبان سے صادر ہونے والے گناہ کسی خرچ و مقدمات کے محتاج نہیں ہیں اس کے ذریعہ ہر زمان و مکان بغیر کسی تکلیف اور تکلف کے گناہ کو انجام دے سکتے ہیں اور ان گناہوں میں سے ایک غیبت ہے۔ مگر غیبت اور جھوٹ دن ہو یا رات مسجد، امامباڑہ ہر جگہ ممکن ہے۔ تاجر ہو یا طالب علم، ہر طبقہ اس مرض میں مبتلاء ہے اور اکثراً افراد اس کو اہمیت نہیں دیتے ہیں اور اس کے حرام ہونے کو یاد نہیں رکھتے ان کو یہ یاد نہیں رہتا کہ یہ حرام ہے اور یہ بیماری خواتین اور مردوں کے درمیان مساوی ہے۔

غیبت کیا ہے؟:

فقہاء غیبت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: **"ذکرک اخاک بما یسوئه اذا یسمع"** اپنے دینی بھائی کی ایسی باتیں کرنا کہ اگر وہ سن لے تو ناراض ہو جائے، اگر چہ وہ بات سچ ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ اگر جھوٹ ہوگی تو یہ تہمت ہے جو غیبت سے بھی بدتر ہے حتی اس کے اندر کوئی جسمانی عیب ہو اور وہ اس بات پر راضی نہیں کہ وہ دوسروں کو بتایا جائے مثلاً گنجا، لنگڑا، بہرہ یا کانا ہوں، اور وہ راضی نہ ہو تو اگر کسی کو بتایا جائے تو یہ غیبت ہے اسی طرح صفات میں اگر کہا جائے کہ فلان

بداخلاق یا جھوٹا یا کنجوس ہے تو یہ سب کے سب غیبت ہے اور شرعاً ان کا کسی کو بتانا حرام ہے۔

روایات اور آیات میں غیبت کو اپنے مرے ہوئے بھائی کے گوشت کو کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خداوند عالم فرماتا ہے: ''**یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن انّ بعض الظن اثم ولا تجسّسوا ولا یغتب بعضکم بعضاً ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب الرحیم**(۱)

''اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو بعض بدگمانیاں یقیناً گناہ ہیں اور تجسس نہ کیا کرو اور تم میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم نفرت کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو اللہ یقیناً بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے''۔

ماہ مبارک رمضان میں غیبت کرنے سے اکثر روایات کے مطابق روزہ کی اہمیت اور ثواب میں کمی آجاتی ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''**قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: الصائم فی عبادۃ اللہ وان کان نائماً علیٰ فراشہ ما لم یغتب** (۲) روزہ دار عبادت الٰہی میں مشغول ہے اگرچہ وہ بستر پر سو رہا ہو جب تک وہ کسی کی غیبت نہ کرے جیسے ہی غیبت کا مرتکب ہو جائے گا وہ عبادت کے دائرے سے نکل جائے گا۔

علامہ شیخ محسن علی نجفی صاحب قبلہ اس آیہ شریفہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''غیبت گناہ کبیرہ ہے کیونکہ احترام آدمیت کے خلاف ہے، غیبت کی تعریف ہے: کسی کے

۱۔ سورہ حجرات آیہ ۱۲۔

۲۔ بحار الانوار ج ۵۷ ص ۲۴۹۔

پیٹھ پیچھے اس کی ایسی برائی بیان کرنا جس سے اس کا راز فاش ہو، اگر وہ برائی اس شخص میں موجود ہو تو یہ غیبت اور اگر موجود نہ ہو تو بہتان ہے جو غیبت سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے اسی طرح لوگوں کا راز ٹٹولنا بھی احترام انسانی کے خلاف ہے۔ اللہ نے اس کو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ اس میں دو باتیں مشترک ہیں۔ اول: تو یہ کہ یہ عمل ہتک اور بے عزتی کا باعث ہے۔ دوسری: بات یہ کہ مردہ اپنی لاش کی بے حرمتی کا دفاع نہیں کر سکتا، غیر موجود شخص بھی اپنی صفائی پیش نہیں کر سکتا، یہ عمل نفسیاتی لحاظ سے نہایت عاجز و ناتواں اور بے مایہ ہونے کی علامت ہے، سچ فرمایا مولائے متقیان علیہ السلام نے: "الغيبة جهد العاجز" غیبت کمزور شخص کی ایک لا حاصل کوشش ہے"۔ (١)

ماہ مبارک رمضان میں اگر کوئی غیبت کا مرتکب ہو جائے اسکی دعا اور مناجات کو خداوند عالم قبول نہیں فرماتا اور ماہ مبارک رمضان کے اجر و ثواب میں بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ: قال النبیؐ: "من اغتاب مسلماً او مسلمة لم يقبل الله صلاته ولا صيامه اربعين يوماوليلة الا ان يغفر له صاحبه وقال صلى الله عليه و آله وسلم: من اغتاب مسلماً فى شهر رمضان لم يوجر علىٰ صيامه (٢)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: اگر کوئی کسی مومن یا مومنہ کی غیبت کرے تو خداوند عالم اس غیبت کرنے والے شخص کی نماز اور روزہ کو چالیس دن تک قبول نہیں کرتا مگر یہ کہ جس

١۔ ترجمہ قرآن مجید، علامہ شیخ محسن علی نجفی ص ٥٠٨۔

٢۔ بحار الانوار ج ٧٥ ص ٢٥٨۔

کی غیبت کی گئی ہے وہ اس کو بخش دے اوراس کے بعد فرمایا: اگر کسی مومن کی غیبت ماہ مبارک رمضان میں کی جائے تو خداوند عالم اسے روزہ کا ثواب عنایت نہیں فرماتا۔''

غیبت کی مذمت میں اتنی تاکید کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غیبت کوزنا سے بھی بدتر قرار دیا ہے: قال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم: ''ايّاكم والغيبة، فانّ الغيبة اشدّ من الزنا ان الرجل قد يزنىٰ و يتوب فيتوب الله عليه، وانّ صاحب الغيبة لا يغفر له حتىٰ يغفر له صاحبه''. (۱)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم غیبت سے پرہیز کرو کیوں کہ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے اگر کوئی شخص زنا کرے اور توبہ کرے تو خدا اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے، جبکہ غیبت کرنے والا نہیں بخشا جائے گا مگر یہ کہ جس کی غیبت کی گئی ہے وہ اس کو بخش دے۔

﴿غیبت کے ریشے (غیبت کے عوامل)﴾

۱۔حرام زادگی:

دین اسلام کے نقطہ نظر سے حرام زادے کو مناصب معنوی میں سے کچھ کا حقدار نہیں ٹھہرایا گیا ہے جیسے امامت اور مرجعیت، کیوں کہ اس کی ذات کے اندر ایسی چیزیں موجود ہیں جو معاشرہ میں ظاہر ہو جائیں تو برے آثار مرتب ہونگے۔ جیسے دوسروں کے لئے برائی کا پسند کرنا، غیبت کرنا ،بدگوئی کرنا۔ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اجتنب الغيبة فانّها ادام كلاب النار ثم قال عليه السلام يا نوف كذب من زعم انه ولد من حلال وهو ياكل

۱۔ بحار الانوار ج ۷۵ ص ۲۲۲۔

اللحوم الناس بالغیبة الخبر" (۱) اے نوف! غیبت سے پرہیز کرو کیوں کہ غیبت جہنم کے کتوں کی غذا ہے، اس کے بعد فرمایا: اے نوف! وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ حلال زادہ ہے جبکہ غیبت کے ذریعہ لوگوں کا گوشت کھاتا ہے۔

۲۔ عجز و ناتوانی:

کچھ لوگ اپنے حریف کے روبرو ہونے اور بات کرنے سے ڈرتے ہیں اور ان کے سامنے آنے سے ناتوان ہیں لہٰذا اپنے آپ کو عاجز محسوس کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ایک اور طریقہ جنگ کے لئے اختیار کرتے ہیں اور وہ غیبت کا راستہ ہے اور اسی بارے میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "الغیبة جهد العاجز" (۲) غیبت ناتوان اور عاجز شخص کی ایک کوشش ہے کیوں کہ تنہا وہ وسیلہ جس کے ذریعہ ناتوان شخص اپنے دشمن سے انتقام لے سکتا ہے وہ غیبت ہے.

۳۔ نفاق:

انسان ایک دوسرے کا دوست ہے یا دشمن یا منافق، منافق شخص کا کردار اور رفتار اس کے گفتار کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا ظاہر میں دوست ہے اور باطن میں دشمن، سامنے تعریف کرتا ہے پیٹھ پیچھے تکذیب، اس کے سامنے اپنے آپ کو اس کا خیر خواہ دیکھاتا ہے اور اس کے پیچھے اس کا بدخواہ ہے اور غیبت کرتا ہے۔ یہ خصلت اس کے اندر نفاق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "غیبت منافق کی نشانی اور اس کی منافقت کی دلیل ہے" (۳)

۱۔ بحار الانوار ج ۷۵ ص ۲۴۸۔

۲۔ نہج البلاغہ حکمت ۴۵۳ ترجمہ فیض الاسلام۔

۳۔ الحکم ج ۲ ص ۶۵ ج ۶۷۱۔

﴿غیبت کا علاج﴾

اس کے منفی اثرات پر خاص توجہ دینا:

غیبت کے منفی آثار چاہے وہ دنیا میں اس پر اثر انداز ہوں یا آخرت میں اگر ان آثار پر انسان توجہ دے اور اپنی تنہا یا معاشرتی زندگی میں ان کو ظاہر کرے تو باعث بنے گا کہ وہ غیبت سے اجتناب کرے غیبت دنیا جدائی، جنگ وجدال اور دلوں کے درمیان فاصلہ اور محبتوں کا ختم ہونا کدورتوں کا بڑھنا اور عالم آخرت میں فشار قبر اور حسنات کا ختم ہونا ان چیزوں کو وہ سمجھ سکے تو اس کی کوشش ہوگی کہ جتنا ہو سکے غیبت سے اجتناب کرے۔

غیبت کے منفی اثرات

الف۔ثواب سے محروم ہونا:

احادیث میں موجود ہے کہ جو شخص رمضان کے مہینہ میں غیبت کرے گا تو اپنے روزہ کے ثواب سے محروم ہو جائے گا اس سلسلے میں روایات پہلے ذکر ہو چکی ہے۔

ب۔حسنات کا نابود ہو جانا:

غیبت کی وجہ سے انسان اپنے گذشتہ اعمال وحسنات سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا،عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال:یؤتی باحدٍ یوم القیامة یوقف بین یدی اللہ ویدفع الیہ کتابہ فلا یریٰ حسناتہ فیقول الٰھی لیس ھٰذا کتابی فانی لا اریٰ فیھا طاعتی فیقال لہ انّ ربک لا یضل ولا ینسیٰ،ذھب عملک باغتیاب الناس"۔(۱) پیغمبر اکرم صلی اللہ

ا۔بحار الانوار ج۷۵ص۲۵۸۔
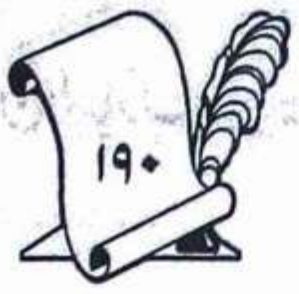
علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''قیامت کے دن ایک شخص کے ہاتھ میں اس کے نامہ اعمال کو دیا جائے گا تو وہ کہے گا خدایا: یہ میرا نامہ اعمال نہیں ہے کیوں کہ اس میں میرے حسنات (نیک کام) کا ذکر نہیں، خداوند عالم فرمائے گا: خدا بھولنے والا اور خطا کرنے والا نہیں ہے تمہارے نیک اعمال تمہاری غیبت کی وجہ سے نابود ہوگئے ہیں اور جس کی تو نے غیبت کی ہے اس شخص کے نامہ اعمال میں منتقل ہوگئے۔''

ایک اور روایت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: **الغیبة تاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب**''۔(۱) جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے اسی طرح غیبت نیک اعمال کو نابود کر دیتی ہے،

ج۔ سلب ایمان:

غیبت اور تہمت کے باعث انسان کا ایمان ضعیف ہو، یا بالکل ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''**اذا اتھم المومن اخاہ انماث الایمان فی قلبه کما ینماث الملح فی الما**'' (۲) جب کوئی مومن اپنے دینی بھائی کے اوپر تہمت لگاتا ہے تو اس کا ایمان اس کے دل میں اس طرح پگھل جاتا ہے جس طرح نمک پانی میں۔''

۲۔ غیبت کے بارے میں اسلام کے نظریات اور اقوال پر توجہ دینا

اسلام میں غیبت ایک بدترین صفت کے طور پر یاد کی جاتی ہے اور غیبت کرنے والے سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔ اسلام میں غیبت کو زنا سے بھی بدتر کہا گیا ہے، اور جہنم کے کتوں کی غذا سے تعبیر کی گئی، جب اس غیبت کرنے والے کو مذہب اسلام کے نظریات سے آشنائی ہو جائے گی تو اس کو

۱۔ بحار الانوار ج ۷۵ ص ۲۵۷۔ ۲۔ اصول الکافی ج ۲ ص ۳۰۲، ح ۱۶۳۵۹۔

خود بخود غیبت سے نفرت ہو جائے گی۔

۳۔ قیامت کے دن غیبت کرنے والے پر جو اثرات ہیں ان پر توجہ دینا

جب اس کو معلوم ہوگا کہ غیبت نہ صرف دنیا میں برے آثار رکھتی ہے بلکہ قیامت کے دن بھی اس کا نتیجہ برا ہے۔

بحار الانوار میں علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں: "اوحی اللہ عز وجل الیٰ موسیٰ ابن عمران انّ المغتاب اذا تاب فھو آخر من یدخل الجنة وان لم یتب فھو اول من یدخل النار" (۱) قیامت کے دن غیبت کے آثار میں سے ایک یہ ہے کہ غیبت کرنے والا اگر دنیا میں توبہ کر چکا ہو تو پھر بھی سب سے آخر میں بہشت میں داخل ہو اور اگر اس نے اپنے اس فعل سے توبہ نہ کی ہو تو سب سے پہلے جہنم میں داخل ہو۔" (غیبت کے علاج کے بارے میں مفصل مطالعہ کیلئے اخلاق سے مربوط کتابوں کی طرف مراجعہ کریں)

غیبت سننے والے کے فرائض

غیبت سننے والے کو اپنے فرائض سے آشنا ہوتے ہوئے حتیٰ المقدور ان کی رعایت کرنی چاہیے۔ غیبت سننے والے کے فرائض یہ ہیں:

۱۔ غیبت کرنے والے کو اس کام کے انجام دینے سے منع کرے، اور اس غیبت کے برے نتائج اور اس کے آثار سے آگاہ کرے۔

۲۔ غیبت سننے والے پر جس طرح لازم ہے کہ اس کو اس کام سے مطلع کرے اسی طرح اس پر یہ بھی لازم ہے کہ جس کی غیبت کی جا رہی ہو اس کا دفاع کرے اور اس کی حمایت کرے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ

۱۔ بحار الانوار ج ۷۵ ص ۲۲۲۔

علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:"من ردّ عن عرض اخیه المسلم وجبت له الجنة البتة" (۱) جو کسی مسلمان بھائی کی عزت وآبرو کی حمایت کرے اس پر جنت واجب ہے۔

ایک روایت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:"من ردّ عن عرض اخیه کان له حجاباً من النار". (۲) جو اپنے بھائی کی عزت وآبرو کی حفاظت کرے گا تو یہ فعل جہنم کی آگ اور اس کے درمیان پردہ بن جائے گا"۔ اسی طرح بہت ساری روایات میں ایسے شخص کی مذمت کی گئی ہے جو اس موقع پر دفاع نہ کرے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:"یا علیؑ من اغتیب عنده اخوه المسلم فاستطاع نصره فلم ینصره خذ له الله فی الدنیا والآخره". (۳)

اے علی! اگر کسی مومن بھائی کی کسی شخص کے سامنے غیبت کی جائے اور اس میں اتنی ہمت ہو کہ اسکی دفاع کر سکے اور وہ دفاع نہ کرے تو خدا اس کو دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل کرے گا۔

۳۔ اگر نہی از منکر بھی نہ کر سکے اور اس شخص کا دفاع بھی نہ کر سکے تو اس صورت میں اس غیبت سننے والے پر لازم ہے کہ فوراً اس جگہ کو ترک کرے ورنہ وہ بھی غیبت کرنے والوں میں شمار ہوگا۔

غیبت کا کفارہ

غیبت کرنے والا چاہتا ہے کہ اپنے اس پلید عمل سے پرہیز کرے اور غیبت سے توبہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ:

۱۔ غیبت کرنے سے خودداری کرے۔

۱۔ اصول کافی ج ۲ ص ۲۹۲۔ ۲۔ اصول کافی ج ۲ ص ۲۹۳۔
۳۔ اصول کافی ج ۲ ص ۲۹۱۔

۲۔اپنے گذشتہ انجام دیئے ہوئے عمل (غیبتوں) پر پشیمان ہو جائے اور ندامت کرے۔

۳۔جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس سے طلب مغفرت کرے اور اس کی رضایت کو حاصل کرے۔

۴۔جس کی غیبت کی گئی ہے وہ اگر انسان کی پہنچ سے دور ہو تو اس کے لئے استغفار کرے۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:''جب آپ سے سوال ہوا ما کفارۃ الاغتیاب؟ قال:یستغفر الله لمن اغتبه کلما ذکرته'' غیبت کا کفارہ کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے لئے استغفار کرے۔

فصل چہارم:

رمضان کے مہینہ کی مناسبتیں

☆ولایت عہدی امام رضا علیہ السلام

☆وفات حضرت ابو طالب علیہ السلام

☆رحلت حضرت خدیجہ علیہا السلام

☆پیمان برادری

☆ولادت حضرت امام حسن مجتبی علیہ السلام

☆ولادت امام محمد تقی الجواد علیہ السلام:

☆غزوہ بدر:

☆فتح مکہ:

☆شب قدر

☆نزول قرآن

☆شہادت حضرت علی علیہ السلام

☆اعتکاف

☆روز قدس

☆فطرہ

☆عید الفطر

ولایت عہدی امام رضا علیہ السلام

پہلی رمضان ۲۰۱ھ قمری

تاریخ کے گذرے ایّام میں ایک تاریخ امام رضا علیہ السلام کی ولایت عہدی ہے۔ جو سن ۲۰۱ ہجری قمری میں اول رمضان میں واقع ہے۔(۱)

مامون خلیفہ عباسی جو کہ سب سے زیرک اور چالاک تھا ان مشکلات اور خطرات سے جو اس کی حکومت کے لئے خطرہ لاحق تھا۔ ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اپنی حکومت کے وزراء سے صلاح ومشورت کرنے کے بعد اس بات پر اتفاق ہوا کہ امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے،، مرو ،، میں بلایا جائے اور حضرت امام رضا علیہ السلام کو مامون کا ولیعہد مقرر کیا جائے۔ اس کام میں وہ لوگ کچھ اہداف حاصل کرنا چاہتے تھے:

۱۔ امام علیہ السلام کو ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا۔

۲۔ امام علیہ السلام کے لئے جو نفوذ اور موقعیت معنوی حاصل تھی اس سے علویان کی طرف سے جو شورش اور مخالفت ہوئی اس پر قابو پانا۔

۳۔ امام رضا علیہ السلام کی شخصیت کی طرف سے جو خطرات ان لوگوں کے لئے تھے ان سے اپنے آپ کو بچانا۔

۴۔ اپنی حکومت کو مشروعیت دینا

۵۔ وہ رہبری اور امامت جو خدا کی طرف سے اہل البیت علیہم السلام کو حاصل تھی اسکو بدنام کرنا۔

مامون نے ان اہداف مذکورہ کو حاصل کرنے کے لئے امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے اپنے

....

۱۔ مسار الشیعہ ص ۲۷۔

دار الحکومت لے آیا۔ اور امام علیہ السلام جب مرو پہنچے تو آپکا زبردست استقبال کیا گیا۔ سب سے پہلے مامون کے بیٹے عباس نے امام علیہ السلام کے ساتھ ولیعہد کے عنوان سے بیعت کی۔ اس کے بعد دربار کے دوسرے افراد نے۔ امام علیہ السلام ایسی وضعیت میں گرفتار تھے کہ ولیعہدی کی قبولی کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ مگر امام علیہ السلام دل سے اس پر راضی نہیں تھے۔ اور آپ نے اپنے ایک ساتھی سے صراحتاً فرمایا: خدا گواہ ہے میں اس کام میں راضی نہیں تھا۔ مگر ولیعہدی اور اپنی موت کے درمیان میں واقع ہوا تھا اسی وجہ سے مجبوراً اسکو قبول کرنا پڑا۔ (۱) مسئلہ فقط امام علیہ السلام کی جان کا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ علویان اور آنحضرتؐ کے ساتھیوں کے لئے بھی خطرات تھے اور امام علیہ السلام کے لئے بھی کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا تھا۔ لیکن امام علیہ السلام نے اس ولیعہدی کو بغیر کسی شرط کے قبول نہیں فرمایا، بلکہ آپ نے شرط لگائی کہ میں نہ کسی قسم کا حکم دونگا اور نہ ہی کسی قسم کی نہی، نا ہی مفتی رہونگا اور نہ قاضی نہ کسی پوسٹ کے دینے یا عزل میں شراکت کرونگا۔

ان شرائط کے ذریعے مامون کی حکومت سے مشروعیت کو ختم کر دیا اور اپنے آپ کو بچا کر رکھا۔ اور سب کو سمجھا دیا کہ مجھے دنیا کی حکومت اور ولیعہدی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ مامون اس ڈیڑھ سال کے عرصے میں اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ان اہداف کو حاصل نہیں کر سکے۔ امام رضا علیہ السلام نے اپنی خاص سیاست اور تدبّر حکیمانہ کے ذریعے مامون کے تمام بچھائے ہوے جالوں کو ختم کر دیتے ہیں۔ اور مأمون ان اہداف تک نہیں پہنچ پائے۔ اسی وجہ سے مأمون مجبور ہوا کہ امام علیہ السلام کو شہید کر دے اور بالآخر ماہ صفر ۲۰۳ ہجری قمری میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور امام علیہ السلام کو زہر کے ذریعے شہید کر دیا۔ (۲)

۱۔ عیون الاخبار الرضاؑ ج ۲ ص ۱۳۶۔ ۲۔ الحیاۃ السیاسیۃ للامام الرضا علیہ السلام کی طرف رجوع کریں۔

۲۔وفات حضرت ابوطالب علیہ السلام (۷رمضان۱۰بعثت):

شیخ مفید قدس سرہ سے منقول ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاچا(عمّ محترم)اور حضرت علی علیہ السلام کے والد بزرگوار حضرت ابوطالب کا انتقال ۷رمضان بعثت کے دسویں سال میں ہوا۔حضرت ابوطالب وہ شخصیت ہیں جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ وسلم کا ساتھ(رسالت سے پہلے اور رسالت کے بعد)دیااور کسی بھی مشکل وقت میں آپ (ص) کوتنہانہیں چھوڑا۔اور قریش کی طرف سے موجود خطرات کا مقابلہ کیا اور پیغمبر اکرم (ص) کی تبلیغ اور ترویج دین اسلام کے لئے تشویق فرمائی(اذهب یابن اخی فقل ما احببت فو الله لا اسلّمک لشئی أبداً)اۓ میرے بھائی کے بیٹے جاؤاور جو جی میں آتا ہے کہوخدا کی قسم تمہارے لئے کسی بھی چیز سے دریغ نہیں کرونگا۔

حضرت ابو طالب نے بیالیس سال سے زیادہ پیغمبر اکرم (ص) کی حفاظت فرمائی اور حمایت کا بیڑا اپنے کاندہوں پر اٹھائے رکھا اور تبلیغ اور ترویج دین میں کسی بھی چیز کی مدد سے دریغ نہیں فرمائی۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:اگر ابو طالب کے ایمان کوترازو کے ایک طرف رکھاجائے اور تمام خلائق کے ایمان کودوسری طرف پھربھی ایمان ابوطالب بھاری ہوگا۔(۱) بلآخر یہ مہربان باپ بعثت کے دسویں سال میں رحلت فرماگئے اور مکّہ کے قبرستان ابوطالب میں دفن کئے گئے ۔(۲)پیغمبر اکرم (ص) حضرت ابوطالب کی رحلت پر بہت محزون اور ناراحت ہوئے۔اسی وجہ اور حضرت خدیجہ کی رحلت کی وجہ سے اس سال کو''عام الحزن'' کانام دیا۔

۱۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔منقول از رمضان در تاریخ ص ۴۸۔

۲۔فروغ ابدیت ج۱ص ۲۸۷۔

۳۔ رحلت حضرت خدیجہ علیہا السلام (دہم رمضان سال دہم بعثت)

حضرت خدیجہ بنت خویلد مکہ کی تمام عورتوں سے نجیب، عفیف، اور مالدار خاتون تھیں، جب آپ نے پیغمبر اکرم کے اوصاف اور کمالات سنے اور قریش کا سنا تو اپنی تمام ثروت آنحضرت کے حوالہ کردی۔ تا کہ آپ تجارت کر سکے۔ شام کے سفر تجارت سے واپسی پر جب آپ دونوں کی شادی ہوئی اس وقت پیغمبر اکرم ۲۵ سال کے اور حضرت خدیجہ ۴۰ سال کی تھیں۔

بعثت کے بعد حضرت خدیجہ وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول فرمایا اور اسلام کے اہداف کی پیشروی اور انکے حصول کے لئے پیغمبر اکرم کا ساتھ دیا۔ آپ نے اسلام کے لئے بہت زیادہ خدمات انجام دیں اور بہت مشکلات کو برداشت فرمائیں۔ اپنا تمام مال و دولت اور ثروت کو پیغمبر اکرمؐ کے حوالہ فرمایا تا کہ آپؐ جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ اسلام کی راہ میں قریش اور مکہ کی عورتوں کے زبان سے طرح طرح کی باتیں سننا پڑیں اور انکی بدزبانی اور شماتت پر صبر فرمایا۔ یہاں تک کہ جب آپ کو وضع حمل ہو رہا تھا تو کوئی عورت آپ کی مدد کے لئے حاضر نہ ہوئی۔ بلکہ آپ کو پیغام بھیجا کہ تو نے ہماری بات پر کان نہیں دھرا اور ایک یتیم کے ساتھ شادی کی جو ہماری شان اور اشرافیت کے ساتھ نہیں بنتی لہٰذا ہم تمہارے گھر نہیں آسکتے اور تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ (۱)

آپ تین سال تک شعب ابو طالب میں اقتصادی طور پر محاصرہ میں رہیں اور جب مشرکین پیغمبر اکرمؐ کو اذیت پہنچاتے آپ پیغمبر اکرمؐ کو گھر میں آرامش اور مداوا پہنچاتیں۔ حضرت خدیجہ پہلی مسلمان ہونے والی خاتون ہیں اور وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے نماز جماعت پیغمبرؐ کے ساتھ پڑی۔ (۲) حضرت خدیجہ ایمان کے ان مراتب تک پہنچی کی اطاعت الٰہی اور بندگی کی وجہ سے خداوند

۱۔ دلائل الامامۃ ص ۸۰۹۔ ۲۔ سیرت رسول اللہ ص ۱۱۶۔

عالم نے آپ کو دنیا کی چار سب سے بلند ترین مقام والی خواتین میں سے ایک شمار فرمایا۔
رسول خدا فرماتے ہیں:

خیر نساء العالمین اُربع :مریم بنت عمران ،وخدیجه بنت خویلد ،وفاطمه بنت محمدؐ ،و آسیه بنت مزاحم .

دنیا کی برترین خواتین چار ہیں۔ حضرت مریم، حضرت خدیجہؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت آسیہ(۱)

عن النبی صلی الله علیه و آله وسلم قال : کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا اربع،آسیه بنت مزاحم ،امرئةفرعون ،ومریم بنت عمران وخدیجه بنت خویلد و فاطمه بنت محمد صلی الله علیه و آله وسلم .

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں سے بہت سارے لوگ درجہ کمال تک پہنچے لیکن خواتین میں سے صرف چار کمال تک پہنچ سکیں۔ آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی)، مریم بنت عمران۔ خدیجہ بنت خویلد، اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲)

۲۵ سال پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زندگی کی اور ۶۵ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا اور مکہ کے قبرستان ابوطالب میں دفن ہیں۔ پیغمبر اکرم کو حضرت خدیجہ کے ساتھ بہت محبت تھی اور ہمیشہ آپ کو یاد فرماتے تھے اور آنسو بہاتے تھے۔ ہجرت کے بعد جب بھی حضرت خدیجہ کا ذکر ہوتا آپؐ منقلب ہو جاتے تھے۔ عائشہ سے منقول ہے کہ میں خدیجہ کی یاد سے خود کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نزدیک کرتی تھی۔ حضرت فرماتے ہیں: خدیجہ سے بہتر کوئی عورت میرے نصیب میں نہیں

۱۔ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۳۶۔

۲۔ تفسیر مجمع البیان ج ۱۰ ص ۳۲۰۔

آئی ۔ کیونکہ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب سب کفر اور شرک میں مبتلا تھے اس نے اپنی تمام دولت کو میرے اختیار میں رکھا وہ بھی ان سخت ترین شرائط میں جب مجھے بہت ضرورت تھی ۔ خدا نے مجھے ان سے ایسی اولاد نصیب فرمائی جو کسی اور بیوی سے نہیں ملی ۔ (۱)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت خدیجہ سے اتنی محبت تھی کہ وفات کے بعد بھی آپ کی عظمت ، بزرگی ، اور فداکاری کو یاد فرماتے تھے ۔ جب آپ کی کچھ زوجات نے اشکال کیا تو ان کے جواب میں فرمایا: خدیجہ نے اس وقت میری تصدیق کی جب تم لوگ انکار کر رہے تھے ۔ وہ اس وقت ایمان لائیں جب تم لوگ کافر تھے ۔ اور میری لئے اولاد دی جب تم لوگ عقیم تھے ۔ (۲)

حضرت خدیجہ کے افتخارات میں سب سے بڑا افتخار یہ ہے کہ آپ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی والدہ ہیں ۔ اور جب تک حضرت خدیجہ زندہ تھیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری شادی نہیں کی ۔

....

۱ ۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۸ ۔

۲ ۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۸ ۔

۴۔ پیمان برادری: ۱۲رمضان

ماہ مبارک رمضان کی مناسبتوں میں سے ایک مناسبت یوم المؤا خات ہے یعنی جس دن رسول خداؐ نے اعلان فرمایا کہ مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اور انکے درمیان اس پیمان کو باندھ دیا اور یہ اسلام کے امتیازات میں سے ایک ہے۔ کیونکہ اسلام دین برادری اور مساوات ہے۔ اسلام وہ دین ہے جس میں دین کے تمام افراد ایک گھر والوں کے حساب میں آتے ہیں۔ اسلام تفرقہ، نژاد پرستی، قوم پرستی، نیشنلیزم، ملی گرائی، اور قولی، ونسلی، قبیلہ ای، امتیازات کو نفی کرتا ہے۔ اور اس کے مقابلے میں جو وحدت اور یگانگی کے باعث بنے اس کا حکم دیتا ہے۔ اسی پروگرام کی وجہ سے پیغمبر اکرمؐ اپنے ہدف میں کامیاب ہوئے اور عرب کے اس جاہل جامعہ کو جو کینہ اور دشمنیوں سے بھرا ہوا تھا ایک محبت صمیمیت اور برادری کا جامعہ بنا سکے۔ خداوند فرماتے ہیں: (ان ھذہ امتکم امّۃ واحدۃ وانا ربّکم فاعبدون) (۱) یہ دستور، یہ قانون اور آئین، آئین واحد ہے (یعنی سارے مذاہب کے لئے ہے) اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس میری بندگی کرو۔

ابوذر غفّاری نے پیغمبر اکرمؐ کے سامنے جب ایک سیاہ غلام کے ساتھ محاکمہ ہو رہا تھا تو اس سیاہ غلام کو ''یابن السوداء'' (اے کالے کے بیٹے) سے مخاطب کیا تو پیغمبر اکرمؐ بہت سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: طفّ الصّاع طفّ الصّاع لیس لابنی البیضاء علی ابن السوداء فضل الّا بالتقوا اوعمل صالح۔ سب ایک جیسے ہو۔ سب ایک جیسے ہو کسی سفید کے بیٹے کو کالے کے بیٹے پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں ہے مگر یہ کہ وہ تقوا اور عمل صالح میں برتری رکھتا ہو۔ فوضع ابو ذر خدّہ علی الاّرض وقال للاسود قم فطأعلی خدیّ تکفیرا لہ عن قولہ.

۱۔ سورۃ انبیاء آیۃ ۹۲۔

ابوذر نے اپنی اس بات کے کفارہ کے طور پر چہرے کو زمین پر رکھا اور سیاہ غلام سے کہا اپنے پیر کو میرے چہرے (گال) پر ملو تا کہ میری اس بات کا کفارہ ہو۔(۱)

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: ''**المسلم اخ المسلم وحق المسلم علی اخیه المسلم ان لا یشبع ویجوع اخوه ولا یروی ویعطش اخوه. ولا یکتسی ویعری اخوه فما اعظم حق المسلم علی اخیه المسلم**''۔(۲)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، مسلمان بھائی کا حق اپنے مسلمان بھائی پر یہ ہے کہ وہ پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھا سکتا جبکہ اسکا بھائی بھوکا ہو۔اس کی تشنگی نہیں جائے گی جبکہ اسکا بھائی پیاسا ہو۔وہ کپڑا نہیں پہنے گا جبکہ اسکا بھائی ننگا ہو۔اسکے بعد امامؑ فرماتے ہیں مسلمان بھائی کا دوسرے بھائی پر کتنا بڑا حق ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے ان امور میں سے جو مسلمانوں کے درمیان محبت کے باعث بنتے ہیں ایک کام یہ بھی انجام دیا دو مسلمانوں کے درمیان عقد برادری پڑھا چنانچہ ہر دو مہاجر اور انصار کے درمیان صیغہ برادری کو منعقد کیا۔ایسے دو افراد کو جو تفکّر کے لحاظ سے ایک جیسے تھے آپس میں بھائی بنا دیا۔اور اس کام کی وجہ سے نہ فقط وہ دونوں متحد اور بھائی بنے بلکہ انکے گھر والوں، قبیلہ اور عشیرہ میں بھی اسکا اثر پڑا اور ان کے درمیان بھی رابطہ برقرار رہا۔پیغمبر اکرمؐ کا یہ اقدام سیاسی نقطہ نظر سے بھی اسلام کے فائدہ میں تھا اور اسلام کے لئے فائدہ مند تھا۔(۳)

تاریخ کے منابع سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ زمان پیغمبر اکرمؐ میں دو بار پیمان

۱۔روح الدین اسلامی ص ۲۸۹۔ ۲۔سفینۃ البحار ج ا ص ۱۳۔

۳۔رمضان در تاریخ آیۃ اللہ صافی ص ۸۶۔

برادری (صیغہ برادری) باندھا گیا۔ پہلی دفعہ مکہ میں ہجرت سے کچھ دن پہلے۔ پیغمبر اکرم نے اپنے ساتھیوں کے درمیان بھائی چارہ کا صیغہ پڑھا اور اصحاب کو دو دو کر کے بھائی بنایا۔

دوسری بار ہجرت کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان عقد اخوت کا انعقاد کیا اور ان کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔

اخوت اور برادری سے کیا مراد ہے؟

اخوت اور برادری کے بارے میں ایک روایت امام جعفر صادق سے منقولؑ ہے جو پہلے بیان ہوچکی۔ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: ''انما المؤمنون فی تراحمهم وتعاطفهم بمنزلة الجسد الواحداذا اشتکی منه عضو واحد تداعیٰ له سائر الجسد بالحمّی والسهر (۱) مومنین ترحم اور عواطف انسانی کے لحاظ سے جسد واحد جیسے ہیں۔ جب بدن کے کسی عضو کو درد ہو تو بدن کے تمام اعضاء اور جورح کو اس درد کا احساس ہوگا۔ اگر بدن کے ایک حصہ کو بخار کی گرماہٹ پہنچے تو سارا بدن اس کے ساتھ جلے گا۔ یعنی اگر ایک مسلمان جو افریقہ، ایشیاء، یا دنیا کے کسی نقطے میں زندگی بسر کرتا ہو اور وہ بھوک اور درد میں مبتلا ہو جائے یا اس دنیا سے چلا جائے تو ہم تمام مسلمانوں کو ذمہ داری کا احساس کرنا ہوگا اور اسکے درد اور تکلیف کا ہم کو بھی احساس کرنا ہوگا۔ وای ہو ہم پر!! کہ ہمارے ہی ملک میں ہمارے ہی شہر میں کوئی بھوک اور پیاس میں مبتلاء ہو!! اور ہمیں اس کی تکلیف اور درد کا احساس نہ ہو؛؛ کیونکہ اسلام بارڈر اور ملک کا قائل نہیں ہے۔ تمام مسلمان، جہاں بھی زندگی بسر کریں ایک پیکر اور ایک جسد کے مانند ہیں اور ایک دوسرے کے غموں میں شریک ہونا چاہیئے اور ایک دوسرے کا غم خوار ہونا چاہیئے۔

۱۔ سفینۃ البحار ج ۱ ص ۱۳۔

علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور پیغمبرؐ کا بھائی نہیں بن سکتا تھا:

جب سب انصار اور مجاہدین کے درمیان اخوّت برقرار ہوگی تو پیغمبرؐ کو چاہیئے کہ اپنے لئے بھی ایک بھائی کا انتخاب کرے تو سوائے حضرت علی علیہ السلام کے کوئی دوسری شخصیت اتنی صلاحیت کی حامل نہیں تھی کہ وہ پیغمبرؐ کا بھائی بنتا۔ لھذا پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے لئے بھائی کے طور پر چنا۔ خداوند نے وحی کے ضمن میں جو جبرئیل اور میکائیل پر نازل ہوئی فرمایا: **افلا کنتما مثل علی ابن ابی طالب اخیتبینه و بین محمد:(۱)**

آیا تم لوگ حضرت علی علیہ السلام کی طرح نہیں ہو اسی وجہ سے میں نے اسکے اور محمدؐ کے درمیان برادری قائم کی۔

۱۔ الغدیر ج ۲ ص ۴۸۔

۵۔ولادت حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

(ا)ولادت:

مشہور یہ ہے کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ۱۵رمضان کوہجرت کے دوسرے یا تیسرے سال مدینہ میں پیدا ہوئے۔کچھ نے تین شعبان بھی لکھا ہے کہ ظاہراً انہوں نے امام حسین علیہ السلام کی ولادت سے اشتباہ کیا ہے۔(۱) مرحوم شیخ عباس قمی شیخ مفید سے نقل فرماتے ہیں:ولد ابو محمد علیہ السلام بالمدینہ لیلۃالنصف من شھر رمضان سنۃ ثلاث من الھجرہ. ابومحمد سال سوم ہجری میں ۱۵رمضان کی رات کومدینہ میں متولد ہوئے (۲)

کشف الغمہ میں فرماتے ہیں:اصحّ ما قیل فی ولادتہ ،انّہ ولد بالمدینہ فی النصف من شھر رمضان سنہ ثلاث من الھجرہ (۳)

عن الرضا عن آبائہ عن علی ابن الحسین علیہ السلام عن اسماء بنت عمیس قالت قبلت جدّتک فاطمہ علیھا السلام بالحسن والحسین علیھما السلام .فلما ولد الحسن علیہ السلام جاء البنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال:یا اسماء ھاتی ابنی فدفعتہ الیہ فی خرقۃ صفراء فرمی بھا البنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال :یا اسماء ألم أعھد أليكم أن لاتلفّوا المولود فی خرقۃ صفراء فلّففتہ فی خرقۃ بیضاء فدفعتہ ألیہ فأذن فی اذنہ الیمنی وأقام فی الیسرای ثم قال لعلی بایّ شیئی سمّیت ابنی ھذا قال علی علیہ السلام :ما کنت لاسبقک

۱۔جنات الخلود ص۲۰۔ ۲۔سفینۃ البحار ج اص۲۵۳،بحار الانوار ج۹۳ص۲۵۰۔

۳. کشف الغمہ ج اص۵۱۴۔

باسمه یارسول الله وقد کنت أحب ان أسمّیه حربا. فقال النبی صلی الله علیه وآله وسلم :وأنالا أسبق باسمه ربّی عزّوجل .فهبط جبرئیل وقال العلّی الاعلی یقرئک السّلام ویقول علی منک بمنزلة هارون من موسی ولا بنی بعدک .فسم ابنک هذا باسم ابن هارون .فقال النبیؐ وماسم ابن هارون یا جبرئیل ؟قال.شبّر .فقال النبیؐ لسانی عربیّ قال جبر ئیل سمّه الحسنؑ قالت اسماء فسمّاه الحسن علیه السلام فلمّا کان یوم سابعه عقّ عنه النبیؐ بکبشین أملئحین .فأعطی القابلةفخذ کبش ودیناراًوحلق رأسه وتصدّق بوزن الشعر ورقاً وطلی رأسه بالخلوق.(۱)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اسماء بنت عمیس سے نقل فرماتے ہیں:اسماء کہتی ہیں: میں حضرت امام حسن اورامام حسین علیہما السلام دونوں کی ولادت کے وقت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی دایہ تھی۔جس وقت حضرت امام حسنؑ کی ولادت ہوئی رسولؐ خداتشریف لائے اور فرمایا:اسماء میرے بیٹے کولاؤ۔میں نے امام حسنؑ کوایک پیلے رنگ کے کپڑے میں لپیٹ کر پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیا۔پیغمبرؐ نے پیلے رنگ کے کپڑے کواتارااوراسماء سے فرمایا کہ میں نے منع کیا تھااس رنگ کے کپڑے میں بچے کو لپیٹنے سے۔اسکے بعد سفید کپڑے میں بچے کو رکھا۔پیغمبرؐ نے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھی۔اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:اس کا کیا نام رکھا ہے حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا: بچہ کی نام گزاری میں آپ پر سبقت حاصل کرنا نہیں چاہتا ہوں۔مگر میں چاہتا تھا کہ حرب نام رکھوں۔رسولؐ خدا نے فرمایا: میں بھی اپنے خداپراس بچے کے نام رکھنے میں پہل نہیں کرونگا۔اس کے بعد جبرئیلؑ نازل

۱۔ بحارالانوار ج۴۳ص۲۳۸۔

ہوے اور فرمایا: یا محمدؐ خداوند آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ علی کی نسبت تمہارے لئے ہارون کی نسبت موسی کے لئے ہے فقط یہ کہ تمھارے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں نے اس بچے کا نام ہارون کے بیٹے کا نام رکھا۔ حضور نے سوال فرمایا: ہارون کے فرزند کا کیا نام تھا؟ جبرئیل نے کہا، شبّر حضور نے فرمایا: میری زبان عربی ہے۔

جبرئیل نے کہا: حسن۔ پس امام کا نام حسن رکھا گیا۔ جب سات دن گزر گئے تو پیغمبر اکرمؐ نے دو موٹے بھیڑ (گوسفند) سے امام حسنؑ کا عقیقہ فرمایا اور ایک ران اور ایک دینار دایہ کو دیا۔ اور اس کے بعد بچے کا سر منڈوایا اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ دیا اور سر پر خوشبو لگائی۔

اس روایت سے چند مطالب کا استفادہ کیا جاتا ہے:

۱۔ پیلے رنگ کے کپڑے صحیح نہیں ہیں شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اس میں کالے کپڑے کی طرح معلوم نہیں ہو تا کہ یہ کپڑا میلا ہوا ہے یا نہیں۔ سفید کپڑے کے برخلاف۔

۲۔ مستحب ہے کہ بچہ جیسے ہی دنیا میں آئے اسکے کانوں میں اذان اور اقامت کہی جائے تا کہ سب سے پہلے جو آواز اس کو سنائی دے خدا اور رسولؐ کے نام ہو۔

۳۔ بچہ کا نام رکھنا بہت مہم ہے۔ بچہ کے لئے ایک مناسب اور اچھے نام کا انتخاب کرنا چاہئیے لہٰذا اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرمؐ سے مشورہ کئے بغیر بچہ کا نام نہیں رکھا اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی خدا سے اجازت لئے بغیر بچہ کا نام انتخاب نہیں فرمایا۔ اولاد کے حقوق میں سے ایک جو والدین کی گردن پر ہے وہ یہ ہے کہ اسکے لئے ایک نیک نام کا انتخاب کریں۔ (ان یحسن اسمه)

۴۔ مستحب ہے ساتویں دن بچہ کے لئے عقیقہ کریں روایات میں عقیقہ کے بارے میں بہت تاکید ہے۔ عقیقہ بچہ کی سلامتی کا باعث بنتا ہے۔

۵۔ مستحب ہے ساتویں دن بچہ کا سر منڈوایا جائے ۔ روایات میں کلمہ حلق استفادہ ہوا ہے جسکا معنی

بلیڈ چلانا ہے نہ کہ مشین کے ذریعے بال چھوٹے کئے جائیں۔

۶۔ بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا جائے۔

۷۔ بچہ کو خوشبو لگایا جائے

(۲) امام حسن علیہ السلام کے القاب اور کنیہ

امام حسن علیہ السلام کے القاب: سید، مجتبیٰ، سبط، ولی، طیّب، زکی، تقی ہیں، پیغمبر اکرمؐ نے آپؑ کو ابی محمد کے کنیۃ سے نوازا ہے(۱)

(۳) امام حسن علیہ السلام ایک سال کی عمر میں:

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا حضرت امام حسنؑ کے ساتھ بہت پر معنی کلمات سے تکلم فرماتی تھیں۔ بحار الانوار میں روایت کی ہے کتاب ابن البیع سے کہ زمخشری سے منقول ہے: وکانت فاطمہ علیها السلام ترّقص ابنها حسناً علیه السلام وتقول: اشبه اباک یا حسنؑ واخلع عن الحق الرسن واعبد الهاً ذا منن ولاتوال ذا الاحسن. (۲) حضرت فاطمہ علیہا السلام اپنے بیٹے حسنؑ کے ساتھ کھیل رہی تھیں اور فرما رہی تھیں: عزیزم حسنؑ تم کو والد امیر المؤمنین کی طرح ہونا چاہیے۔ حق کے ہاتھ اور پیروں سے تجھے رسی کو کھولنا پڑے گا (یعنی آزادانہ حق پر عمل کرنا پڑے گا) فقط خدا کی عبادت کرو کیونکہ خدا ہی نعمتوں کا مالک ہے۔ اہل کینہ اور دشمنی رکھنے والوں کے ساتھ دوستی مت رکھنا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ بہت محبت فرماتے تھے اور امام کے بچپن سے ہی

۱. رمضان در تاریخ۔ ایت اللہ صافی گلپایگانی ص ۹۸۔

۲. بحار الانوار ج ۴۳ ص ۲۸۶، تذکرۃ الخواص ص ۱۷۷۔

رسول اکرمؐ نے اس بات کا اعلان فرمایا اور دوسروں کو بھی تلقین فرمائی۔

بحار الانوار میں روایت ہے۔ ابی یوسف نقل کرتے ہیں ایک شخص بنام مرزد سے: قال سمعت ابا هريره يقول سمع اذناى هاتان وبصر عيناى هاتان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وهو آخذ بيديه جميعاً بكتفى الحسن والحسين عليهما السلام وقد ما هما على قدم رسول اللهؐ ويقول :ترق عين بقه قال : فرقا الغلام ،حتى وضع قدميه على صدر رسول اللّه ثم قال : افتح فاک ثم قبّله ثمّ قال : اللهم احبه ،فانى احبه اللهم انى احبه فاحبه واحب من يحبه . (ا)

میں نے ابو ہریرہ سے سنا کہ ابو ہریرہ کہہ رہا تھا کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے سنا ہے اور اپنی ان دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسول خدا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حسن اور حسین کو کاندھوں سے پکڑ رکھا تھا اور ان کے پیر رسول خداؐ کے پیروں پر تھے۔ اس کے بعد امام حسن سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: میرے عزیز بیٹے! اوپر چڑھو امام حسن اوپر کی طرف جانے لگے یہاں تک کہ امام کے پیر سینہ رسول خداؐ تک پہنچ گئے اس کے بعد پیغمبر نے امام حسن سے فرمایا: اپنا منہ کھولو۔ اس کے بعد امامؑ کا بوسہ لیا اور فرمایا: خدایا میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔ خدایا جو ان سے محبت کرے تو ان سے بھی محبت فرما۔

اس روایت میں پیغمبر اکرم صلی علیہ وآلہ وسلم حسنین علیہما السلام کے ساتھ کھیل بھی رہے تھے اور ساتھ ساتھ ان سے محبت کا اظہار بھی فرما رہے تھے۔ اور دعا بھی، تا کہ دوسرے لوگ بھی حسنین علیہما السلام سے محبت کریں۔

ا۔ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۲۸۶۔

۴۔امام حسن علیہ السلام سات سال کی عمر میں:

امام حسنؑ سات سال کی عمر میں مسجد نبوی میں پیغمبر اکرم صلی علیہ وآلہ وسلم کے اوپر نازل ہونے والی آیات کو سنا کرتے تھے اور ان کو حفظ فرماتے اور اس کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں جو کچھ حفظ کیا تھا اس کو سناتے تھے۔ جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام مسجد سے واپس آتے اور حضرت زہراؑ سے آیات کو سنتے تو سوال فرماتے کہ کہاں سے سنا ہے؟ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے فرمایا: تیرے بیٹے حسن کی زبانی۔ایک دن حضرت علی علیہ السلام مسجد سے جلدی واپس آئے اور پردے کے پیچھے چھپ گئے امام حسنؑ علیہ السلام جب واپس آئے اور چاہا کہ آیات کی تلاوت کریں تو انجام نہیں دے سکے اور زبان لڑکھڑانے لگی۔اپنی والدہ سے عرض کیا کہ: **یا اما لا تعجبین فان کبیراً یسمعنی فاسماعه قد اوقفنی** ۔ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا **:یا اما قل بیانی و کلّ لسانی لعل سیداً یرعانی** ۔والدہ محترمہ میری زبان ساتھ نہیں دے رہی ہے اور مجھ سے میرے بیان کو لے لیا گیا ہے شاید کوئی بڑی شخصیت میرے اوپر نظر رکھی ہوئی ہے۔اس کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔امام علی علیہ السلام پردے سے باہر آئے اور آپ کو گود میں اٹھایا اور پیار کیا اور اسکے بعد جب حضرت علی علیہ السلام باہر نکل گئے تو امام حسن علیہ السلام نے والدہ کو آیت سنائی۔(۱)

۵۔امام حسن علیہ السلام کی عبادت:

مناقب اور روضۃ الواعظین میں اس طرح منقول ہے: **ان الحسن ابن علیؑ کان اذا توضأ ارتعدت مفاصله واصفر لونه . فقیل له فی ذالک فقال حق علی کل من وقف بین یدی رب العرش ان یصفر لونه وترتعد مفاصله وکانؑ اذا بلغ باب**

ا۔بحار الانوار ج ۴۳ ص ۳۳۸۔

المسجد رفع رأسه ویقول الٰهی ضیفک بابک یا محسن قد اتاک المسیء فتجاوز عن قبیح ما عندی بجمیل ما عندک یا کریم .(۱)

حضرت امام حسن علیہ السلام وضو فرماتے تھے تو آپ کے اعضاء و جوارح میں لرزہ طاری ہو جاتا اور آپ کا رنگ پیلا پڑ جاتا اور جب آپ سے اس کی علت معلوم کی جاتی تو آپ فرماتے: شائستہ ہے کہ جب بھی کوئی انسان پروردگار کے عرش کے قریب ہو جائے تو اس کا رنگ پیلا پڑے اور اس اعضاء میں لرزہ ہو۔ اور جب بھی امام حسن علیہ السلام مسجد کے دروازہ پر پہنچتے تو سر کو آسمان کی طرف بلند فرماتے اور فرماتے تھے خداوندا! آپ کا مہمان آپ کے دروزہ پر آیا ہے۔ اے خدائے کریم تیرا گنہگار بندہ تیرے دروازے پر آیا ہے پس اپنی اچھائی اور بزرگواری کے ذریعے اس کی برائی سے صرف نظر فرمایا، یا کریم۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ان الحسن ابن علیؑ حجّ خمسة و عشرین حجّة ماشیاً وقاسم اللّٰه تعالیٰ ما له مرتین .(۲)

امام حسن علیہ السلام نے ۲۵ پیادہ حج انجام دیے ہیں اور اپنے تمام اموال کو دو مرتبہ راہ خدا میں تقسیم فرما چکے ہیں۔

ابو نعیم اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں امام محمد باقرؑ سے نقل فرماتے ہیں: قال الحسن علیه السلام: انیّ لا یستحی من ربی ان القاه ولم امش الی بیته ،فمش عشرین مرّة من المدینه علی رجلیه ،،(۳)

۱۔ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۳۳۹، مناقب ج ۴ ص ۱۴۔

۲۔ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۳۳۹۔ ۳۔ اوصاف روزہ داران ص ۱۲۸۔

میں خدا سے شرمندہ ہوتا ہوں کہ اسکی ملاقات کو جاؤں اور پیدل چل کر اسکے گھر نہ جاؤں اسی وجہ سے امام حسن علیہ السلام نے بیس سفر مدینہ سے مکہ تک کا سفر پیدل طے فرمایا۔

امام حسن علیہ السلام کے معجزات:

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: امام حسن علیہ السلام ایک دفعہ حج سے واپسی کے موقع پر مکہ سے مدینہ کی طرف سفر کر رہے تھے (اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن علیہ السلام حج سے واپس مدینہ تک بھی پیدل سفر فرماتے تھے) پیدل سفر کی وجہ سے آپؑ کے پیروں میں سوجن ہوئی۔ بعض صحابہ نے آپؑ سے عرض کی کہ بہتر ہے آپؑ گھوڑے پر سوار ہو جائے تا کہ آپ کے پیروں کے سوجن ٹھیک ہو جائے۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: ہر گز نہیں اما جب ہم منزل (پڑاو) سے نزدیک ہو جائیں تو ایک کالے آدمی کو دیکھو گے جس کے پاس ایک قسم کا تیل ہے اور وہ اس سوجن کے لئے اچھا ہے اس سے خرید لینا اور اسکے ساتھ قیمت میں بحث مت کرنا۔ کچھ صحابہ نے عرض کی ابھی تو کوئی ایسی جگہ یا منزل دکھائی نہیں دے رہی کہ وہ اس دوائی کو بیچے۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: کیوں نہیں ایسی جگہ آئے گی۔

تھوڑی دیر چلنے کے بعد اچانک وہ کالا آدمی دکھائی دیا جسکے بارے میں امامؑ نے فرمایا تھا وہ سامنے سے آ رہا تھا۔ امامؑ نے فرمایا اس کالے شخص سے دوائی خرید لو اور اسکی قیمت ادا کرو۔ اس کالے شخص نے پوچھا: یہ تیل کس کے لئے چاہئے؟ تو اس کو جواب دیا گیا: حسن ابن علی ابن ابیطالب علیہما السلام کے لئے اس نے کہا مجھے امام حسن علیہ السلام کے پاس لے چلو۔ اس شخص نے امام حسن علیہ السلام سے عرض کی: یابن رسول اللہ: میں آپکے چاہنے والوں میں سے ہوں مجھے اس دوائی کی قیمت نہیں چاہیئے لیکن میرے لئے دعا کریں تا کہ مجھے ایک سالم فرزند عطا فرمائے اور آپ اہل البیت علیہم السلام کے چاہنے والوں میں سے ہو کیونکہ جب میں آ رہا تھا تو میری بیوی زایمان (وضع حمل) کے درد میں مبتلا تھی۔ امام حسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا: اپنے گھر کو لوٹ جا تیری بیوی سے خداوند عالم نے تیرے لئے ایک سالم بیٹا دیا ہے۔ وہ شخص فوراً اٹھا اور جب گھر پہنچا تو دیکھا اس کی بیوی

فارغ ہو چکی ہے اور اس کا فرزند سالم ہے۔ وہ کالا شخص دوبارہ امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں لوٹ آیا اور آپ کا شکریہ ادا کیا۔ امام حسن علیہ السلام نے بھی وہ دوا اپنے پاؤں پر ملی اور ابھی آپ کھڑے بھی نہیں ہوئے تھے آپ کے پیروں کی سوجن ٹھیک ہو گئی۔(۱)

بصائر الدرجات میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے: قال خرج الحسن ابن علی علیهما السلام فی بعض عمره ومعه رجل من ولد الذبیر کان یقول بامامتة قال منزلو فی منهل من تلک المناهل تحت نخل یابس قد یبس من العطش ففرش للحسن علیه السلا م تحت نخلة وفر ش للزبیر بحذا ه تحت نخلة أخری قال فقال الزبیر ورفع رأسه لو کان فی هذا النخل رطب لأکلنامنه فقال له الحسن علیه السلام :وانک لتشتهی الرطب؟قال نعم فرفع الحسن علیه السلام یده السماء فدعا بکلام لم یفهمه الزبیریّ فاخضرت النخلة ثم صارت ألی حا لها فأورقت وحملت رطبا قال :فقال له الجمّال الذی اکترو امنه :سحرو الله ،قال :فقال له الحسنؑ ویلک لیس بسحر ولکن دعوۃابن النبی مجابة.قال :فصعدوا ألی النخلة حتی صرمو ممّاکان فیها ما کفاهم(۲)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک عمرہ کے سفر میں امام حسن علیہ السلام مکہ کی طرف مشغول سفر تھے۔ آپؑ کے ساتھ زبیر کی اولاد میں سے ایک فرد (جو آپؑ کی امامت کی قائل تھا) تھا۔ استراحت کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب ہوا جہاں پر خرما کے درخت گرمی کی شدت اور

۱۔ اصول کافی ج۱ ص۴۶۲، بحار الانوار ج۴۳ ص۳۲۴، مناقب ج۴ ص۷۔

۲۔ بحار الانوار ج۴۳ ص۳۲۳، اصول کافی ج۱ ص۴۶۲۔

پیاس کی وجہ سے خشک پڑ گئے تھے۔خرما کے ایک خشک درخت کے نیچے آپؑ کے لئے بیٹھنے کا انتظام ہوا۔اس زبیری نے اپنے سر کو اٹھایا اور کہا ان خرما کے درختوں میں خرما ہوتے تو ہم کھاتے۔امام حسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا: آیا خرما کھانا چاہتے ہو؟ عرض کی: جی ہاں امام حسن علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں کو آسمانوں کی طرف بلند فرمائے اور دعا فرمائی جو اس زبیری کے سمجھ میں نہ آسکی۔امام علیہ السلام کی دعا کے بعد خرما کا درخت سبز ہوا (اسطرح کہ پہلے کبھی خشک تھا ہی نھیں) اور اس پر پتے اور خرما اگ آیا۔اونٹ والا (جس سے اونٹ کرایہ پہ حاصل کیے تھے) کہنے لگا واللہ یہ جادو ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: وای ہو تم پر: یہ جادو نہیں ہے یہ پیغمبر اکرم صلی علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کی دعا ہے جو مستجاب ہوئی ہے۔اس کے بعد اس خرما کے درخت سے سب کی ضرورت کے مطابق خرما چن کر لے آئے۔

۶۔ولادت حضرت امام محمد تقی الجواد علیہ السلام:

شیخ مفید رضوان اللہ تعالی علیہ کے قول کے مطابق ولادت باسعادت امام محمد تقی علیہ السلام ۱۵رمضان ۱۹۵ھجری ہے۔(۱)

امام محمد تقی علیہ السلام کی شخصیت اور عصمت اور کرامات بہت زیادہ ہیں۔اور علماء نے کتب حدیث اور تراجم میں مفصل بیان فرمایا ہے۔جب ابھی امام جواد علیہ السلام کی عمر ۱۵سال سے زیادہ نہیں تھی تو امام رضا علیہ السلام آپ کی امامت کے معترف تھے اور امام محمد تقی علیہ السلام کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے اور فرماتے تھے انا لہ عبد۔میں اسکا بندہ ہوں۔(۲)

۱۔مسار الشیعہ ص ۲۸۔

۲۔اصول کافی ج ۱ ص ۳۲۲، تنقیح المقال ج ۲ ص ۷ ۲ و ص ۲۳۷۔

امام محمد تقی علیہ السلام تمام اماموں سے کم عمری میں منصب امامت پر فائز ہوئے اور آپ کی عمر چھبیس سال تھی کہ آپ کو شہید کر دیئے گئے۔

ماہ مبارک رمضان میں آپ کی ولادت کے بارے میں شیخ مفید کے علاوہ کسی نے ذکر نہیں کیا ہے۔اور اسی لیئے ہم نے بھی اس کو بطور تبرک پیش کیا ہے۔

۷۔غزوہ بدر

غزوہ بدر ہجرت کے دوسرے سال میں سترہ یا انیس رمضان کو واقع ہوا ہے جنگ بدر کی قیادت پیغمبر اکرمؐ فرمارہے تھے۔اس جنگ میں مسلمانوں کی کامیابی جوکہ توحید کے پرچم تلے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرپرستی میں ہورہی تھی ۔اسلام کی باعظمت اور اہمیت والی کامیابی اور تاریخ اسلام کے نافراموش وقایع میں سے ہیں۔

اس جنگ میں مشرکین جنگی اسلحہ اور مہارت کے لحاظ سے مسلمانوں پر حاوی اور بھاری تھے۔ان کے افراد کی تعداد مسلمانوں کے تین برابر تھی۔

سپاہ اسلام کی اس جنگ میں کامیابی اسلام کے آیندہ کے لئے بہت ارزش اور خاص اہمیت حاصل ہے۔اوراسلام کی تاریخ کے راستے کومشخص کرنے کے لئے اس جنگ کا بہت دخل ہے۔یہ جنگ تمام واقع ہونے والی جنگوں کی ماں ہے۔اس جنگ میں کامیابی نے دین الہی اور جھان اسلام میں ایک خاص روح پھونک دی اوراس جنگ کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعافرمائی: **اللھم ھذہ قریش قد اقبلت بخیلا ئھا ،وفخرھا تحادّک وتکذب رسولک اللھم فنصرک الذی وعدتنی اللھم احسنھم الغداۃ(۱)**

خدایا: یہ قبیلہ قریش ہیں جوتکبر اور تفاخر کی وجہ سے تیرے ساتھ مقابلہ کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔اور تیرے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ خدایا: وہ نصرت جسکا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہاں ہے؟ خدایا صبح ان پر اپنی نیکی اور مدد کونازل فرما۔

ایک اورحدیث میں ہے کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی کثرت کو

۱۔سیرہ ابن ہشام ج۲ص۲۶۰۔

دیکھا اور مسلمین کی قلت کو۔قبلہ رخ ہوے اور خدا سے عرض کی: **اللّھم انجزلی ما وعدتنی اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض** (۱) خداوندا: جس چیز کا مجھ سے وعدہ فرمایا اس کو ادا فرما۔خدایا: اگر یہ گروہ ختم ہوگیا تو روئے زمین پر کوئی عبادت کرنے والا نہیں ہوگا۔اور اتنی دیر تک اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کے رکھا کہ آپ کی عبا آپ کے دوش مبارک سے گرگئی ۔

مسلمانوں نے صبر واستقامت اور پایداری کے ساتھ جہاد کیا اور اپنی خالص نیتوں کو اور اپنے سچے دین کو آشکار فرمایا اور خدا نے بھی انکی نصرت فرمائی اور اس جنگ میں کامیابی حاصل ہوئی ۔اور یہ جنگ باعث بنی کہ دین اسلام پہلے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلے اور لوگ زیادہ سے زیادہ دین اسلام کی طرف آنے لگے۔

قرآن اور غزوہ بدر:

اس غزہ اور اس میں خدا کی نصرت اور تائید الٰہی کے بارے میں قرآن میں چالیس آیتیں ہیں ۔جو اس جنگ کی تائید کرتی ہیں ۔اور ان آیات میں وہ غیبی عنایتوں کا ذکر ہے جنکو خدا نے نازل فرمایا ہے۔سورۃ آل عمران ،نساء، انفال، حج، ان سوروں میں اس جنگ کا ذکر ہے۔

سورہ انفال کی آیت نمبر ۴۱ میں خداوند عالم نے اس دن کو یوم الفرقان کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ **وما أنزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان** (۲) اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے فیصلے کے روز جس دن دونوں لشکر آمنے سامنے ہو گئے تھے، اپنے بندے پر نازل کی تھی۔

۱۔مجمع البیان ج ۴ ص ۵۲۵ ، بحار الانوار ج ۱۹ ص ۲۲۱۔

۲۔سورہ انفال آیہ ۴۱۔

اس دن کو خدا نے یوم الفرقان کے نام سے اس لئے یاد فرمایا ہے کہ یہ وہ دن ہے جس دن حق اور باطل میں پہچان ہوئی اور ظاہر اور واضح ہو گیا کہ حق کیا ہے اور باطل، مشرک اور بت پرستی کیا ہے۔ روشن ہو گیا کہ توحید اور خدا پرستی حق ہے شرک اور بت پرستی باطل ہے۔

پس بدر کا دن یوم الفرقان ہے۔ کیونکہ آج ہی کے دن اسلام کے دو عصر اور دو وقتوں میں بھی جدائی کا دن ہے۔ ایک وقت اس جنگ سے پہلے کا زمانہ تھا جس میں مسلمانوں نے اپنے صبر، تحمل اور بردباری اور وقت کا انتظار اور تیاری پر گزارا تھا۔ یہ مکہ کے ابتدائی ایام تھے۔ جو تازہ مسلمانوں کے صبر کے امتحان کا وقت تھا اور شعب ابی طالبؑ اور ہجرت اور اس کے بعد تیاری۔ دوسرا وہ وقت جب مسلمان اور مشرک ایک دوسرے کے روبرو کھڑے ہوئے۔ اس میں مسلمانوں نے اپنی تحریک کی پائداری اور اپنی قوت، وحدت، دفاع، مبارزہ اور ظلم کے سامنے کھڑے ہو کر ٹکرانے کی صلاحیت کو ثابت کیا۔ پس یوم فرقان اس جہت سے بھی ہے۔

غزوہ بدر کا علمدار:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرچمدار اور علمدار حضرت علی علیہ السلام تھے (۱) ابن سعد طبقات میں قتادۃ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچمدار غزوہ بدر ہو یا دوسری جنگیں حضرت علی علیہ السلام تھے۔ اور طبری نے بھی اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ صاحب لواء رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام تھے اور انصار کی طرف سے سعد بن عبادۃ علمدار تھے۔ (۲)

۱۔ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۹۲۔ سیرہ حلبیہ ج ۲ ص ۱۵۷۔

۲۔ رمضان در تاریخ ص ۱۷۰، تاریخ طبری ص ۲۰۔

اس جنگ کے شجاع ترین فرد اور قہرمان جنگ حضرت علی علیہ السلام تھے۔ جبکہ اس جنگ کے موقع پر آپ کی عمر بیس سال سے کم تھی اور اس جنگ سے پہلے کسی بھی جنگ یا لڑائی میں آپ نے شرکت نہیں فرمائی تھی۔ اور اس جنگ میں آپ کی شجاعت اور مردانگی اس انداز میں ظاہر ہوئی کہ سابقہ دار اور سن رسیدہ لوگوں سے یہ شجاعت دکھائی نہیں دی۔ اس جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں مرنے والوں کی تعداد دوسرے تمام لوگوں کے برابر تھی۔(۱) کتاب الارشاد میں روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس جنگ میں مشرکین کے معروف اور مشہور چھتیس آدمیوں کو جہنم واصل فرمایا اور یہ ان لوگوں کے علاوہ جن کے قتل کرنے میں حضرت علی علیہ السلام مجاہدین کے ساتھ شریک تھے۔آیہ شریفہ هذان خصمان اختصموا فی ربهم (۲) (ان دونوں فریقوں نے اپنے رب کے بارے میں اختلاف کیا ہے) حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں جب ولید بن عتبہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں عتبہ اور عبیدۃ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں شیبہ آئے تو نازل ہوئی۔

معاویہ کہتا ہے کہ میں نے علی علیہ السلام کو اس جنگ میں دیکھا کہ شیر کی مانند جنگ میں مصروف تھے۔ اور کوئی بھی ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا تھا مگر یہ کہ مار دیا جاتا اور جس چیز پر آپ کی ضربت پڑتی وہ ٹکڑوں میں تبدیل ہو جاتی۔(۳)

اسی جنگ کے موقع پر جب حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت اور بہادری کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو آپ نے فرمایا: انه منی و أنا منه. علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے

۱۔ سیرۃ ابن ہشام ص ۳۴۴ الی ۳۵۵، رمضان در تاریخ ص ۱۷۱۔

۲۔ سورہ حج آیہ ۱۹۔ ۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۹ ص ۱۴۵۔

تو اسی موقع پر جبرئیل نے فرمایا: وانا منکما ۔اور میں آپ دونوں سے ۔اور اسی وقت آسمان سے صدائے ''لاسیف الاّ ذوالفقار ولا فتی الاّعلی'' بلند ہوئی۔

غزوہ بدر میں جب حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پانی لینے گئے تو جبرئیل، میکائیل، اور اسرافیل نے آپ کا احترام کیا اور آپ کو سلام کیا۔(۱)

۱۔ کنز العمال ج۵ ص۲۷۳، ذخائر العقبی ص ۶۸۔

۸۔ فتح مکہ:

فتح مکہ ۲۰ رمضان سن ۸ ہجری (۱) مکہ کی آزادی دین اسلام کی سب سے بڑی کامیابی تھی۔ مسار الشیعہ اور توضیح المقاصد اور دوسری معتبر کتابوں میں مکہ کی آزادی کے بارے میں لکھا ہے کہ مکہ بیس (۲۰) رمضان آٹھ ہجری کو آزاد ہوا۔ اور مسلمانوں کو فتح اور کامرانی حاصل ہوئی۔ اور فتح مکہ کے موقع پر آیہ شریفہ: انافتحنا لک فتحاً مبینا (۲) اور ہم نے تم کو کامیابی نصیب فرمائی اور وہ بھی کیا کامیابی۔ اور اسی طرح آیہ: انّ الذی فرض علیک القرآن لرادوک الی معاد (۳) کو نازل فرمایا۔ خداوند نے آٹھ ہجری تک مسلمانوں کو بہت ساری کامیابیوں اور جنگوں میں کامرانیوں سے نوازا۔ اما شہر مکہ جو کہ عربستان کا مرکز تھا جہاں پر خانہ کعبہ اور مسجد الحرام اور قبلہ گاہ مسلمین واقع ہے۔ بت پرستوں کے قبضے میں باقی تھا اور اس مقدس شہر میں بت پرستی، فساد اخلاقی، استثمار اور دنیا بھر کی تمام برائیاں رائج تھیں۔ مکہ کے اندر بھی ایسے لوگ موجود تھے جنھوں نے اسلام کی آواز کو سن لی تھی اور مکہ کے اندر بھی اسلام کی حاکمیت کی آرزو کرتے تھے۔ اور دن بہ دن لوگوں کا اشتیاق زیادہ ہو رہا تھا کہ جتنا ہو سکے جلدی اس شہر میں بھی اسلام کی آواز سنائی دے۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا پرچم چھا جائے۔ اب لوگوں میں ابوسفیان جیسے باطل اور گمراہ لوگوں کی باتیں سننے کا حوصلہ نہیں تھا۔

مکہ کے لوگوں نے آٹھ ہجری تک پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت اسلام کا مقابلہ کیا اور خدا کی وحدانیت اور عبادت کی مخالفت کی۔ اس شہر کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے

۱۔ نفائح العلام فی سوانح الایام ج ۱ ص ۳۷۱۔

۲۔ سورہ فتح آیہ ۱۔ ۳۔ سورۃ قصص آیہ ۸۵۔

پہلے لشکر کشی اور جنگ وقتال کے ذریعے حاصل کر سکتے تھے۔ اور اس میں سے بت پرستوں کو نکال باہر کر سکتے تھے۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ اور قتال کے خلاف تھے کیونکہ یہ ایک ایسا شہر ہے جس کو مبارک کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

مکہ ایک مقدس شہر ہے اور یہ لاکھوں افراد کی زیارت گاہ ہے جو کہ کافی صدیوں اور عرصوں سے اس کی زیارت کرتے تھے۔ قرآن مجید نے اس شہر کی تجلیل کی ہے اور اس میں موجود خانہ کعبہ جو کہ خلیل الرحمٰن نے اسماعیل ذبیح اللہ کے ساتھ مل کر تعمیر فرمایا تھا امر الٰہی کی وجہ سے اس کی بھی تجلیل اور تکریم فرمائی ہے۔ اور اس کو سب سے بڑے شعائر اسلامی میں سے قرار دیا ہے۔ اس شہر کے اطراف میں عرفات اور مشعر الحرام اور منی واقع ہیں جو کہ سب کے سب مبارک اور قابل احترام مقامات ہیں۔ لذا لازم تھا کہ یہ شہر خود اپنے آپ کو تسلیم کرے اور اس میں اس طرح داخل ہو کہ لوگوں کے دل بھی آپ کی ہمراہی کریں۔ نہ فقط فتح مکہ ہو بلکہ فتح قلوب ساکنین مکہ بھی ہو۔ اور بہتر یہ تھا کہ اس شہر کو بغیر کسی خونریزی کے حاصل کریں۔

صلح حدیبیہ کے سال تک لوگوں کو پیغمبر اکرمؐ کی نیت اور ارادہ کا کسی کو علم نہیں تھا اسی وجہ سے ان کا اصرار اور زور اس پر تھا کہ مکہ پر حملہ کریں اور اسلام کی قدرت اور فوجی توانائی کے ذریعہ اس شہر کو حاصل کریں اگرچہ جنگ خونین ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ مگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلیم، صبور اور بردبار تھے اور خدا کی طرف سے بھی ایسا حکم نہیں تھا لہذا آپ نے اس کام کو انجام نہیں دیا۔ جس کی وجہ سے یہ بہت سے لوگوں پر بھاری گزرا اور حتی آپ پر اعتراض بھی کرنے لگے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن آٹھ ہجری تک صبر فرمایا اور شبہہ جزیرہ عرب میں اسلام کو وسعت دی اور وہ قبائل اور جماعتیں جو مکہ کے اطراف میں واقع تھے ان کو اپنی طرف مائل کرایا اور انہوں نے اسلام کو دل وجان سے قبول کیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری یا دسویں رمضان کو فتح مکہ کی نیت سے مدینہ سے مکہ کی طرف حرکت کی اور آپ کے ساتھ دس ہزار نفر ہمراہی کر رہے تھے۔ کفار کی پناہ گاہ کے لحاظ سے مکہ تنہا شہر تھا کیونکہ مکہ سے باہر کے تمام قبائل اور ساکنین نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

ابوسفیان جیسے مشرکوں اور کافروں کے لئے اب مشکل تھا کہ اس شہر کو بچا سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قریش اس پیماں اور وعدہ کی خلاف ورزی کے مرتکب ہو گئے جسکا انہوں نے صلح حدیبیہ میں وعدہ کیا تھا۔ اور قریش نے قبیلہ بنی بکر کی مدد کرتے ہوئے قبیلہ خزاعہ پر حملہ کر دیا جو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم پیمان تھے اور قبیلہ خزاعہ کے بیس آدمیوں کو قتل کر دیا۔ عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے مدد کی درخواست کی اور اپنے حق وحقوق کو دلانے کے لئے کہا۔ یہ ایک بہترین موقع تھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوا اور اسی کے ساتھ امر الٰھی بھی لذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار آدمیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مکہ کے راستے میں آپ کی ملاقات اپنے چچا عباس سے ہوئی جو مکہ سے ہجرت کر کے اپنے گھر والوں کے ساتھ مدینہ کی طرف آ رہے تھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا (عمو محترم) سے فرمایا: آپ مکہ سے ہجرت کرنے والے آخری آدمی ہیں۔ جس طرح میں نبیوں میں آخری نبی ہوں۔

عباس، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ واپس ہوئے مکہ پہنچنے سے چار فرسخ پہلے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا عباس کو اپنے خاص گھوڑے پر سوار کر کے مکہ بھیجا۔ عباس مکہ میں داخل ہوئے اور ابوسفیان کو بلایا اور کہا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ پہنچے ہیں۔ ابوسفیان کو لیکر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ان کے لئے امان حاصل کی۔ مکہ میں اعلان ہوا جو بھی ابوسفیان کے مکان میں ہوگا اس کو امان ہے، اور جو بھی اپنے بدن سے اسلحہ کو دور کر لے اور

اپنے گھر میں داخل ہو کر اپنے دروازے کو بند کر دے گا وہ امان میں ہے۔اس کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شان وشوکت کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے کہ آپ کی لسان مبارک سے انا فتحنا لک فتحاً کا ورد ہو رہا تھا۔اور اسی شان وشوکت کے ساتھ مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔(۱)

خانہ کعبہ:

ان اوّل بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا وهدیً للعالمین فیه آیات بینات مقام ابراهیم. (۲) سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے جو عالمین کے لئے بابرکت اور راہنما ہے۔

کعبہ وہ پہلا مکان ہے جو خدا کی عبادت اور پرستش کے لئے تمام عالم انسانیت کے لئے بنایا گیا ہے۔چاہے کالے ہوں یا سفید، عرب ہو یا عجم، عورت ہو یا مرد، عالم ہو یا جاہل تمام طبقات کے لوگوں کے لئے اور تمام نسلوں اور نژادوں کے لئے اس مکان کی تعمیر ہوئی تا کہ برابری، مساوات اور برادری اور خدا پرستی کا عالی ترین مظہر دنیا کو پیش کر سکیں۔اس مکان کی عبادت کرنے والوں کے درمیان اتنی برابری ہے کہ انسان کو مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ بتا سکے کون آزاد ہے اور کون غلام۔کون بادشاہ ہے اور کون فقیر۔کس کے پاس دولت ہے اور کون تنگ دست۔اس مکان کو اتنی عظمت اور برتری حاصل ہونے کے باوجود گذشت ایام کی وجہ سے مکہ بتوں کی سب سے بڑی نمائشگاہ میں تبدیل ہو گیا تھا۔اور اسی مکہ الٰہی میں لوگ بجائے اس کہ خدا کے لئے سر جھکاتے اور عبادت کرتے بتوں کے سامنے سجدہ کرتے اور ان کی نیائش وعبادت کرتے تھے۔

۱۔نفائح العلام فی سوانح الایام ج ۱ ص ۳۷۳۔

۲۔سورہ آل عمران ۹۶، ۹۷۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے سجدہ شکر کو بجالائے اور اس کے بعد حجون کے مقام پر گئے اور غسل فرمایا اور مسلح ہوکر اپنی سواری پر سوار ہوئے اور **انا فتحنا لک فتحاً** کی تلاوت کرتے ہوئے مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور حجر الاسود کو بوسہ دیا اور تکبیر کہی اور آپ کے لشکر نے بھی تکبیر بلند کی جس کی وجہ سے وادی مکہ میں تکبیروں کی ایک گونج سنائی دی اس کے بعد آپ نے اپنی عصا کے ذریعہ بتوں کو توڑنا شروع کیا۔ بتوں کو نابود بھی فرمارہے تھے اور ساتھ ساتھ آیہ شریفہ: **وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً.** (۱) (اور کہہ دیجئے: حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل کو تو یقیناً مٹنا ہی تھا) کی تلاوت فرمارہے تھے۔ عصا سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے وہ سرنگوں ہوجاتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق جو کہ ارشاد میں ہے آپ نے تین سو ساٹھ بتوں کو نابود فرمایا اس کے بعد ان سب کو مسجد سے باہر لے گئے۔ (۲)

حضرت علی علیہ السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھے پر:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام بتوں کو خود ہی توڑا سوائے چند بتوں کے جو کافی بلندی پر تھے اور کعبہ کی دیوار کے اوپر نصب کے گئے تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو امر فرمایا کہ آپ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر چڑھے اور ان بتوں کو نابود کریں۔ حضرت علی علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر کھڑے ہوکر بتوں کو توڑنے میں آپ کی مدد کرنے لگے۔ اس طرح خانہ کعبہ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ اسلام دونوں نے مل کر بتوں سے پاک فرمایا۔

۱۔ سورہ اسراء ۸۱۔

۲۔ رمضان در تاریخ ص ۱۹۷، نفائح العلام فی سوانح الایام ج ۱ ص ۳۷۳۔

تاریخ اسلام کی سب سے بڑی عفو اور معافی:

سب کو معلوم ہے کہ مکہ کے لوگوں نے حضرت کو اذیتیں دی تھیں اور کتنا آپ کا مذاق اڑایا گیا تھا۔ اور کتنی آپ کی اہانت کے مرتکب ہوتے تھے۔ اور کتنی جسارت، بے احترامی، تکذیب اور بے ادبی کے مرتکب ہوتے تھے۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو شعب ابی طالب میں کتنے عرصے محصور کر کے اقتصادی لحاظ سے کتنا آپ پر زور ڈالا تھا۔ اور ان اذیتوں اور سختیوں کی وجہ سے آپ مجبور ہوئے تھے کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کریں۔ ہجرت کے باوجود آپ کو اذیت دینے سے باز نہیں آئے اور کتنی دفعہ آپ پر لشکر کشی کی اور جنگوں کو برپا کیا۔

ان تمام چیزوں کے باوجود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ فتح فرمایا۔ اور اہل مکہ کے اوپر مسلط ہوئے ان کا گھر بار آپ کے قبضہ میں آیا اور آپ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ جس طرح کا حکم دیتے اس پر عمل ہوتا۔ حکم قتل دیتے تو تمام اہل مکہ قتل کر دیئے جاتے۔ حکم اسارت دیتے تو اسیر کر دیئے جاتے۔ مگر آپ حلم اور گذشت کے معدن ہیں، عفو اور رحمت کے پیکر ہیں۔ جب آپ نے سنا سعد آواز لگا رہا ہے: **الیوم یوم الملحمة** ۔ آج قتل اور خونریزی کا دن ہے۔ **الیوم تستحل الحرمة**۔ آج اہل مکہ کی حرمت حلال ہونے کا دن ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **بل الیوم یوم المرحمة** ۔ نہیں بلکہ آج محبت اور رحمت کا دن ہے۔ حضرت علی علیہ اسلام کو امر فرمایا سعد کو سنبھالو اور محبت اور رفقت کے ساتھ مکہ میں داخل ہو جاؤ۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو قریش کے بزرگان اس خیال سے تھے کہ سب کے سب قتل ہو جائیں گے۔ مگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا: ماذا تقولون وما ذا تظنون ۔ کیا کہتے ہو اور کیا گمان کر رہے ہو۔ سہیل بن عمر نے کہا: نقول خیراً و نظن خیراً، اخ کریم وابن اخ کریم قد قدرت ۔ خیر

کی بات کرتے ہیں اور خیر ہی کا گماں کرتے ہیں۔ کریم بھائی اور کریم بھائی کے بیٹے ہو اسی وجہ سے ہم پر قدرت حاصل کی ہے۔

اس کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آج میں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے کہا تھا: **لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللّٰہ لکم وھو ارحم الراحمین ، اذھبوا فانتم الطلقاہ.** آج تم پر کوئی ملامت اور سرزنش نہیں ہے۔ خدا تم سب کو بخش دے وہ رحم کرنے والا اور سب سے رحیم ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔(۱)

ا۔اصول کافی ج۴ص ۲۲۵، رمضان در تاریخ ص ۲۰۲، نفائح العلام فی سوانح الایام ج اص ۳۷۵۔

۹۔شب قدر

سورہ قدر: بسم الله الرحمن الرحیم ❁انا انزلناه فی لیلة القدر ❁ وما ادراک ما لیلة القدر ❁ لیلة القدر خیر من الف شهر ❁تنزل الملائکة والروح فیها باذن ربهم من کل امر❁سلام هی حتیٰ مطلع الفجر❁

شان نزول: سورہ قدر کے شان نزول کے بارے میں دو قول بطور نمونہ پیش کررہے ہیں۔

الف: پیغمبر اکرمؐ سے روایت ہے: بنی اسرائیل کا ایک آدمی ایک ہزار سال جنگ کے کپڑوں میں رہا تھا۔اور جنگ کا اسلحہ اپنے کاندھے پر رکھتا تھا اور ہمیشہ آمادہ اور تیار کہ راہ خدا میں جہاد کرے اور خدا کے دین کا دفاع کرے۔پیغمبر اکرمؐ اس آدمی کے اس فعل پر تعجب کرنے لگے اور اصحاب بھی حیرت میں مبتلا ہوئے اور اس بات کا افسوس ہوا کہ ای کاش وہ بھی اس آدمی کی طرح یہ مقام حاصل کرپاتے مگر یہ ناممکن تھا کیونکہ انسان کی عمر اب کم ہوگئی ہے اور اتنی بڑی عبادت کے انجام سے محروم ہوگئے ہیں۔لذا خداوند تبارک وتعالی نے ایک ایسی رات پیغمبر اکرمؐ کو عطا فرمائی اور فرمایا کہ: شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے (وہ ہزار مہینے جو اس بنی اسرائیل کے آدمی نے اسلحہ بدوش جہاد الٰھی کے لئے تیاری میں گزارے ہیں۔) یہ رات پیغمبر اکرمؐ اور آپکی امت کے لئے ہے۔اور یہ رات ہر رمضان کے مھینے میں موجود ہے۔یھاں تک کہ قیامت ہوجائے۔(۱)

ب: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: من قرأانّا انزلنا فی لیلة القدر یجهد بها صوته ،کشّاهر سیفه فی سبیل الله ،ومن قرأها سرّاً ،کان کالمشحّط بدمه فی سبیل الله . (۲) جوبھی شخص سورہ انّا انزلنا کو بلند آواز کے ساتھ تلاوت فرمائیگا اس آدمی کے مانند

۱۔تفسیر نور ثقلین ج ۵ ص ۶۲۲، الدر المنثور ج ۶ ص ۳۷۱۔ ۲۔کافی ج ۲ ص ۶۲۱، تفسیر نور ثقلین ج ۵ ص ۶۱۲۔

ہے جو تلوار کو اٹھائے راہ خدا میں مشغول جہاد ہے۔ اور جو شخص اس کو چھپا کے (آہستہ) پڑھے گا اس شخص کے مانند ہے جو راہ خدا میں اپنے خون سے آغشتہ ہو گیا ہو۔

شب قدر کا معنی:

قدر کا معنی لغت کے لحاظ سے کسی چیز کی انتہاء اور اس کی بنیاد تک پہنچنے کو کہتے ہیں۔ یعنی کسی چیز کی معرفت اور تشخص کو کمیت کے راستے پہچاننے کو کہتے ہیں۔ (۱) قدر اسم مصدر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اس صورت میں اس کا معنی مقدار اور معین میزان ہوگا۔ اسی لئے تقدیر کے معنی معین کرنا ہے۔ (۲)

شب قدر کو کیوں قدر کہتے ہیں؟

قرآن کے مفسر حضرات نے خود قرآن اور احادیث کی مدد سے اس رات کے **لیلة القدر** نام گزاری کے سلسلے میں دلائل بیان کئے ہیں جنہیں ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں:

۱۔ شب قدر یعنی عظیم رات، بڑی رات کیونکہ قرآن شریف میں قدر کو منزلت اور بزرگی کے معنی میں خدا نے استعمال فرمایا ہے: **ما قدرو الله حقّ قدره** ۔ (۳) یعنی ان لوگوں نے خدا کی عظمت کو نہیں پہچانا ہے۔ جیسا کہ حبیش نے اپنی کتاب وجوہ القرآن میں لیلۃ القدر کو لیلۃ العظمۃ کے طور پر معنا کیا ہے۔ (۴) اور بڑائی اور بزرگی لیلۃ القدر کے بارے میں خود قرآن میں ارشاد ہے کہ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

۱۔ معجم مقائیس اللغۃ ج ۵ ص ۶۲، الصحاح ج ۲ ص ۷۸۶۔

۲۔ التحقیق فی کلمات القرآن ج ۹ ص ۲۰۶۔

۳۔ سورہ حج ۷۴۔ ۴۔ تفسیر نوین ص ۵۷۲۔

۲۔قدر، محدود، ضیق اور تنگ کے معنی میں بھی آیا ہے۔جیسا کہ قرآن میں تلاوت کرتے ہیں: ولن قدر علیه رزقه فلینفق ممّا آتاه الله (۱) اگر کوئی شخص روزی کے لحاظ سے تنگدستی کا شکار ہو جائے ان چیزوں میں سے جو خدا نے تم کو عطا کی ہیں اس کو بھی دو۔شب قدر میں تنگ اور محدود ہونے کے لئے دو احتمال ہیں: ایک خود سورہ قدر میں ارشاد ہے کہ شب قدر میں فرشتہ اور روح الامین زمین پر اترتے ہیں اس وجہ سے زمین محدود ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: شب قدر کی رات اتنے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ گنتی کے قابل نہیں (۲) دوسری یہ کہ آج کی رات انسان کی تقدیر معین ہو جاتی ہے۔لذا اس کے لئے وقت محدود ہو جاتا ہے اور اسکو اچھی طرح زندگی کا پروگرام معین کرنا پڑتا ہے۔(۳)

۳۔متعدد آیات میں قدر اندازہ گیری، تقدیر، اور تنظیم کے معانی میں آیا ہے۔آیہ شریفہ میں یفرق کلّ امر حکیم (۴)۔ہر کام حکمت الٰہی کے ذریعے معین اور مشخص کیا جاتا ہے۔

راغب اصفہانی لیلۃ القدر کے بارے میں لکھتے ہیں: لیلة القدر ای لیلة قیّصها لامور مخصوصه (۵)۔یعنی شب قدر وہ رات جس میں خداوند امور مخصوص کو معین اور منظّم فرماتا ہے۔

کثرت کے ساتھ روایات موجود ہیں کہ شب قدر کی رات خداوند انسانوں کی مقدرات کو آئندہ کے لئے معین اور منظّم فرماتا ہے جیسے رزق، روزی، موت، (۶) خوشی اور ناخوشی اور زندگی کے

۱۔سورہ طلاق آیہ ۷۔ ۲۔تفسیر الدر المنثور ج۶ ص ۳۷۵۔

۳۔وقایع رمضان وشہادت حضرت علی علیہ السلام ص ۱۹۲۔

۴۔سورہ دخان ۳،۴۔ ۵۔المفردات الراغب ص ۳۹۵۔

۶۔تفسیر نور الثقلین ج۵ ص ۶۳۱، البرہان فی تفسیر القرآن ج۴ ص ۴۸۶۔

دوسرے تمام امور، انسان کی استعداد اوراس کی لیاقت کے مطابق تقدیر فرماتا ہے۔اور یہ تقدیر و تنظیم بھی انسان کے اوپر اجباری نہیں ہیں اور اختیار کے سلب کرنے کے باعث نہیں بنتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: **التقدیر فی لیلة تسعه عشر ولابرام فی لیلة احدی وعشرین و الامضاء فی لیلة ثلاث و عشرین (۱)**

انسان کے اوامر (امور) کی تنظیم وتقدیر انیس کی رات کو لکھے جاتے ہیں۔انکے اوپر عمل در آمد کا حکم بیس کی رات کو دیا جاتا ہے۔اوراس پر آخری دستخط تیئس کی رات کو دیا جاتا ہے۔

شب قدر کونسی رات ہے:

شب قدر وہ رات ہے جسے قرآن مجید نے ہزار مہینوں سے افضل قرار دیا ہے۔اس سلسلے میں تقریبا ایک سو کے قریب احادیث شیعہ اور اہل سنت حضرات کی کتابوں اور تفسیر وں میں موجود ہیں جواس رات کی عظمت ،اوراہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔کلی طور پر قرآن مجید آیات اور آحادیث سے شب قدر کے معین کرنے کے بارے میں جومطلب ہمارے ہاتھ میں آتا ہے وہ اس طرح ہے۔

ا۔شب قدر ماہ مبارک رمضان میں واقع ہے اوراس میں کوئی شک وتر دید نہیں کیونکہ ایک طرف تو خداوند فرماتا ہے کہ قرآن کو ماہ رمضان میں نازل فرمایا: **شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن** ۔(۲) اوردوسری طرف سورہ قدر میں خدانے فرمایا: **ان انزلناه فی لیلة القدر**. پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شب قدر ماہ رمضان میں واقع ہے۔اوراسی بات پر سارے مفسرین قرآن اور روایات کا اتفاق ہے۔

ا۔تفسیر نورالثقلین ج ۵ص ۶۲۷ ،وسائل شیعہ ج ۷ص ۲۵۹۔

۲۔بقرہ ۱۸۵۔

۲۔شب قدر ماہ مبارک کے آخری دس دنوں میں واقع ہے۔اس سلسلہ میں روایات بہت زیادہ ہیں۔ اور مفسرین اہل شیعہ وسنت دونوں کا نظریہ اس بات پر حتمی ہے کہ شب قدر آخری دس دنوں میں واقع ہے۔(۱)

۳۔منابع اہل تشیع کے اندر روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ انیس ،اکیس اور تیئیس کی راتوں میں سے ایک شب قدر ہے۔مگر کون سی رات شب قدر کی رات ہے بطور یقین اس سلسلہ میں روایات بہت مختلف ہیں۔اور ہم بطور خلاصہ روایات کو اس طرح تقسیم کرتے ہیں (الف) وہ روایات جوان تینوں راتوں کے شب قدر ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔(ب) وہ روایات جو ۲۱ اور ۲۳ کی رات کے شب قدر ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔(ج) جو اکیس کی رات کے متعلق ہیں۔(د) جو تیئیس کی رات کے متعلق ہیں۔اور ہر ایک کے لئے چند روایات پیش کرتے ہیں۔

الف: تیئیس کی رات شب قدر ہے۔

ا۔صحیح حفص بن غیاث۔حضرت امام جعفر صادقؑ پیغمبر اکرمؐ سے نقل فرماتے ہیں: انزل القرآن فی ثلاث وعشرین من شهر رمضان. (۲) قرآن ماہ رمضان کی ۲۳ تاریخ کو نازل ہوا۔اور قرآن فرماتا ہے قرآن شب قدر میں نازل ہوا۔پس شب قدر ۲۳ کی رات ہے۔

۲۔صحیح محمد بن عمیر۔امام جعفر صادق نے فرمایا: الدعاء فی لیلة الثالثة (من العشر الاواخر) وهی لیلة القدر (۳) دعا کرنا تیسری رات کو (آخری دسوے میں) اور یہ شب قدر ہے۔

ا۔الدر المنثور ج ۶ ص ۳۷۶، تفسیر نور الثقلین ج ۵ ص ۶۲۹۔

۲۔اصول کافی ج ۲ ص ۶۲۸۔ ۳۔کافی ج ۴ ص ۱۶۱، فقیہ ج ۲ ص ۱۰۴۔

۳۔صحیح بن مسلم۔حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:لیلة ثلاث وعشرین یرجیٰ فیها لیلة القدر (۱) شب قدر کا تیئس کی رات ہونا راجحیت رکھتا ہے۔اور تیئس کی رات شب قدر ہو اس سلسلہ میں احادیث بہت زیادہ ہیں جن کے لئے کتب احادیث کی طرف مراجعہ فرمائیں۔

ب: وہ روایات جو ۲۱ اور ۲۳ کے درمیان مشترک ہیں۔

ا۔صحیح حسان بن مہران۔امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا:سألته عن لیلة القدر ،قال علیه السلام التمسها لیلة احدی وعشرین ولیلة ثلاث وعشرین ۔(۲) التماس اور دعا کرو ۲۱ کی رات اور ۲۳ کی رات کو۔

۲۔صحیح ابوحمزہ ثمالی۔ابا بصیر نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کی: جعلت فداک اللیلة التی ترجیٰ فیها ما یرجیٰ؟ فقال علیه السلام:احدی وعشرین او ثلاث وعشرین ۔(۳) آپ کے قربان جاؤں وہ کون سی رات ہے جس میں امید رکھی جائے کہ امیدیں پوری ہونگی ؟ امام نے فرمایا:اکیس کی رات اور تیئس کی رات کو۔

(ج) اکیس کی رات شب قدر کی رات:

صحیح ابوحمزہ از امام محمد باقر علیہ السلام: آپ نے فرمایا:لمّا قبض امیر المؤمنین علیه السلام قام الحسن بن علی علیهما السلام فی مسجد الکوفه ثم قال علیه السلام :والله لقد قبض فی لیلة التی فیها قبض وصی موسی والیلة التی نزّل فیها القرآن .(۴)

---

۱ . خصال ترجمہ فارسی ج ۲ص ۲۰۴ باب ۱۷۔

۲۔کافی ج ۴ص ۱۵۴۔ ۳۔کافی ج ۴ص ۱۵۴،فقیہ ج ۲ص ۱۰۲۔

۴ . اصول کافی ج ۱ص ۴۵۷ ۔

جس رات حضرت علی علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی اس رات حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم میرے والد کی قبض روح اس رات واقع ہوئی ہے جس رات موسی کے وصی کی قبض روح ہوئی۔ اور جس رات قرآن نازل کیا گیا۔

(د) ۱۹، ۲۱، ۲۳، تینوں راتیں شب قدر کی راتیں ہیں۔

۱۔ مرسلہ سفیان۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا: **اللیالی التی یرجی فیھا من شھر رمضان ؟فقال علیہ السلام : تسع عشرۃ واحدی وثلاث وعشرین قلت ما لمعتمد علیہ من ذالک ؟ فقال علیہ السلام ثلاث وعشرین ۔(۱)**

ماہ رمضان مبارک میں کونسی رات تمام راتوں پر فوقیت رکھتی ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا :۱۹، ۲۱، ۲۳، سوال ہوا ان میں سے کونسی رات پر زیادہ اعتماد ہے؟ فرمایا تیئس کی رات۔

۲۔ حسان امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں جب شب قدر کے متعلق سوال ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: **اُطلبھا فی تسع عشرۃ، واحدی و عشرین وثلاث وعشرین** (۲) میں ارادہ کرتا ہوں انیس، اکیس اور تیئس کی رات کہ یہ میرے نزدیک شب قدر کی راتیں ہیں۔

روایات کی تاکیدات اور سندوں پر غور وفکر کرنے اور بررسی کے بعد جو نتیجہ نکل آتا ہے وہ یہ ہے کہ ائمہ اطہار علیہم السلام اور رسول خداؐ سب کی کوشش یہ تھی کی جتنا ہو سکے شب قدر کو مخفی رکھیں۔ تاکہ لوگوں کے دلوں کے اندر عبادت کے لئے تڑپ زیادہ ہو اور ان کے اندر امید کی روح زندہ رہے۔ اور عبادت کی اہمیت اور اطاعت الٰھی بھی واضح اور روشن ہو جائے۔

....

۱۔ فقیہ ج ۲ ص ۱۰۲۔

۲۔ مجمع البیان ج ۱۰ ص ۵۱۹۔

لیکن بہت ساری روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ احتمال قوی یہ ہو کہ تیئس کی رات شب قدر کی رات ہو۔ کیونکہ روایات میں موجود ہے کہ پیغمبر اکرمؐ آخری دس دنوں میں بہت زیادہ عبادت اور شب داری کی تاکید فرماتے تھے۔ اور امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تیئس کی رات کو اگر چہ بارش کی وجہ سے مسجد کیچڑ سے بھر جاتی اور پانی آتا رہتا مگر پھر بھی پیغمبر اکرمؐ ہم کو عبادت اور شب بیداری کی تاکید فرماتے اور کثرت عبادت کی وجہ سے آپ ؐکا چہرہ مبارک گیلی مٹی سے آلودہ ہو جاتا اس کے باوجود عبادت اور شب بیداری میں مشغول رہتے۔ (۱)

اسی طرح روایات میں ہے کہ تیئس کی رات کو پیغمبر اکرمؐ لوگوں کے چہروں پر پانی چھڑکتے تھے تاکہ وہ جاگ کر رہیں اور سونے نہ پائیں اور اسی طرح حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا بچوں کو ۲۲ کے دن مجبور کرتیں کہ سو جائیں تاکہ ۲۳ کی رات بیداری میں گزاریں۔ اور آپ فرماتی تھیں:

محروم من حرم خیرھا (۲) محروم وہ شخص ہے جو اس رات کی خیر اور فضیلت سے محروم ہو جائے۔

جیسا کہ روایات اور احادیث کی روشنی اور تاریخی وقائع سے احتمال اس بات کا دیا جا سکتا ہے کہ تیئس کی رات شب قدر کی رات ہو مگر ہم پہلے بھی ذکر چکے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ اور اماموں کی عنایت اس بات کی طرف تھی کی جتنا ہو سکے شب قدر کو مخفی رکھیں تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ اطاعت وعبادت الھی میں گزاریں اور شب قدر کے درک اور حصول کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ اور اس رات کی زیادہ سے زیادہ قدر کریں۔

۱۔ بحار الانوار ج ۹۴ ص ۱۰۔

۲۔ تفسیر نور الثقلین ج ۵ ص ۶۲۸،، بحار الانوار ج ۹۴ ص ۱۰۔

ابن ابی الحدید اپنی شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ جب امیر المومنین علیہ السلام سے شب قدر کو معین کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضرت نے فرمایا: **لیس اشک ان اللہ انما یسترھا عنکم نظرالکم ، لانکم لو اعلمکمو ھا عملتم فیھا و ترکتم غیرھا ،وارجو ان لا تخطئکم ان شااللہ(۱)**

اس بات میں کوئی تردید اور کوئی شک نہیں کہ خداوند نے تمہارے مصلحت اور خاص عنایت کے لئے شب قدر کو مخفی رکھا ہے۔ کیونکہ اگر اعلان کیا جاتا کہ کونسی رات شب قدر کی رات ہے تو تم لوگ اسی رات کو عبادت کرتے اور دوسری راتوں کو ترک کرتے میں بھی اسی الھی ارادہ وعنایت کی وجہ سے (تاکہ زیادہ سے زیادہ عبادت سے بھرہ مند ہو جاو) تم لوگوں کو محروم نہیں کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔شرح نہج البلاغہ ج ۲۰ ص ۱۵۴، بحارالانوار ج ۹۴ ص ۵۔

شب قدر کی فضیلت:

فضیلت شب قدر قرآن کی رو سے :اس بات میں کوئی شک اور تردید نہیں کہ شب قدر ماہ مبارک رمضان میں واقع ہے اوراس سلسلے میں پہلے ہی آپ کی خدمت میں کچھ مطالب بیان کر چکا ہوں۔بطور خلاصہ:سورۃ بقرہ میں خداوند فرماتا ہے **شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن ھدی للنّاس** (۱)ماہ رمضان وہی مہینہ ہے جس میں قرآن کولوگوں کی ہدایت کے لئے اتارا گیا ۔اوراس آیہ شریفہ کوسورہ قدر کے ساتھ ضمیمہ کریں تو مشخص ہو جا تا ہے کہ شب قدر ماہ مبارک رمضان میں ہے۔مگر شب قدر کی کیا عضمت ہے اس سلسلے میں خداوندسورہ دخان میں فرماتا ہے: **انا انزلناہ فی لیلۃمبارکۃ انا کنا منذرین ،فیھا یفرق کل امر حکیم امرامن عندنا** (۲)یقیناً ہم نے اس کو (قرآن کو) ایک مبارک رات میں نازل فرمایا تا کہ خلق کو عذاب قیامت سے آگاہ کرسکیں اورڈراسکیں۔اس رات سب احکام الھی معین اور مشخص ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح سورہ نحل میں خداوند فرماتا ہے؛**ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ان انذرو انه لااله الاّ انافاتقون** (۳) خداوندنازل فرماتا ہے ملائکہ کوروح کے ہمراہ اپنے امر سے جسکے اوپر چاہتا ہے اپنے بندگان سے تا کہ اسکو ڈراسکے اور اسکو آگاہ کرئے کہ نھیں ہے کوئی خدا سوائے خدا کے پس متقی ہو جاؤ۔

پس ان آیات کے ذریعہ شب قدر کی فضیلت روشن ہو جاتی ہے کہ یہ کیسی رات ہے اور اسمیں کیا وقائع اورتحولات واقع ہونگے۔ان تمام آیات سے واضح اور روشن سورہ قدر ہے۔جس میں تمام ذکر شب قدر کا ہے اوراسی وجہ سے اسکوسورہ قدر کہتے ہیں۔سورہ قدر میں خداوند فرماتا ہے:

۱۔بقرہ آیہ۱۸۵۔ ۲۔دخان آیہ۳۔ ۳۔نحل آیہ ۲.

اناانزلناہ فی لیلۃ القدر:

''ہم نے قرآن کو پیغمبر اکرمؐ پر شب قدر میں نازل کیا **وما ادراک مالیلۃ القدر لیلۃ القدر** کیا ہے اور اس کی عظمت اور شان کیا ہے؟ اسکے بارے میں تم کو علم نہیں''۔(اس سلسلے میں بحث گزرچکی ہے)اس شب کی عظمتوں میں سے ایک عظمت یہ کہ **تنزل الملائکۃ والروح فیھا**: یعنی شب قدر کی رات فرشتگان روح القدس کے ہمراہ امام زمانہ عج اللہ تعالی فرجہ الشریف کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔اور وہ تمام امور جو لکھے گئے ہیں ان کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔**لیلۃ القدر خیر من الف شھر**: شب قدر بہتر اور خیر ہے ایک ہزار مہینوں سے۔

کچھ تفاسیر میں اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ کیوں قرآن میں ایک ہزار کا ذکر ہوا اور مدت معین ہوئی ہے۔اس مدت کو معین کرنے کی کیا علت ہے؟اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے چھار عابدوں ایوب،زکریا،حزقیل،یوشع کا نام لیا جنہوں نے اسی (۸۰) سال خدا کی عبادت کی تھی اور اس مدت میں کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے تھے۔صحابہ نے تعجب کیا اس موقع پر جبرئیل نازل ہوئے اور سورہ قدر کی بشارت دی تھی کہ ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔(۱)

سورہ قدر کی عظمت اور فضیلت بہت زیادہ ہیں۔پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: **من قرأھا اعطی من الاجر کمن صام رمضان واحیاء لیلۃ القدر** (۲) جوشخص سورہ قدر کی تلاوت کرے گا خداوند اس کو جتنا ماہ رمضان میں روزہ رکھنے اور شب قدر میں احیاء کا ثواب ہے اتنا ہی اس کو عنایت فرمائیگا۔

....

۱۔ارزش واہمیت ماہ مبارک رضان ص ۲۰۹۔

۲۔مجمع البیان ج۱۰ص ۵۱۶۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: **من قرأ انآ انزلناه فی فریضة من الفرائض نادی مناد یا عبدالله: قدغفر لک ما مضی فاستئنا نف العمل** (۱) جو شخص سورہ قدر کی تلاوت واجب نمازوں میں سے ایک میں کرے گا تو منادی آواز دے گا: ای بندہ خدا: تمہارے گذشتہ گناہ بخش دئے گئے ہیں اب اپنی زندگی کو پھر سے شروع کرو۔

شب قدر کی فضیلت روایات کی رو سے:

شب قدر کی عضمت اور فضیلت کو سمجھنے کے لئے لازم ہے کہ روایات کی طرف رجوع کریں اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے ذریعہ شب قدر کی فضیلت معلوم کریں امام محمد باقر علیہ السلام سے شب قدر کے بارے میں سوال ہوا: **قیل لابی جعفر علیه السلا م تعرفون لیلة القدر ؟ فقال علیه السلام: و کیف لا نعرف و الملا ئکة تطوفون بنابها.** (۲) آیا شب قدر کو پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیسے نہ پہچانیں جبکہ اس رات کو ملائکہ ہمارا طواف کرتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: **اذا کان لیلةالقدر نزلت الملائکه والروح والکتبه الی السماء الدنیا فیکتبو ن مایکون من قضا ء الله تعالی فی تلک السنة فاذاارا د ان یقدم شیئا او یؤخر ہ او ینقص شیئا او یزیده امر الملک ان یمحو مایشاء ثم اثبت الذی ارا د.** شب قدر کی رات جب ہوتی ہے تو ملائکہ روح القدس اور کاتبین (لکھنے والوں) کے ہمراہ آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور جتنی بھی مقدرات الٰہی کو اس سال واقع ہونی ہیں ان کو لکھتے ہیں۔ اور خدا اگر چاہے کسی چیز کو مقدم کرے یا کسی چیز کو موٴخر کرے یا اگر

۱۔ مجمع البیان ج ۱۰ ص ۵۱۶۔

۲۔ تفسیر قمی ج ۲ ص ۴۳۱۔

چاہے کہ کسی چیز کو کم کردے یا بڑھادے تو فرشتوں کو حکم فرماتا ہے۔ جس چیز کو چاہتا ہے مٹ جائے اسکو مٹادے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت کرے اس کو ثابت کریں۔(۱)

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص شب قدر کو درک کرے اور اس کو جاگ کر گذارے خداوند اسکے گذشتہ اور آیندہ کے گناہوں کو بخش دے گا۔(۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب ماہ رمضان کا مہینہ ہوتا ہے ہر روز ایک فرشتہ خدا کی طرف سے صدا دیتا ہے کہ خوش خبری ہو میں نے تمہارے گذشتہ گناہوں کو بخش دیا اور **شفعت بعضكم في بعض في ليلة القدر** (۳) اور شب قدر کی رات تم میں سے بعض افراد کو دوسرے بعض افراد کا شفیع قرار دیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: **من صلى ركعتين في ليلة القدر فيقرء في كل ركعة فاتحة الكتاب مرّة و قل هو الله احد سبع مرات فاذا فرغ يستغفر سبعين مرة فمادام لايقوم من مقامه حتى يغفر الله له ولابويه وبعث الله ملائكة يكتبون له الحسنات الى سنة اخرى .** (۴)

جو شخص شب قدر کی رات دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ حمد کے بعد سات دفعہ سورہ توحید کی تلاوت کرے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ستر دفعہ استغفار کرے جب تک وہ اپنی جگہ سے نہیں اٹھے گا مگر یہ کہ خدا اسکو اور اسکے والدین کو بخش دیگا اور فرشتوں کو مبعوث کرے گا کہ وہ

۱۔ ارزش واہمیت ماہ رمضان ص ۲۲۰۔

۲۔ بحارالانوار ج ۹۷ ص ۹۔

۳۔ بحارالانوار ج ۹۷ ص ۵۔

۴۔ بحارالانوار ج ۹۸ ص ۱۴۴۔

دوسرے سال تک اس کے لئے حسنات لکھیں۔ (روایت ادامہ رکھتی ہے)

ایک اور روایت میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: **من احیاء لیلة القدر حول عنه العذاب الی اسنة القابلة** (۱) جو شخص شب قدر کو احیاء کرے گا (جاگ کر گذارے گا) دوسرے سال تک کے لئے اس سے عذاب اٹھا دیا جائے گا۔

حضرت امام علی بن موسی الرضا علیہما السلام اپنے والدین گرامی سے نقل فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: **من احیاء لیلة القدر غفرت له ذنوبه ولو کانت ذنوبه عدد نجوم السماء ومثاقیل الجبال و مکائیل البحار** (۲) جو شخص شب قدر کو احیاء کرے گا تو خداوند اسکے گناہوں کو بخش دے گا اگرچہ اس کے گناہ آسمان کے ستاروں کے جتنے ہوں یا پہاڑوں کے وزن کے یا دریاؤں کی پھیلاؤ کے جتنے ہوں۔

شب قدر کی رات جس میں خداوند نے اپنے بندگان پر ولایت علی علیہ السلام کو معین فرمایا۔

شب قدر کی رات وہ رات کو ولایت علی بن ابو طالب کو خدا نے تقدیر فرمایا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: **ذکر ابو عبدالله علیه السلام انا انزلناه فی لیلة القدر) قال : ما أبین فضلها علی الشهور قال قلت و ای شئی فضلها ؟ قال : نزلت ولایة امیر الؤ منین علیه السلا م .قلت فی لیلة القدر التی نرتجیها فی شهر رمضان : قال نعم ؟ هی لیلةقدر ت السموات والارض وقدرت ولایة امیر المؤ منین فیها** (۳)

۱۔ بحار الانوار ج ۹۸ ص ۱۴۵۔

۲۔ بحار الانوار ج ۹۸ ص ۱۶۸۔ ۳۔ معانی الاخبار ص ۳۱۶۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سورہ انا انزلناہ فی لیلۃ کے بارے میں فرمایا: اس رات کی فضیلت دوسرے مہینوں پر روشن نہیں ہے۔ مفضل بن عمر کہتا ہے۔ میں نے کہا: آپ کی فضیلت سے مراد کونسی ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ولایت امیر المؤمنین اسی رات کو نازل ہوئی تھی۔ میں نے عرض کی: شب قدر سے مراد وہی رات ہے جس کی ہم ماہ مبارک رمضان میں امید رکھتے ہیں کہ اسکو درک کرسکیں؟۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہاں: وہی رات ہے۔ اسی رات کو آسمانوں اور زمین کو مقدر کیا گیا تھا اور اسی طرح ولایت امیر المؤمنین علیہ السلام کو بھی اسی رات کو مقدر کیا گیا۔

شب قدر کو درک کرنے کے راستے:

وہ حضرات جو چاہتے ہیں کہ یقین کے ساتھ شب قدر کو درک کریں ان پر لازم ہے کہ مہینے کے شروع ہونے سے پہلے چاند دیکھنے کی کوشش کریں اور یقین کے ساتھ روزہ رکھیں کہ آج رمضان کی پہلی تاریخ کی رات ہے۔تا کہ شب قدر کو درک کرنے میں خطا کے مرتکب نہ ہو۔ وگرنہ ادراک ظاہری ہے اور اہل دل والے حضرات ماہ رجب سے ہی اس طرح اعمال اور عبادات کو انجام دیتے ہیں کہ شوال کے شروع تک ان کو یقین ہوتا ہے کہ ہم نے شب قدر درک کی ہے۔

پہلا راستہ:

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ایک شخص کے سوال میں (جو شب قدر کو درک کرنے کے سلسلے میں ہوا تھا) اس طرح فرمایا: اذا أتی شهر رمضان ، فاقرأ سورة الدخان فی کل لیلة مأ ة مرّة، فأذا أتت لیلة ثلاث وعشرین فانک ناظر ألی تصدیق الذی سألت عنه(۱)

جب ماہ رمضان شروع ہو جائے تو سورہ دخان (قرآن کا ۴۴واں سورہ) کی ہر رات ایک سو دفعہ تلاوت کرو جب ماہ مبارک کی تیئیس کی رات ہو گی تو تم کو تمہارے سوال کا جواب مل جائے گا اور شب قدر کی تصدیق ہو جائے گی۔

دوسرا راستہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: أذا أتی شهر رمضان فأقراء کل لیلة انا انزلناه فی لیلة القدر ألف مرّة ، فأذا أتت لیلة ثلاث وعشرین فاشدد قلبک وافتح

۱۔ اصول کافی (ترجمہ فارسی) ج ۱ ص ۳۷۰۔

اُذنیک بسماع العجائب مماتری .'(۱) جب ماہ رمضان شروع ہو جائے تو ہر رات کو سورہ انا انزلناہ فی لیلۃالقدر کی ایک ہزار دفعہ تلاوت کرو اور جب تیئیس کی رات ہو جاے گی اپنے دل کو مضبوط اور کان کو عجائب سننے کے لئے تیار کرو جو کہ دیکھو گے۔

تیسرا راستہ:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لو قرأ رجل لیلة ثلاث وعشرین من شهر رمضان (انا انزلناه فی لیلة القدر) ألف مرّة ،لأ صبح وهو شدید الیقین با لاعتراف بما یخص به فینا وما ذاک ألاّ لشئی عاینه فی نومه (۲) جو شخص ماہ مبارک رمضان کی تیئیس کی رات کو سورہ (انا انزلناه فی لیلة القدر) کی ایک ہزار دفعہ تلاوت کرے گا تو صبح وہ اس حالت میں اٹھے گا کہ ہماری خصائص کا وہ اعتراف کر رہا ہوگا اور وہ بھی یقین شدید کے ساتھ اور ان امور کو وہ حالت خواب میں چشم بصیرت کے ذریعے نظارہ کر چکا ہوگا۔

چوتھا راستہ:

سید ابن طاؤس اپنی کتاب اقبال الاعمال میں فرماتے ہیں: میں نے ایک علمی کتاب میں ایک روایت دیکھی ہے جس میں عبداللہ بن عباس نے پیغمبر اکرمؐ سے نقل فرمایا ہے: پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: آیا ایک ایسی نماز تم لوگوں کو سکھاؤں جس کے انجام دینے سے شب قدر کو دیکھ سکو گے؟ نماز مغرب کے بعد عشاء کی نوافل انجام دینے سے پہلے چار رکعت نماز کو ایک سلام کے ساتھ انجام دو (عشاء کی نماز کی طرح) ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ حمد اور تین دفعہ قل یاایها الکافرون اور تین

۱۔امالی شیخ صدوق ص ۵۲۰۔

۲۔تهذیب ج ۳ ص ۱۰۰۔

دفعہ قل ھو اللہ احد کو پڑھو اور جب نماز ختم ہو جائے ۱۳بار تسبیح (تسبیحات اربعہ) اور استغفار کرو۔(۱)

شب قدر کی علامت:

محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام یا امام جعفر صادق علیہ السلام دونوں میں سے کسی ایک امام سے سوال کیا کہ شب قدر کی کیا علامت ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: **علامتھا تطیب ریحھا وأن کانت فی برد دفئت ، وأن کانت فی حرّ بردت فطابت .** (۲)

شب قدر کی علامت یہ کہ اس کی بو دلپذیر ہوگی، اگر شب قدر سردیوں کے مہینہ میں ہو تو اس رات گرمی ہوگی۔ اگر شب قدر گرمیوں کے مہینہ میں واقع ہو تو اس رات ٹھنڈک ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شب قدر کی رات امام زمانؑ کی رات ہے نہ گرم ہوگی نہ سرد۔ اگر موسم گرما ہو تو یہ رات ٹھنڈی اور دلپذیر ہوگی اور اگر موسم سردیوں کا ہو تو یہ رات گرم اور آرام بخش ہوگی اور شب قدر کی رات ستارے آسمان پر سورج کی طرح روشن اور چمک دار ہونگے۔(۳)

۱۔ اقبال الاعمال ص ۶۵۔

۲۔ کافی ج ۴ ص ۱۵۷، من لایحضرہ الفقیہ ص ۱۵۹۔

۳۔ اقبال الاعمال ص ۶۵۔

۱۰۔نزول قرآن

(۱) قرآن کیسی کتاب ہے؟:

قرآن ایک آسمانی کتاب ہے جو خداوند کے فرامین اور احکام پر مشتمل ہے۔قرآن کلامی الٰہی ہے جس کے عین الفاظ اور کلمات وحی کے ذریعے پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوئے۔قرآن اسلام کا اساس نامہ اور آسمانی کتابوں میں سے سب سے زیادہ ارزش کی حامل اور جس انداز میں خدا نے قرآن کی تعریف فرمائی ہے کسی اور کتاب کی نہیں کی ہے۔قرآن وہ سب سے بڑی اور مہم کتاب ہے جو انسان کو ظلمت، جہل اور کفر سے نکال کر روشنی، علم، ایمان، اور راہ مستقیم کی طرف ہدایت کرتی ہے۔

(۲) قرآن اور اسکا نزول:

حضرت علامہ طباطبائی رضوان اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: (أنا انزلناه) کی ضمیر قرآن کی طرف پلٹتی ہے اور آیہ شریفہ سے ظاہر یہ ہوتا کہ خداوند فرمانا چاہتا ہے کہ ہم نے تمام قرآن کو شب قدر کی رات نازل کیا ہے نہ یہ کہ اسکی کچھ آیات کو۔ کیونکہ قرآن میں انزال سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو کسی چیز کے تمام کے تمام اترنے پر دلالت کرتا ہے۔ نہ تنزیل سے جو کہ کسی چیز کی تدریجی طور پر اترنے پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح سورہ دخان میں بھی فرمایا ہے انا انزلناه فی لیلة المبارکة (۱) ہم نے تمام کے تمام قرآن کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے۔(۲)

فیض کاشانی اپنی تفسیر صافی میں فرماتے ہیں کہ قرآن کا نزول دو طرح کا تھا نزول اول میں خدا نے شب قدر کی رات تمام قرآن کو ایک ساتھ بیت المعمور پر نازل فرمایا اس کے بعد ۲۳ سالہ

۱۔سورہ دخان آیہ ۳۔ ۲۔تفسیر المیزان ج ۲۰ ص ۳۷۹۔

عرصہ میں یہ قرآن بیت المعمور سے قلب مطہر پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوتا رہا اور آپ کے قلب کے راستہ سے ہوتا ہوا لسان مبارک کے ذریعہ لوگوں تک پہنچا۔(۱)

(۳) نزول قرآن کے اقسام:

قرآن پیغمبر اکرمؐ پر دو طرح سے نازل ہوا۔ ۱۔ انزال یعنی پورا قرآن ایک ساتھ دفعۃً قلب پیغمبرؐ یا بیت المعمور پر نازل ہوا۔ ۲۔ تنزیل یعنی گذشت زمان کے ساتھ بطور تدریجی ۲۳ سال کی مدت میں قرآن نازل ہوتا رہا۔

پس قرآن دو مرحلوں میں نبی اکرمؐ پر نازل ہوا:

۱۔ نزول دفعی: ایک ساتھ اور اس نزول پر آیات شریفہ بطور صریح دلالت کرتی ہیں۔ جیسے سورہ قدر میں ارشاد ہوتا ہے **انا انزلناه فی لیلة القدر** اور اسی طرح سورہ دخان **أنا انزلناه فی لیلة مبارکة** ان دونوں آیات کے علاوہ بہت ساری دوسری آیات بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے سورہ انعام اور انبیاء کے اندر موجود آیات شریفہ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آیات مذکورہ سورہ قدر اور سورہ دخان میں وقت نزول قرآن کا بھی ذکر ہوا ہے جو کہ شب قدر کی رات ہے۔

۲۔ نزول تدریجی: یعنی قرآن ۲۳ سال کے عرصے میں موقع، مقام، مصلحت اور دیگر امورات کو مدنظر رکھتے ہوئے خدا نے اپنے نبیؐ پر نازل فرمایا۔ **نزّلنا علیک الکتاب تبیانا لکل ّشئی** (۲) قرآن جو کہ ساری چیزوں کو واضح کرنے والی ہے کو تم پر نازل کیا۔ اور دوسری آیہ **انّا نحن نزلنا علیک القرآن تنزیلا**۔ ہم نے قرآن کو تدریجاً تم پر نازل کیا۔ (۳) ان دونوں آیات میں مراد

۱۔ مقدمہ تفسیر صافی ج ۱ ص ۴۲۔

۲۔ سورہ نحل ۸۹۔ ۳۔ سورہ انسان ۲۳۔

دفعی نہیں ہے بلکہ تدریجی ہے۔

(۴) بیت المعمور سے کیا مراد ہے:

بیت المعمور سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں علماء و مفسرین کے اقوال مختلف ہیں اور ہم ان میں سے دو قول جو کہ ہمارے مفسرین نے نقل کیا ہے ان کو آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔

قول اول: بیت المعمور سے مراد چوتھے آسمان میں ایک جگہ ہے۔ یعنی شب قدر کی رات کو قرآن عرش الٰہی سے چوتھے آسمان پر اتارا گیا اور وہاں پر بیت لمعمور میں رکھا گیا تا کہ بعد میں آہستہ آہستہ پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوتا رہے۔ شیخ الصدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جزء عقائد امامیہ میں سے جانا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: **نزل القرآن فی شهر رمضان فی لیلةالقدر جملة واحدة الی بیت المعمور فی السماء الرابعة ثم نزل من البیت فی مدة عشرین سنة وان الله عز وجل اعطی نبیّه العلم جملة** (۱) تمام قرآن رمضان کے مہینہ میں شب قدر کی رات بیت معمور کی طرف نازل ہوا جو کی آسمان چہارم پر ہے۔ اس کے بعد بیس سال کے عرصہ میں پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوتا رہا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: **البیت لمعمور هوفی السماء الرابعةوهو الضرّاح،یدخله کل یوم سبعون ألف ملک ثم لایعودون الیة ابداً**۔(۲) بیت المعمور چوتھے آسمان پر واقع ہے اور وہ ایک متبرک، محترم اور پاک جگہ ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور کبھی بھی اس سے خارج نہیں ہوتے۔

۱۔ الاعتقادات باب ۳۱، علوم القرآن۔ استاد معرفت ص ۷۰۔

۲۔ تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳۱۔

قول دوم: مرحوم فیض کاشانی فرماتے ہیں کہ بیت المعمور سے مراد قلب پیغمبر اکرمؐ ہے۔ کیونکہ پیغمبر اکرم کا دل حرم الہی ہے اور اس جہان مادی میں اگر دیکھے تو چوتھے رتبے میں ہے۔ اور جمادات ونباتات اور حیوانات کو پیچھے چھوڑ کر چوتھے رتبے یعنی انسانیت کے رتبے میں ہیں۔ قرآن پہلے پیغمبر اکرمؐ کے قلب مبارک پر اتارا اور لسان (زبان) نبیؐ سے ہوتا ہوا لوگوں تک پہنچا۔ (۱)

نتیجہ یہ کہ قرآن کے دو نزول تھے ایک دفعی اور دوسرا تدریجی اور نزول دفعی کے بعد ۲۳ سال تک یا بعض روایات میں ۲۲ سال تک کی مدت میں نبی اکرمؐ پر نازل ہوتا رہا۔

اسماء قرآن:

قرآن کی عظمت کی ایک دلیل اس عظیم کتاب کے مختلف اسماء ہیں جو تمام کے تمام ایک مطلوب اور مقصود پر دلالت کرتے ہیں۔

۱۔ کتاب: آلم ذالک الکتاب لاریب فیه (۲) یہ کتاب جس میں شبھے کی کوئی گنجائش نہیں۔

۲۔ قرآن: طٰس تلک آیات القرآن و کتاب مبین (۳) یہ قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں۔

۳۔ فرقان: تبارک الذی نزّل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیرا (۴) بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ سارے جہان والوں کے لئے انتباہ کرنے والا ہو۔

۱۔ تفسیر صافی ج۱ص۴۲۔ ۲۔ سورہ بقرہ ۱۔

۳۔ سورہ النمل ۱۔

۴۔ سورہ فرقان ۱۔

۴۔نور: واتبعوا النور الذی انزل معه (۱) اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کیساتھ نازل کیا گیا ہے۔

۵۔ذکر: اناّنحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (۲) اس ذکر کو یقیناً ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

۶۔تنزیل: تنزیل من رب العالمین (۳) یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

۷۔احسن الحدیث: الله نزّل احسن الحدیث کتابا متشابهامثانی (۴) اللہ نے ایسی کتاب کی شکل میں بہترین کلام نازل فرمایا ہے۔جسکی آیات باہم مشابہ ومکرر ہیں۔

۸۔موعظہ وشفاء: یاایها الناس قد جائتکم موعظة من ربکم وشفاء (۵) اے لوگو ۔تمہارے پروردگار کی طرف سے یہ قرآن تمہارے پاس نصیحت اور تمہارے دلوں کی بیماری کے لئے شفاء ہے۔

۹۔کلام: یریدون ان یبدلوا کلام اللّٰه (۶) وہ اللہ کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں۔

۱۰۔تذکرہ: وانه لتذکرة للمتقین (۷) اور پرہیزگاروں کے لئے یقیناً یہ ایک نصیحت ہے۔

۱۱۔حکم: حکمة بالغة فما تغن النذر (۸) (جن میں) حکیمانہ اور مؤثر (باتیں) ہیں لیکن تنبیہات فائدہ مند نہیں رہیں۔

۱۲،۱۳۔ذکری ورحمت: انّ فی ذالک لرحمة وذکری لقوم یؤمنون (۹) ایمان لانے

۱۔اعراف ۱۵۷۔ ۲۔سورہ حجر ۹۱۔ ۳۔الحاقۃ ۴۳۔
۴۔زمر ۲۵ ۵۔یونس ۵۸۔ ۶۔سورہ فتح آیہ ۱۵۔
۷۔الحاقۃ ۴۸۔ ۸۔القمر ۵۔ ۹۔العنکبوت آیہ ۵۱۔

والوں کے لئے یقیناً اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔

۱۴۔شفاء:وننزل من القرآن ما هو شفآء ورحمة للمؤمنين (۱)اور ہم قرآن میں سے ایسی چیز نازل کرتے ہیں جو مومنین کے لئے تو شفا اور رحمت ہے۔

۱۵۔حکمت:يتلوا عليهم اياتک ويعلمهم الكتاب والحكمة(۲) تیری آیات سنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔

۱۶۔ہادی:ذالک الكتاب لا ريب فيه هدىً للمتقين (۳)

۱۷۔حبل: واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا (۴)اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو۔

۱۸۔روح: وكذالک اوصينا اليک روحا من امرنا (۵)اور اسی طرح ہم نے اپنے امر میں ایک روح آپ کی طرف وحی کی ہے۔

۱۹۔قصص:نحن نقص عليک احسن القصص بما اوحينا اليک هذا القرآن(۶) ہم اس قرآن کو آپ کی طرف وحی کر کے آپ سے بہترین قصہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

۲۰۔حق: بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فاذا هو ذاهق (۷) بلکہ ہم باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا سر کچل دیتا ہے اور باطل مٹ جاتا ہے۔

۲۱۔بیان:هذا بيان للناس وهدى ورحمة للمتقين (۸) یہ (عام) لوگوں کے لئے ایک

۱۔بنی اسرائیل آیہ۸۲۔ ۲۔بقرہ آیہ ۱۲۹.

۳۔بقرۃ آیۃ۲۔ ۴۔آل عمران ۱۰۳۔ ۵۔شوریٰ ۵۲۔

۶۔یوسف ۳۔ ۷۔الانبیاء ۱۸۔ ۸۔آل عمران ۱۳۸۔

واضح بیان ہے اور اہل تقوی کے لئے ہدایت ونصیحت ہے۔

۲۲۔تبیان:نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء. (۱) اور ہم نے آپ پر یہ کتاب ہر چیز کو بڑی وضاحت سے بیان کرنے والی۔۔۔۔نازل کی ہے۔

۲۳۔بصائر :ھذا بصائر للناس وھدی ورحمة لقوم یوقنون (۲) یہ(قرآن) لوگوں کے لئے بصیرت افروز اور یقین رکھنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

۲۴۔فصل:انہ لقول فصل. (۳) یہ(قرآن) یقیناً فیصلہ کن کلام ہے۔

۲۵۔مبارک:وھذا ذکر مبارک انزلناہ ،أفانتم لہ منکرون (۴) اور یہ قرآن بھی ایک مبارک ذکر ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔کیا تم اس کے بھی منکر ہو؟

۲۶۔مجید:ق والقرآن المجید. (۵) قاف،قسم ہے قرآن بزرگ کی۔

۲۷۔کریم:انہ لقرآن کریم.(۶) کہ یہ قرآن یقیناً بڑی تکریم والا ہے۔

۲۸۔مبین: طٰس تلک آیات القرآن و کتاب مبین (۷) طا،سین۔یہ قرآن اور کتاب مبین کی آیات ہیں۔

۲۹۔حکیم:وانہ فی امّ الکتاب لدینا لعلی حکیم. (۸) اور بلاشبہ یہ مرکزی کتاب (لوح محفوظ) میں ہمارے پاس برتر، پرحکمت ہے۔

۱۔النحل ۸۹ ۔ ۲۔الجاثیہ ۲۰ ۔ ۳۔الطارق ۱۳۔

۴۔الانبیاء ۵۰۔ ۵۔ق ۱ ۔ ۶۔الواقعہ ۷۷۔

۷۔النمل ۱ ۸۔زخرف ۴۔

شہادت حضرت علی علیہ السلام

حضرت علی علیہ السلام کی ولادت:

حضرت علی علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ایک منفرد خصوصیت آپ کی خانہ کعبہ کے اندر ولادت ہے۔ یہ حضرت علی علیہ السلام کی مخصوص خصوصیت ہے نہ اس سے پہلے کسی کو یہ شرف نصیب ہوا ہے اور نہ اس کے بعد ہوگا۔ یہ کرامت اور معجزہ الٰہی ہے جو ذات احدیت نے دنیا کو دکھایا وہ بھی دروازے سے نہیں بلکہ خانہ کعبہ کی دیوار کو شق کر کے آپ کی والدہ کو اندر بلایا اور عمل ولادت خانہ الٰہی کے اندر انجام پایا۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خدا کی خاص عنایات آپؑ کے اوپر تھی۔

شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام مکہ میں مسجد الحرام کے اندر جمعہ کے دن تیرہ رجب کو متولد ہوئے۔ آپؑ کی ولادت کے وقت عام الفیل (وہ سال جس میں ابرہہ نے ہاتھیوں کے ذریعہ خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا) کے واقعہ کو تیس سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ آپؑ کے علاوہ نہ کوئی اور خانہ کعبہ میں متولد ہوا ہے نہ ہی کوئی اسکے بعد اس منزلت اور عظمت کو حاصل کر سکے گا۔(۱)

ابن صباغ مالکی لکھتے ہیں: حضرت علی علیہ السلام خانہ کعبہ کے اندر مکہ میں متولد ہوئے اور کسی کو نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد یہ شرف حاصل ہے۔ یہ وہ فضلیت ہے جو خدا نے آپؑ کے لئے مختص کی ہے اور یہ آپؑ کے مقام و منزلت کی بلندی کا اظہار کرتی ہے اور آپ کی کرامات میں سے ہے۔(۲)

عتاب بن اسید سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت علی علیہ السلام مکہ میں بارہ

۱۔ الارشاد جلد ۱ ص ۵۔

۲۔ الفصول المہمۃ ص ۳۰۔

سال نبوت سے پہلے خانہ کعبہ کے اندر جمعہ تیرہ رجب کو متولد ہوئے اور آپؑ کی ولادت کے وقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھائیس سال کے تھے۔(۱)

پس مشہور تاریخ تیرہ رجب جمعہ کے دن آپ کی ولادت ہوئی ہے۔پیغمبر اکرمؐ عام الفیل کے سال متولد ہوئے تھے اور وفات کے موقع پر ۶۳ سال کے تھے تو اس لحاظ سے آپ کی ولادت ۵۶۹ سے ۵۷۰ عیسوی بتائی گئی ہے اور حضرت علیؑ کی ولادت کے وقت پیغمبر اکرمؐ کی عمر شریف ۳۰ سال لکھا گیا ہے تو اسی طرح حضرت علیؑ کی ولادت ۵۹۹ عیسوی یا ۶۰۰ عیسوی بنتی ہے۔(۲)

حضرت علی علیہ السلام کے والد گرامی:

آپؑ کے والد جناب عبد مناف معروف بہ ابوطالب ابن عبد المطلب ہیں اور حضرت عبداللہ (والد گرامی پیغمبر اکرمؐ) کے بھائی ہیں اور اسی طرح حضرت علیؑ اور پیغمبر اکرمؐ چچازاد بھائی ہیں ۔حضرت ابوطالب کے نام پر اختلاف نظر ہے کچھ حضرات نے آپ کے نام اور کنیہ کو ایک ہی لکھا ہے یعنی ابوطالب (۳) مگر کچھ حضرات نے آپ کا نام عبد مناف ذکر کیا ہے۔(۴) اور کچھ نے عمران نام بتایا ہے (۵) مگر صحیح یہی ہے کہ آپ کا نام عبد مناف تھا۔ بعد میں آپ کے بڑے بیٹے طالب کی وجہ سے آپ کو ابوطالب کہنے لگے اور اتنا زیادہ استعمال ہوا کہ آپ کے اصل نام کی جگہ لے لی۔ بلکہ یوں

۱۔مرآۃ العقول ج۵ص ۲۷۶۔

۲۔دانش نامہ امام علیؑ ج۸ص۱۲۔

۳۔مروج الذہب ج۳ص ۲۶۹ الاصابہ جلد۴ص ۱۱۵۔

۴۔انساب الاشراف ج۲ص۲۳ السیرۃ الحلبیہ ج۱ص۱۳۴ مروج الذہب ج۳ص ۲۶۹۔

۵۔الاصابہ ج۴ص ۱۱۵ ۔
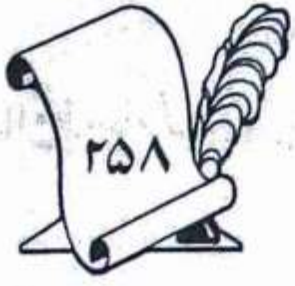
کہیں کہ کنیہ اصل نام کے اوپر چھا گیا۔(۱) حضرت ابوطالب کے چار بیٹے طالب، عقیل، جعفر، علی اور آپ کی بیٹیوں کے بارے میں اختلاف ہے کچھ حضرات نے دو بیٹیاں بنام فاختہ (ام ہانی) اور جمانہ لکھا ہے (۲) اور کچھ نے تین بیٹیاں لکھی ہیں ربطہ کا نام اضافہ کیا ہے۔(۳)

عطا، بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوطالب کا انتقال ہوا تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اے چچا آپ نے صلہ رحم کیا خداوند آپ کو جزاء خیر عنایت فرمائے۔(۴) امام شامی سے منقول ہے کہ: حضرت ابوطالب نے وفات کے موقع پر فرمایا: میں تم لوگوں کو خانہ کعبہ کی تعظیم اور تکریم کی سفارش کرتا ہوں البتہ خدا کی رضایت اور خشنودی بھی اسی تعظیم اور تکریم خانہ کعبہ میں ہے۔اور آخری بات جو آپ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ: میں عبدالمطلب کے دین پر پابند ہوں۔(۵)

امام شامی کہتے ہیں: عبدالمطلب توحید پر اعتقاد کے ساتھ رخصت ہوا اور ابوطالب دین عبدالمطلب پر پابند تھے اور انتقال کر گئے (۶)

حضرت علی علیہ السلام کی والدہ:

آپ کی والدہ گرامی فاطمہ بنت اسد ہیں۔حضرت ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد دونوں ایک ہی قبیلہ سے ہیں۔مورخ حضرات نے آپ دونوں کی شادی کو قبیلہ ہاشمی کی ایک مرد اور عورت

۱۔دانش نامہ حضرت علیؑ ج۸ص۶۴۔ ۲۔مروج الذہب ج۴ص۲۹۰۔

۳۔الطبقات ج۸ص۲۶۷، دانش نامہ حضرت علیؑ ج۸ص۶۸۔

۴۔تاریخ بغداد ج۱۳ص۱۹۶۔

۵۔قصہ کوفہ (بنقل از سبیل الہدی ج۲ص۵۶۲،) ص۳۰۔

۶۔قصہ کوفہ ص۳۰ بنقل از سبیل الہدی۔

کے درمیان پہلی شادی قرار دی ہے اور اسی لحاظ سے یہ شادی خاص اہمیت کی حامل ہے۔(۱) حضرت فاطمہ بنت اسد بہت ہی خدا ترس خاتون تھیں پیغمبر اکرمؐ آپ کو ماں کے طور پر یاد فرماتے تھے کیونکہ آپؐ کو جناب فاطمہ سے ماں کی محبت حاصل ہوئی تھی۔

عطاء بن ابی رباح نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے اپنی قمیض دی اور حکم دیا کہ اس سے کفن کریں۔اور آپؐ خود قبر میں جا کر لیٹ گئے۔جب حضرت فاطمہ بنت اسد کی تدفین سے فارغ ہوئے تو کچھ افراد نے آپؐ سے سوال کیا: یارسول اللہ آپؐ نے کچھ ایسے کام انجام دیئے جو پہلے کبھی بھی انجام نہیں دیئے تھے؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی قمیص سے کفن دیا تاکہ بہشتی لباس آپ کو پہنایا جائے اور قبر میں اس لئے لیٹا تاکہ قبر کے فشار سے محفوظ رہ سکے کیونکہ انہوں نے ابوطالب کی رحلت کے بعد میری بہترین خدمت کی تھی۔(۲)

حضرت علی علیہ السلام کے اسماء القاب وکنیہ:

حضرت علی علیہ السلام کی والد گرامی حضرت فاطمہ بنت اسد نے آپؑ کا نام حیدر رکھا تھا(۳) جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں: انا الذی سمتنی امی حیدرا۔آپ کے کنیہ ابوالحسن ابوتراب اور آپؑ کے القاب بہت زیادہ ہیں جن میں سے سب سے مشہور امیر المؤمنین ہے اور اسد اللہ کا لقب آپؑ کو پیغمبر اکرمؐ نے عطا فرمایا تھا(۴)۔

۱۔الطبقات ج۸ص ۲۶۷،دانش نامہ حضرت علیؑ ج۸ص ۶۸۔

۲۔قصہ کوفہ ص ۱۳۱ بنقل از فرائد السمطین ج۱ص ۳۷۸ح ۳۰۸۔

۳۔بحارالانوار ج۳۵ص ۲۵۲،الارشاد ص۹۔ ۴۔ذخائر العقبیٰ ص ۹۲۔

آپ کا سب سے مشہور و معروف نام علیؑ ہے۔ اس نام گذاری کے سلسلے میں لکھا گیا ہے کہ جب ابو طالب نے دیکھا کہ یہ فرزند ایک منفرد انداز میں دنیا میں آیا ہے تو اس کے نام کے سلسلے میں بھی بہت دقت کی ضرورت ہے۔ اسی فکر میں آپ نے بچہ کو گود میں لیا اور اپنی زوجہ فاطمہ بنت اسد کے ساتھ درّہ ابطح کی طرف حرکت کی۔ دوران حرکت کچھ اشعار بھی پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران ایک شبیہ جو بادل کے مانند تھا ظاہر ہوا ابو طالب نے اس کو پکڑا اور سینے سے لگا کر لوٹ آئے جب گھر میں دیکھا تو ایک لوح تھی جس پر لکھا تھا: اے ابو طالب و فاطمہ ہم نے ایک پاک اور پاکیزہ بیٹا تم کو عنایت کیا ہے جس کا نام علی رکھا گیا اور یہ لوح آسمانی بھی دیوار کعبہ پر عبد الملک مروان کے عہد تک نصب تھی۔ (۱)

حضرت علی علیہ السلام کی تربیت و ایمان بہ رسالت:

خدا کی ایک سب سے بڑی موہبت اور نعمت جو آپ کو نصیب ہوئی وہ یہ تھی کہ حضرت علی علیہ السلام ابھی دس سال کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپؑ کی تربیت اور تذکیہ کا وظیفہ پیغمبر اکرمؐ نے اٹھایا۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے خلق خو اور اپنی بزرگواری اور بڑھائی کے ذریعے آپؑ کی تربیت شروع کی اور کسی بھی حالت میں پیغمبر اکرمؐ آپ کو اپنے سے جدا نہیں کرتے تھے۔ (۲)

حضرت علی علیہ السلام خود اسی بارے میں فرماتے ہیں: وضعنی فی حجرة وانا ولدٌ یضمّنی الی صدره، وتکنفنی فی فراشه ویمسّنی جسده، ویشُمّنی عرفه وما وجدلی کذبةً فی قولٍ، ولاخطلةً فی فعل ... أریٰ نورالوصی والرسالة وأشمُّ ریح

۱۔ بحار الانوار ج ۳۵ ص ۱۹، مناقب آل ابو طالب ص ۲۶۰۔

۲۔ سیرہ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۲، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۴۔

النبوۃ .(۱)۔

میں ایک چھوٹا بچہ تھا جب مجھے پیغمبر اکرمؐ نے اپنی آغوش میں لیا اور اپنے سینے سے لگایا اور اپنے بستر پہ اپنے نزدیک مجھے سلایا اور میرے بدن سے اپنے بدن کو ملایا اور مجھے نوازش دی اپنی خوشبو کو مجھے سونگھواتے تھے اور اپنے کھانے کو چبا کر مجھے کھلاتے تھے۔ نہ کبھی جھوٹ بولا اور نہ ہی مجھ سے جھوٹ سنا۔ میں ہمیشہ ان کی پیروی کرتا تھا۔ اور ہر روز اپنے اخلاق میں سے کچھ مجھ کو سکھاتے تھے اور تاکید فرماتے کہ اس پر عمل کروں۔ میں نے وحی کے نور کو دیکھا اور رسالت و نبوت کی خوشبو سے فیض یاب ہوا۔

فضل بن عباس سے روایت ہے میں نے اپنے والد سے سوال کیا کہ پیغمبر اکرمؐ اپنے بیٹوں میں سے کس سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ جواب دیا: حضرت علی علیہ السلام سے۔ پیغمبرؐ کے نزدیک سب سے محبوب کون تھے؟ جواب دیا کہ آپؐ کے نزدیک سب سے محبوب علی علیہ السلام تھے۔ جب حضرت علیؑ چھوٹے تھے تو کسی بھی صورت پیغمبرؐ سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ میں نے پیغمبر اکرمؐ سے زیادہ مہربان کسی باپ کو نہیں دیکھا اور میں نے علی علیہ السلام سے زیادہ مطیع اور تابع بیٹا نہیں دیکھا۔(۲)

امیر المؤمنین علی علیہ السلام پیغمبر اکرمؐ کے خاندان اور اصحاب میں سب سے پہلے وہ فرد ہیں جنہوں نے خدا پر ایمان اور آپکی پیغمبری پر ایمان لائے۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو تمام شیعوں اور اکثر اہلسنت کے مورخین نے قبول کیا ہے۔ خود حضرت علی علیہ السلام اس سلسلے میں فرماتے

۱۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۳ص ۱۹۷ خطبہ ۲۳۸۔

۲۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۳ص ۲۰۰۔

ہیں: پیغمبر اکرمؐ ہر سال کچھ مدت غار حرا میں گذارتے تھے۔ ان ایام میں میرے علاوہ کوئی اور آپ کو نہیں دیکھتا تھا۔ ان ایام میں پیغمبرؐ اور حضرت خدیجہ کے علاوہ کوئی اور اسلام کی طرف نہیں آیا تھا اور میں تیسرا فرد تھا۔ میں رسالت کے نور کو دیکھتا تھا اور نبوت کی بو کو سونگھتا تھا۔ میں فطرت اسلام میں پیدا ہوا ہوں اور ایمان اور ہجرت میں سب پر مقدم ہوں۔(۱)

یہاں پر حضرت علی علیہ السلام کے ان جملات سے مرحوم مولانا کوثر نیازی کی ایک بات یاد آتی ہے کہ مولانا موحوم اپنی کتاب مولا علی علیہ السلام میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ لڑائی کہ پہلے کون مسلمان ہوا تو میں کہتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام کو اسی جھگڑے میں شامل نہ کریں کیونکہ پہلے مسلمان یا دوسرے مسلمان کی بحث وہاں آتی ہے جہاں پر کوئی شخص پہلے کسی دین یا مذہب میں رہے اور اس سے پلٹ کر دوسرا دین اختیار کرے لیکن حضرت علی علیہ السلام تو پہلے سے ہی مسلمان تھے کسی اور دین کو انہوں نے اختیار ہی نہیں کیا کہ بحث کریں پہلے مسلمان حضرت علیؑ ہے یا نہیں۔ کیونکہ خود حضرت علیؑ نے فرمایا میں فطرت اسلام پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان میں سب سے مقدم ہوں۔(۲)

حضرت علی علیہ السلام ایک اور جگہ فرماتے ہیں: کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں وہ پہلا فرد ہوں جس نے خدا اور پیغمبرؐ پر ایمان لایا اور میرے بعد تم لوگ دستہ دستہ اسلام کی طرف مایل ہوئے۔(۳)

برہان الدین حلبی شافعی حضرت سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: میری امت میں سب سے پہلے وہ شخص حوض (کوثر) پر آئے گا جس نے سب سے پہلے ایمان لایا ہو

۱۔ الارشاد، ج۱، ص۳، اسد الغابہ، ج۴ص۹۱، نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۶۔

۲۔ نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۶۔

۳۔ عیون اخبار الرضا، ج۱، ص۳۰۳، دانش نامہ حضرت علیؑ، ج۸، ص۱۵۱۔

؛یعنی حضرت علی علیہ السلام اور حضور نے ایک بات اس وقت کہی جب حضرت علی علیہ السلام کی شادی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے ہوچکی تھی پیغمبرؐ نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا: تمہارا شوہر دنیا و آخرت میں تمام لوگوں کا سردار ہے کیوں کہ وہ اصحاب میں سے پہلا فرد ہے جو مجھ پر ایمان لائے۔(۱)

ولایت حضرت علی علیہ السلام: حضرت علی علیہ السلام جس دن سے پیغمبر اکرمؐ کی زیر سرپرستی میں گئے اسی دن کے بعد سے لیکر شہادت کی رات تک کسی بھی وقت اور کسی بھی لمحہ دفاع از رسالت اور دین الٰہی سے پیچھے نہیں ہٹے۔ نبوت کے شروع ہوتے ہی پیغمبر اکرم کو مأموریت ملی کہ سب سے پہلے اپنے قبیلے والوں کو دعوت اسلام دیں۔ آیہ شریفہ **وانذر عشیرتک الاقربین**(۲) کے ذریعہ پیغمبر اکرمؐ کو اس کام کی مأموریت ملی کہ قبیلہ والوں کو دین خدا کی طرف بلاؤ اور ان کو خدا کی نافرمانی سے ڈراؤ۔

پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ کھانا تیار کرو اور اولاد عبد المطلب میں سے چالیس مرد اور خواتین کو دعوت دی کھانے کے بعد پیغمبر اکرمؐ تین مرتبہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: تم میں سے کون ہے جو میری مدد کرے تا کہ وہ میرا بھائی وصی اور میرا جانشین بنے؟ تینوں دفعہ سب نے اپنے سروں کو جھکا دیا سوائے حضرت علیؑ کے جو اس محفل میں سب سے چھوٹے تھے کھڑے ہوئے اور ہر تینوں دفعہ آپؐ کی تصدیق کی اور اعلان کی اس وقت پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا؛ یہ علی! میرا بھائی، وصی اور تمہارے درمیان میرا جانشین ہے تم سب پر لازم ہے اس کے احکام کو سنو اور اس پر عمل کرو۔ اس بات پر سب

۱۔ السیرۃ الحلبیہ، ج۱، ص ۲۶۸۔

۲۔ سورہ شعراء آیت ۲۱۴۔

کے سب ہنسنے لگے اور حضرت ابوطالب کو مخاطب کر کے کہا: محمدؐ تجھے حکم دے رہا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی اطاعت کرو۔

پس یوم الانذار وہ پہلا دن ہے جس دن ولایت و جانشینی حضرت علیؑ کا اعلان ہوا۔(۱)

اس کے بعد تاریخ میں ملتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ بہت جگہ تصدیق اور بہت سی جگہ عملاً حضرت علی علیہ السلام کی ولایت اور جانشینی کا اعلان فرماتے رہے۔ ہجرت سے لیکر غدیر تک تاریخ کے اوراق پیغمبر اکرمؐ کی حدیثوں سے بھری ہوئی ہیں جن میں آپ کی ولایت کا اعلان اور آپؑ سے محبت کی قدر ومنزلت اور آپؑ کے دفاع اور پیروی کا حکم ملتا رہا۔ مگر تاریخ اسلام کا سب سے تاریخی واقعہ ۱۸ ذالحجہ سال دس ہجری پیر کے دن غدیر کے میدان میں رونما ہوا۔ پیغمبر اکرمؐ مکہ سے مدینہ کی جانب حرکت میں تھے جب قافلہ غدیر خم پر پہنچا تو پیغمبر اکرمؐ نے سواری کا رخ غدیر کے مقام کی طرف موڑا اور لوگوں سے فرمایا: یاایھاالنّاس اجیبوا داعی اللہ انا رسول اللہ ۔ اے لوگوں دعوت الٰہی کی جانب اجابت کرو میں رسول اللہ ہوں۔ ان الفاظ میں جو بات چھپی تھی وہ یہ کہ وہ وقت آن پہنچا ہے جس کا حکم خدا کی طرف سے آیت یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک کے ذریعے دیا گیا ہے۔ اور آج اسی حکم اور فرمان الٰہی کو لوگوں تک پہنچانے کا دن ہے۔ تمام کاروانوں کو واپس بلایا اور پیچھے سے آنے والوں کا انتظار کیا اور اس کے بعد مقداد، سلمان اور ابوذر و عمار کے ذریعے اونٹوں کے پلانوں کے ذریعے ایک بہت اونچا منبر بنایا (۲) اور ظہر کے نزدیک اذان ظہر کے بعد نماز جماعت ادا فرمائی اور اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ شروع فرمایا۔ اس اجتماع میں تاریخ نویسوں کے مطابق

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۲۰، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱۳ ص ۲۱۰، بحار الانوار ج ۳۵ ص ۱۷۴۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۲۱، ص ۳۸۷، ج ۹۸، ص ۲۹۸ تفسیر العیاشی، ج ۲ ص ۹۷، الاحتجاج، ج ۱، ص ۶۶۔

ایک لاکھ بیس ہزار افراد موجود تھے۔اور یہ تاریخ اسلام کا سب سے تاریخی خطبہ تھا۔

پیغمبر اکرمؐ نے خطبے میں حمد الٰہی کے بعد تمام اوامر جو خدا کی طرف سے لوگوں کیلئے نازل ہوئے تھے ان کا تذکر دیا۔اور اس کے بعد ولایت اور امامت کا تذکرہ کیا اور وہ وقت پہنچ گیا جب پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو بازوں سے پکڑ کر اونچا کیا اور بلند آواز میں فرمایا:من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ ۔اور اس کے بعد فرمایا:اللّھم وال من والاہ و عاد من عاداہ یہ وہ موقع تھا کہ خدا کی طرف سے آیہ شریفہ :الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم السلام دیناً (۱) کو نازل فرمایا۔یہ وہ مقام ہے جہاں ولایت علیؑ کو رسمیت الٰہی حاصل ہوئی اور ولایت علیؑ کے ذریعے دین اسلام کو تقویت اور یہی ولایت نعمتوں کی انتہی بنی۔(۲)

فضائل علی علیہ السلام

فضائل ومناقب امام علیؑ کسی کتاب یا نوشتہ جات میں نہیں سمائے جاسکتے اگر حضرت علیؑ کے فضائل بیان کرنے کے لئے دریا سیاہی اور دنیا کے سارے درخت قلم کا کام انجام دیں تو پھر بھی کم پڑے گا اور کاغذ قلم سیاہی اتمام تک پہنچیں گے مگر علیؑ کے فضائل ختم نہیں ہونگے۔ہم فقط تبرک کے طور پر چند فضائل بیان کر رہیں ہیں تاکہ ثواب سے محروم نہ ہو۔

بحار الانوار میں علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں: روی الثقات عن النبیؐ انّه قال: یاعلیؑ : لک اشیاء لیس لی مثلها انّ لک زوجة مثل فاطمة ولیس لی مثلها ولک ولدان

ا۔مائدہ آیت ۳۔

۲۔احقاق الحق ج ۲۱ ص ۵۳ الی ۵۷ اثبات الہداۃ ج ۲ ص ۲۶۷،اقبال الاعمال ص ۴۵۳،الاصابہ ج ۲ ص ۲۵۷، اسد الغابہ ج ۳ ص ۹۲ الارشاد ص ۸۹ الی ۹۳ بحار الانوار ج ۳۷ ص ۲۰۱ الی ۲۰۷،الیقین ص ۳۴۳ باب ۱۲۷۔

من صلبک ولیس لی مثلهما من صلبی ولک مثل خدیجه اُم اهلک ولیس لی مثلها حماة ولک صهر مثلی ولک اخ فی النسب مثل جعفر ولیس لی مثله فی النسب ولک ام مثل فاطمه بنت اسد الهاشمیه المهاجرة ولیس لی مثلها؟(۱)

موثق افراد نے رسول اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: یا علیؑ تمہارے لئے کچھ خصوصیات ہیں جو میرے لئے نہیں تمہارے لئے فاطمہ جیسی بیوی نصیب ہوئی جو مجھے نہیں، تمہارے نسل سے دو بیٹے (حسنؑ و حسینؑ) ہیں جبکہ میرے لئے نہیں، تم کو خدیجہ جیسی ساس نصیب ہوئی مجھ کو نہیں تمہارے مجھ جیسا سسر نصیب ہوا جو مجھے نہیں ملا، تمہارے لئے ایک ماں باپ سے جعفر جیسا بھائی نصیب ہوا جو مجھے حاصل نہیں، اور تم کو خاندان بنی ہاشم سے فاطمہ بنت اسد جیسی ماں نصیب ہوئی جو مجھے نہیں۔

اسی طرح اور ایک وایت میں ہے: اتت فاطمه علیها السلام النبیؐ فذکرت عنده ضعف الحال فقال لها اما تدرین ما منزلة علی عندی کفانی امری وهو ابن اثنتی عشرة سنة و ضرب بین یدی بالسیف وهو ابن ست عشرة سنة قتل الابطال وهو ابن تسع عشرة سنة وفرّج همومی وهو ابن عشرین سنة ورفع باب خیبر وهو ابن اثنین وعشرین سنة و کان لایرفعه خمسون رجلاً قال فأشرق لون فاطمه علیهاالسلام ولم تقرّ قدماه حتی أتت علیاً علیه السلام فأخبرته فقال کیف لو حدّثک بفضل الله علی کله(۲)

۱۔ بحار الانوار ج۴۰ص ۶۸۔

۲۔ بحار الانوار ج ۴۰ص ۶۔

ایک دن حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی تنگی اور ضعف کی شکایت کی۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: آیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے نزدیک علیؑ کیا منزلت ہے؟ اس نے میرے اوامر کی اطاعت کی جبکہ وہ بارہ سال کے تھے، اسلام کے لئے تلوار چلانے میں پہل کی جبکہ سولہ سال کے تھے، بڑے بڑے بہادر اور پہلوان دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جبکہ وہ انیس سال کے تھے، بیس سال کی عمر میں اس نے میرے غم اور غصہ کو مٹایا اور میرے لئے مداوا بنے، بائیس سال کی عمر میں باب خیبر کو اکھاڑ پھینکا (جبکہ یہ دروازہ پچاس آدمیوں سے اٹھنا مشکل تھا) جب یہ سنا تو حضرت فاطمہ کا چہرہ مطہر نورانی ہوا اور پیغمبرؐ کے حضور نہ بیٹھ سکیں اٹھ کر حضرت علیؑ کے پاس گئیں اور سارا قصہ سنایا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: اگر رسولؐ وہ تمام فضائل جو خدا نے مجھے عنایت فرمائے ہیں بتاتے تو تم کیا کرتیں۔

حضرت علیؑ میں وہ تمام فضائل ایمان، تقوا، علم، زہد، شجاعت، سخاوت ...اور دیگر تمام فضائل نہایت اعلی درجہ کے موجود ہیں، یعنی میں اور آپ ان کے لئے جتنا درجہ دے سکتے ہیں دیں تو ان کا عالی ترین درجہ حضرت علیؑ کے وجود شریف میں موجود ہے، اور یہ ایسا موضوع ہے جس کے بارے میں دوستداران اور ماننے والے اور عاشق تو پہلے ہی سے قائل تھے مگر آپؑ کے دشمن اور آپؑ سے کدورت رکھنے والے بھی ان فضائل کا اقرار کرتے ہیں۔

رخ یوسف ید موسی دَم عیسی داری　　　　آن چہ خوبان ہمہ دارند، تو تنہا داری۔

عبادت گزار ترین فرد علی علیہ السلام

سب پر واضح وعیاں ہے کہ کوئی بھی شخص عبادت اور خلوص نیت میں علیؑ کا ہمتا نہیں ہے حضرت علیؑ نے عبادت گزاروں کو تین قسموں میں تقسیم فرمایا ہے: انّ قوماً عبدوا اللہ رغبةً فتلک عبادة ُ التّجار وانَّ قوماً عبدوا اللہ رہبةً فتلک عبادةُ العبید وانّ قوماً

عبدوا الله شکراً فتلک عبادةُ الاحرار .

ایک گروہ خدا کی عبادت کرتا ہے تاکہ ثواب حاصل کرے یہ عبادت تاجروں کی عبادت ہے دوسرا گروہ وہ ہے جو عبادت کرتا ہے خدا کا خوف اور عذاب آخرت کی وجہ سے یہ بندوں اور غلاموں کی عبادت ہے اور تیسرے وہ افراد ہیں جو خدا کی عبادت کرتے ہیں تاکہ اس کا شکرادا کرسکیں اور خدا کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں یہ عبادت آزادمردوں کی عبادت ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: الهی ماعبدتک خوفاً من عقابک ولاطمعاً فی ثوابک ولکن وجدتک اهلاً للعبادة فعبدتک. (۱)

خدایا: میں نے تیری عبادت تیرے خوف اور عقاب کے ڈر کی وجہ سے یا ثواب کی طمع میں نہیں کی ہے بلکہ میں نے تیری ذات احدیت کو عبادت اور پرستش کا مستحق پایا ہے اور اسی وجہ سے تیری عبادت کرتا ہوں۔

روایات میں ملتا ہے کہ حضرت علیؑ دن اور رات کے اندر ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:انّ علیاً فی آخر عمره یصلی فی کلّ یوم ولیلة الف رکعة: امیر المؤمنین علی علیہ السلام اپنی عمر کے آخری ایام میں دن اور رات کے اندر ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔(۲)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: کان علی بن الحسین علیهما السلام یصلی فی الیوم واللیلة الف رکعةٍ کما کان یفعل امیر المؤمنین علیه السلام کانت

۱۔ بحارالانوار ج۴۱،ص۱۴۔

۲۔ بحارالانوار ج۴۱ص۱۴۔

له خمس مائة نخلةٍ وكان يصلّى عند كل نخلةٍ ركعتين. (۱)

امام فرماتے ہیں: امام زین العابدین علیہ السلام دن رات کے اندر ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے جس طرح آپؑ کے جد بزرگوار حضرت علیؑ کرتے۔ حضرت علیؑ کے باغ میں پانچ سو خرما کے درخت تھے اور آپؑ ہر درخت کے نیچے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی عبادت اور خلوص نیت کے شاہد کے طور پر ایک تاریخی واقعہ کا خلاصہ: پیغمبر اکرمؐ کو کسی کی طرف سے دو موٹے اونٹ ہدیہ کے طور پر ملے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی وضوء کے ساتھ دو رکعت نماز وہ بھی خضوع وخشوع کامل اور تمام شرائط کے ساتھ ادا کرے اور نماز کے دوران دنیا کے بارے میں بلکل نہ سوچھے تو ان دو اونٹوں میں سے ایک دے دونگا۔ فقط علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے قبول ہے۔ اور نماز پڑھی۔ جبرئیل امین پیغمبر اکرمؐ پر نازل ہوئے اور عرض کی: خدا نے آپؐ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ ان دونوں اونٹوں میں سے ایک علی کو دے دو۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: شرط یہ تھی کہ دنیا کے بارے میں کوئی چیز نہ سوچے مگر علی تشہد کے موقع پر اس فکر میں تھے کہ کونسا اونٹ حاصل کروں۔ جبرئیل نے کہا: علیؑ سوچ رہے تھے کہ جتنا ہو سکے موٹے اور قوی اونٹ کو حاصل کروں تا کہ خدا کی راہ میں صدقہ دے سکوں اور یہ فکر الٰہی ہے نہ فکر دنیوی۔ پیغمبر اکرمؐ رونے لگے اور اس کے بعد دونوں اونٹ حضرت علی کو دیئے اور آپؑ نے دونوں اونٹوں کو نحر فرما کر خدا کی راہ میں صدقہ دیا۔ (۲)

۱۔ بحار الانوار ج ۴۱، ص ۱۷۔

۲۔ بحار الانوار ج ۳۶ ص ۱۶۱، مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب ج ۲، ص ۲۰، دانشنامہ امام علی علیہ السلام ج ۴، ص ۵۰۔

۱۔شہادت حضرت علی علیہ السلام

حضرت علی علیہ السلام کو شہادت کی خبر تھی:

حضرت علی علیہ السلام ماہ مبارک رمضان میں شہید ہوئے ۔حضرت علی علیہ السلام کو اپنی شہادت کے بارے میں پہلے سے علم تھا اور ہمیشہ خدا سے طالب شہادت تھے حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے عار ہے کہ بستر پر نیند کی حالت میں موت آئے ۔حضرت علی علیہ السلام کو پیغمبر اکرمؐ نے پہلے ہی شہادت سے مطلع فرمایا تھا۔ایک روایت جو کہ بہت مفصل ہے اس میں پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: یاعلی میرے بعد تیس سال زندگی کرو گے ان سالوں میں تم پر جو ظلم اور ستم ہوان پہ صبر کرنا ایسے اصحاب اور ساتھی تم کو ملیں گے جن کے ساتھ قرآن کی تاویل اور تفسیر کرتے ہوئے دشمنوں سے جنگ کرو گے جس طرح میرے ساتھ نزول قرآن کے وقت کفار کے ساتھ جنگ کی اور آخر میں شہید ہو جاؤ گے اور تمہاری داڑھی تمہارے خون سے رنگین ہو جائے گی اور تمہارا قاتل کا بھی حضرت صالح کی ناقہ کو قتل کرنے والوں کی ردیف میں اور دشمنان خدا میں شمار ہوگا۔اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: **یارسول الله و ذلک فی سلامة دینی فقالؐ: فی سلامة من دینک ثمّ قال یا علی من قتلک فقد قتلنی و من ابغضک فقد ابغضنی.**

حضرت علی علیہ السلام نے سوال کیا: یارسول اللہ جب میں شہید کیا جاؤنگا تو آیا میرا دین سالم ہوگا؟ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ہاں تمہارا دین سالم ہوگا۔یاعلی تیرا قاتل ایسا ہے جیسے اس نے مجھے قتل کیا اور جو شخص تجھ سے بغض رکھے گا حقیقت میں وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

۲۔حضرت علی علیہ السلام کو شہید کرنے کی شازش کرنے والے:

حضرت علی علیہ السلام کی اس مختصر خلافت میں تین جنگیں ہوئیں، جنگ جمل، صفین، نہروان

اور یہ تینوں جنگیں پانچ سال کے اندر پیش آئیں اور ان جنگوں میں ہزاروں لوگ مارے گئے ۔ان جنگوں کی وجہ سے لوگوں کی روحیوں پر بہت برا اثر پڑا اور لوگوں کے عقائد کمزور پڑھ گئے اور ان کی اجتماعی زندگی بہت سختی سے گذرنے لگی ۔ جبکہ ابھی تک لوگوں کے درمیان پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب زندہ تھے جو حضرت علی علیہ السلام کی منزلت اور حقانیت سے کاملاً آشنائی رکھتے تھے حتی حضرت علیؑ کے ہمراہ جنگوں میں حصہ لیا تھا مگر کم علمی اور ایمان اور عقائد کی ضعف کی وجہ سے اور جوامع اسلامی میں آپس میں ہونے والی جنگوں کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں آپ کی انجام دی ہوئی جنگیں بھی قدرت کے حصول اور حاکمیت کی خاطر ہونے والی جنگیں حساب کرنے لگے اور اسی وجہ سے خوارج کا گروہ تشکیل پایا اور یہ خوارج کی خارجی گری اور مذہب وخلافت سے دوری باعث بنی کہ ایسا گروہ تشکیل پائے جو باعث بنے کہ روئے زمین کے سب سے عظیم شخص کو شہید کر دیا جائے۔

استاد شہید مرتضی مطہری فرماتے ہیں: خوارج یعنی شورش گر اور طغیان کرنے والے افراد یہ کلمہ خروج سے یعنی سرکشی اور طغیان کے معنی میں آتا ہے۔ یہ گروہ جنگ صفین میں تشکیل پایا اور اس گروہ کے بننے میں معاویہ کا بہت بڑا ہاتھ ہے، معاویہ نے عمرو عاص کی مشورت سے ایک بڑی اور ماہرانہ چال چلی حکم دیا کہ قرآنوں کو اپنے نیزوں پر اٹھاؤ جسکی وجہ سے کچھ لوگ جو نادان اور مقدس نما تھے جو کہ تعداد میں بہت زیادہ تھے معاویہ کی اس چال کے چکر میں آگئے اور جب مولا نے حکم دیا کہ جنگ کو ادامہ دو تو یہ لوگ ایک دوسرے کو اشارہ کر کے کہتے ہیں: علیؑ کیا کہہ رہا ہے ہم قرآن کے ساتھ لڑیں۔

یہ گروہ شروع میں تو ایک باغی اور سرکش فرقہ تھا مگر آہستہ آہستہ ان لوگوں نے ایک گروہ کی صورت اختیار کر لی اور اپنے لئے خاص عقائد اور اصول وضع کرنے لگے شروع میں تو فقط سیاسی طرح کے تھے مگر بعد میں ایک مذہبی فرقہ میں تبدیل ہو گیا۔ اور ان کے ذہنوں میں یہ بات پرورش پائی کہ

اسلام کے اندر ہونے والے مفاسد کو ختم کر دیں۔اور دنیائے اسلام سے مفاسد کے ریشہ کو سرے سے مٹا دیں۔اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ عثمان، علی و معاویہ سب سے زیادہ خطا کار اور گناہ گنار ہیں۔ یہ گروہ شروع میں تو عثمان و علی کی خلافت کے قائل تھے مگروہ کہتے تھے کہ عثمان اپنی خلافت کے چھٹے سال سے صحیح راستہ سے ہٹ کر مصالح مسلمین کے ضرر والے راستہ پر گیا ہے لہذا واجب القتل ہے اور حضرت علیؑ نے تحکیم کے مسئلہ کو قبول کیا ہے اور توبہ نہیں کی لذا (العیاذ باللہ) واجب القتل ہے۔(۱)

۳۔قتل کی سازش کو اجراء کرنے والے افراد:

جب گروہ خوارج نے اپنے استدلال کے ذریعے اس بات کو یقینی کر لیا کہ ان لوگوں کو قتل ہونا چاہئے تو اس کے اجراء کے لئے انہوں نے مکہ میں ایک جلسہ تشکیل دیا اور اس جلسہ میں مسلمانوں کے رہبروں کے بارے میں تفصیلی گفتگو کی اور ان کے انجام دیئے ہوئے کاموں کو معیوب حساب کیا اور اس جلسہ میں نہروان کی جنگ میں مارے جانے والوں کے لئے دعائے مغفرت کی اور افسوس کا اظہار کیا اور سب نے مل کر کہا کہ: اگر ہم اپنے خدا کے ساتھ معاملہ کریں اور اپنی جان کو اس کی راہ میں فدا کرنا چاہیں تو ہم پر لازم ہے سب سے پہلے مسلمانوں کے حکام کی طرف جائیں اور ان کو غافلگیرانہ طور پر قتل کر دیں تا کہ لوگ ان کے ہاتھوں سے چھٹکارا حاصل کریں۔

اسی وجہ سے سب نے پیمان اور عہد کیا کہ ذوالحجہ کے مہینہ کے بعد اس خبیث نقشہ کو اجراء کریں عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے کہا کہ علیؑ کو قتل کرنے کی ذمہ داری میری ہے برک بن عبداللہ تمیمی نے معاویہ کو قتل کرنے کا بیڑا اٹھایا اور عمرو بن بکر نے عمرو عاص کو قتل کرنے کی ذمہ داری سنبھال لی (۲)

۱۔جاذبہ و دافعہ علی علیہ السلام ص ۱۱۴ الی ۱۳۰۔

۲۔ الارشاد ص ۱۶ تاریخ خلفاء ص ۱۷۵۔

اور سب نے عہد کیا کہ کسی بھی وجہ سے اپنے اس عہد سے نہ پھیریں اور ماہ رمضان کی ایک رات کو اس عہد پر عمل کریں اور اس کام کے لئے ۱۹ رمضان کی رات معین کی گئی۔(۱)

۴۔حضرت علی علیہ السلام کا قاتل کون؟

عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحيٰ بن عمرو بن ملجم بن قیس بن مکسوح بن مقضہ۔ جو کہ معروف ہے عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی۔ یہ شخص یمن کا رہنے والا تھا۔ جب عثمان کو قتل کر دیا گیا اور حضرت علیؑ مسند خلافت پر بیٹھے تو آپ نے یمن کے حاکم جو کہ پہلے حبیب بن منتجب تھے اور عثمان کی طرف سے حاکم یمن تھے کو اپنی جگہ برقرار رکھا اور اس کو خط لکھا کہ اپنے علاقہ کے دس باہوش، عاقل، فصیح اور مورد اطمینان افراد کو میری طرف بھیج دو تو ان دس آدمیوں میں سے ایک ابن ملجم مرادی تھا۔

یہ لوگ جب حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد ابن ملجم کھڑا ہوا اور کہنے لگا:السلام علیک ایھاالامام العادل ، والبدر التمام واللّیث الهمام ، والبطل الضرغام ، والفارس القمقام ومن فضّله اللّه علی سائر الایام صلی الله علیک وعلی آلک الکرام اشهد أنّک امیرالمؤمنین صِدقاً وحقاً وأنّک وصیُّ رسول الله صلی الله علیه وآله والسلم من بعده.(۲)

حضرت علی علیہ السلام نے جب اس کے یہ کلمات سنے تو ایک عمیق نگاہ سے دیکھا۔اور سب کے سب مہمانوں کو ہدیہ اور انعام سے نوازا۔

ابن ملجم کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ جب اس نے چاہا کہ بیعت کرے تو تین دفعہ امام

۱۔شرح نھج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۶ ص ۱۱۳۔

۲۔بحارالانوار، ج۴۲،ص۲۶۰۔
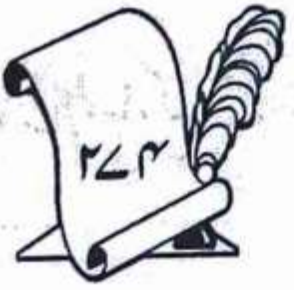
نے اس کی بیعت کو قبول کرنے سے انکار کیا جب تیسری بار آیا تھا حضرت نے اس کی بیعت کو قبول کی اور بیعت کے وقت فرمایا: کیا چیز انسان کو متقی ترین فرد بننے سے روک سکتی ہے؟ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری یہ داڑھی میرے خون سے رنگین ہو جائے گی اور اپنے ہاتھوں کو اپنے محاسن پر پھیرنے لگے۔(۱)

ایک اور روایت کے مطابق جب ان لوگوں نے چاہا کہ حضرت سے بیعت کریں تو حضرت نے ابن ملجم سے تین دفعہ بیعت لی اور اس پر ابن ملجم کو حیرت ہوئی اور اس کی وجہ حضرت سے پوچھی تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تو اپنے کام سے کام رکھ مجھے امید نہیں کہ تو اپنی بیعت پر باقی رہے گا۔

ابن ملجم نے کہا جب میں آپؑ کے حضور آیا اور اپنا نام بتایا تو آپؑ ناراحت ہوئے جب کہ میں آپؑ سے محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپؑ کے حضور میں رک جاؤں اور آپؑ کے کنارے جہاد کروں میں اپنے دل کی گہرائیوں سے آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ کے چاہنے والوں سے محبت کرتا ہوں اور آپ کے دشمنوں سے نفرت کرتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام مسکرانے لگے اور فرمایا: وہ یہودی دایہ تم کو یاد ہے جب تم روتے تھے تو تمہارے منہ پر تھپڑ مار کر کہتی تھی: چپ ہو جا اے پلیدوں کے پلید اور ناقہ صالح کو شہید کرنے والوں سے بھی تم پلید ہو کیونکہ جب بڑے ہو جاؤ گے تو ایسا کام انجام دو گے اور ایسی جنایت کے مرتکب ہو جاؤ گے جس سے خدا کا خشم جاگ جائے گا اور دوزخ کی آگ کے راستے پر جاؤ گے۔ ابن ملجم نے اقرار کیا اور کہا مگر آپ میرے نزدیک سب سے محبوب ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جھوٹ نہیں بولتا ہوں اور مجھ سے بھی جھوٹ نہیں بولا گیا ہے اور حق بات کو اپنی زبان پر جاری کرتا ہوں

۱۔ الارشاد، ج۱، ص۱۱۔

،تو میرا قاتل ہے اور بہت جلد میرے سر کے خون سے میرا چہرہ رنگین ہوگا۔ ابن ملجم نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو مجھے بہت دور کسی جگہ بھیج دیں یا مجھے قتل کردیں تو جواب میں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: أنـه لایحلُّ ذلک أن اقتل رجلاً قبل ان یفعل بی شیئاً (۱) جائز نہیں ہے کہ کسی کو قتل کردیا جائے ایسے کام پر جس کو اس نے ابھی انجام نہیں دیا ہے۔

ابن ملجم کوفہ میں ساکن ہوا اور جنگ نہروان میں حضرت علیؑ کے ساتھ شریک ہوا اور جنگ نہروان میں حضرت علیؑ کی کامیابی کی خبر لیکر کوفہ میں داخل ہوا اور یہ خبر لیکر جب قبیلہ بنی تمیم کے محلّہ میں پہنچا تو اس کو قطام نے اپنے گھر دعوت دی اور نہروان میں قتل ہونے والوں کی خبر پوچھی اور جب سنا کہ حضرت علیؑ کے ہاتھوں اس کا باپ بھائی اور چچا مارے گئے ہیں تو اس نے ابن ملجم کو اپنے عشق اور خوبصورتی کے جال میں گرفتار کرلیا اور شادی کے لئے جو شرائط اس نے رکھی ان میں سے ایک شرط حضرت علی علیہ السلام کو شہید کرنا تھی۔ جو اس نے قبول کرلی۔ (۲)

❁❁❁

۱۔ بحار الانوار ج ۴۲ ص ۲۶۲۔

۲۔ خلاصہ تاریخ از وقائع رمضان وشہادت حضرت علیؑ ص ۲۵۶ الی ۲۶۸۔
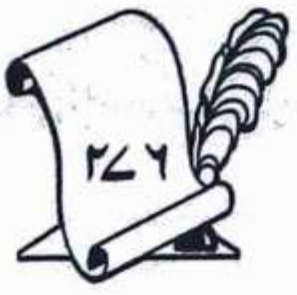
۵۔ ۱۹رمضان کی رات:

سال ۴۰ ہجری کے ماہ مبارک رمضان کا جب آغاز ہوا تو عثمان بن مغیرہ کہتا ہے: حضرت علی علیہ السلام اس مہینہ ہر رات ایک جگہ افطاری فرماتے تھے۔ کبھی امام حسنؑ کے گھر کبھی امام حسینؑ کے گھر اور کبھی ابن عباس کے ہاں اور تین لقموں میں سے زیادہ تناول نہیں فرماتے اور فرماتے تھے: خدا کے حکم کا وقت آن پہنچا ہے اور میں چاہتا ہوں بھوکا رہوں اور حکم الٰہی کے لئے ایک یا دو راتوں سے زیادہ نہیں ہے۔ (۱)

حضرت ام کلثوم بنت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتی ہیں: انیس کی رات افطاری کے لئے میں نے دو جو کی روٹیاں، ایک پیالہ دودھ اور کچھ نمک ایک طشت پر رکھ کر آپؑ کے سامنے رکھا۔ نماز سے فارغ ہو کر جب افطار کے لئے تشریف لائے اور افطاری کے سامان کو دیکھا تو اپنے سر کو ہلانے لگے اور رونے لگے اور فرمایا: بیٹی جان تمہاری جیسی حرکت کوئی بھی بیٹی اپنے باپ سے نہیں کرتی۔ میں نے کہا: کیا ہوا ہے۔ فرمایا: تم میرے لئے افطاری میں روٹی کے علاوہ دو قسم کے سالن لائی ہو کیا تم چاہتی ہو کہ قیامت کے دن حساب و کتاب میں مبتلاء ہو جاؤں میں اپنے بھائی پیغمبر اکرمؐ کی پیروی کرتا ہوں اور فقط ایک سالن پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ ان کے سامنے بھی کبھی دو قسم کے سالن نہیں رکھے گئے حتی کہ وفات پا گئے۔ میں اس وقت تک اس کھانے سے نہیں کھاؤں گا جب تک ایک سالن اٹھ نہ جائے اور میں نے دودھ کو اٹھا لیا اور حضرت نے روٹی اور نمک کے ساتھ افطاری فرمائی۔ (۲)

ابن شہر آشوب حسن بصری سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المؤمنینؑ ۱۹ کی رات کو بالکل نہیں سوئے یہ رات دوسری راتوں سے فرق کرتی تھی اور حضرت علی علیہ السلام کے احوال بھی آج کی رات دوسری

۱۔ فرائد السمطین ج ا ص ۳۸۶ حدیث ۲۳۰۔ ۲۔ بحار الانوار ج ۴۲ ص ۲۷۶۔

راتوں سے فرق کرتے تھے۔ حضرت ام کلثوم نے بیداری کی وجہ پوچھی تو جواب میں فرمایا: صبح کے وقت شہید کر دیا جاؤں گا۔ ام کلثوم نے کہا: جعدہ سے کہیں نماز پڑھائیں امامؑ نے فرمایا: ہاں جعدہ سے نماز کے لئے کہوں گا کہ جماعت کرائے مگر اس کے بعد فرمایا: موت سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں اور گھر سے باہر نکلے اس حالت میں کہ ان اشعار کو پڑھ رہے تھے:

خلّوا سبیل الجاهد المجاهد   فی الیدذی الکتب و ذی المشاهد

فی الله لا یعبد غیرالواحد   ویوقظ الناس الی المساجد

مجاہد فی سبیل اللہ کے لئے راستہ کھلا رکھو قسم ہے خدا کی اس نے ایک کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی اور لوگوں کو مساجد کے لئے جگائیں۔

اس رات امامؑ باہر صحن میں آتے تھے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے اور فرماتے تھے: خدا کی قسم جھوٹ نہیں بول رہا ہوں اور مجھ سے بھی جھوٹ نہیں بولا گیا آج کی رات وہی وعدہ کی رات ہے۔ جب فجر کا وقت ہوا تو ابن تیاح نے نماز کے لئے آواز دی۔ حضرت اٹھے اور مسجد کی طرف حرکت کی نیت کی تھی کہ مرغابیوں نے آپؑ کے دامن کو پکڑ لیا اور فریاد شروع کی حضرت نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو یہ بھی رونا اور فریاد کرنے والوں کے پیچھے فریاد کرنے والی ہیں۔ دروازے پر لوہے سے آپ کی کمر بند پھنس گئی امام علیہ السلام نے کمر کو صحیح طرح کسا اور فرمایا: اے علی! اپنی کمر کو موت کیلئے صحیح طریقے سے باندھ، کیونکہ موت سے تیری ملاقات قریب ہے اور جب موت تیری طرف آئے تو فریاد مت کرنا۔(۱)

حضرت ام کلثوم فرماتی ہیں: انیس کی رات کو میں نے اپنے والد کو کہتے سنا: اللّٰھم بارک

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب جلد ۳ ص ۳۱۰۔

لنافی الموت اللّھمّ بارک لنا فی لقائک :خدایا میرے لئے موت کومبارک کرنا،خدایا میرے لئے اپنی ملاقات کومبارک کر۔جب میں نے یہ کلمات سنےتو عرض کی: والد بزرگوار آیا اپنی موت کی خبردے رہے ہیں۔امام علیہ السلام نے فرمایا:بیٹی موت کی علامات کوایک کے بعدایک دیکھ رہاہوں۔(۱)

ابومخنف کہتے ہیں : امام مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور مسجد میں داخل ہوئے مسجد کے چراغوں کی روشنی کم ہوگئی تھی۔مسجد کے اندرنماز پڑھی اوراذان کہنے کی جگہ پرتشریف لے گئے اذان دی۔اس کے بعدمحراب میں تشریف لائے اورنمازشروع فرمائی۔رکعت اول سجدہ اول سے سرکواٹھایا اسی وقت ابن ملجم مرادی لعنۃ اللہ علیہ نے ضربہ شمشیرکوآپؑ کے سرمبارک پرلگایااورتلواراسی جگہ لگی جہاں جنگ خندق میں عمرو بن عبدودعامری نے ضربہ لگایا تھا امامؑ کو جب ضربت کا احساس ہوا توفرمانے لگے:بسم اللّہ وباللّہ وعلی ملۃ رسول اللّہ۔اورفرمایا:فزت برب الکعبہ۔ لوگ آپ کے گردجمع ہونے لگےاورفریادبلندکرنے لگےمگرامام علیہ السلام آیہ شریفہ:منھا خلقناکم و فیھانعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃً اخریٰ(۲) کی تلاوت فرمانے لگےاسی وقت ملائکہ کے اندرایک ہل چل مچی اورجبرئیل امین نے آوازدی:

تھدّمت واللہ ارکان الھدیٰ وانطمست واللہ نجوم السّماء واعلام التّقی وانفصمت واللہ العروۃ الوثقیٰ قتل ابن عم محمد المصطفی ، قتل الوصی المجتبی ، قتل علی المرتضی ، قتل واللہ سیّد الاوصیاء ، قتلہ اشقی الاشقیاء.

۱۔قصہ کوفہ۴۵۸۔

۲۔سورہ طٰہٰ آیت۵۵۔

خدا کی قسم آج ہدایت کے ارکان گر گئے۔ آسمان کے ستاروں میں سیاہی چھا گئی، تقوی کی نشانیاں ختم ہوگئی اور ہدایت کی مضبوط رسی آج ٹوٹ گئی۔ پیغمبر اکرمؐ کا چچازاد بھائی مارا گیا، مجتبی کا وصی آج شہید کر دیا گیا، علی مرتضی آج مارے گئے، اوصیاء کے سید اور امیر مارے گئے۔ اس کو اشقیاء میں بھی سب سے زیادہ شقی نے مار دیا۔

بیس رمضان کی رات:

محمد بن حنفیہ کہتا ہے: میرے والد نے فرمایا: مجھے میری اس جگہ جہاں میں ہمیشہ نماز پڑھتا ہوں منتقل کرو۔ ہم نے آپؑ کو اس جگہ منتقل فرمایا۔ امام حسین علیہ السلام نے روتے ہوئے فرمایا: بابا ہمارے لئے آپ کے بعد کون ہے؟ آج ایسا ہی دن جس طرح ہم نے اپنے جد بزرگوار کو کھویا تھا؟ امام علیؑ نے امام حسینؑ کو صبر کی تلقین فرمائی۔

گھر کے باہر سے رونے کی آوازیں آ رہی تھی اور امام علی علیہ السلام کی آنکھوں سے اشک جاری تھے امام حسن و حسین علیہما السلام کو سینے سے لگایا اور اپنی اولاد کی طرف نگاہیں دوڑائیں اور اس کے بعد بے ہوش ہو گئے۔ اور جب ہوش میں آیا تو فرمایا: رسول خدا کو بھی ایسی حالت طاری ہوئی تھی کیونکہ ان کو بھی مسموم کیا گیا تھا۔ امام حسین علیہ السلام نے دودھ کا پیالہ تھمایا تھوڑا سا نوش فرمایا اور اس کے بعد فرمایا: باقی دودھ اسیر کے لئے لے جاؤ۔

محمد ابن حنفیہ ادامہ دیتے ہیں کہ: بیس رمضان کی رات کو اپنے والد کے پاس تھا جبکہ زہر آپؑ کے سر مبارک سے لیکر پیروں تک پھیل گیا تھا اور آپؑ نے اس رات کی نماز بیٹھ کر پڑھی اور ہم لوگوں کو کچھ مسائل کی وصیت فرمائی اور ہم کو صبر اور بردباری کی تلقین فرمائی یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ (۱)

....

۱۔ بحار الانوار ج ۴۲ ص ۲۸۸، قصہ کوفہ ص ۴۶۴۔

آخری ملاقاتیں

جراحت کے بعد امام علیہ السلام کو گھر لے گئے اس کے بعد لوگوں کے اندر امام علیہ السلام کی زیارت کرنے اور عیادت کرنے کی اشتیاق بہت زیادہ ہوگئی اور امام علی علیہ السلام کے گھر کے اطراف ایک ہجوم سا رہنے لگا۔ سب کو امام علیؑ کی فکر تھی اسی وقت امام حسن علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ لوگ چلے گئے مگر اصبغ بن نباتہ کہتا ہے کہ مجھ میں چلنے کی سکت نہیں رہی اور قدموں نے ساتھ نہیں دیا وہیں بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد امام حسن علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: مگر نہیں کہا تھا سب چلے جائیں میں نے کہا: یابن رسول اللہ جب تک امامؑ کی زیارت نہ کروں نہیں جاؤں گا۔ امام حسنؑ اندر تشریف لے گئے اور اس کے بعد مجھے اندر بلایا جب امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھتا ہوں: امام علیہ السلام کے سر پر ایک پیلا کپڑا باندھا ہوا ہے اور آپؑ کے سر مبارک سے خون جاری ہے چہرے میں بھی اتنی پیلاہٹ آگئی ہے کہ تشخیص دینا مشکل ہے کہ کپڑا زیادہ پیلا ہے یا آپؑ کا چہرہ مبارک۔ امام علیہ السلام نے مجھ سے کہا: ای اصبغ رومت خدا کی قسم یہ بہشت ہے جو مجھے اپنی طرف بلا رہی ہے۔(۱)

حکیم کا نظریہ:

امام علی علیہ السلام کے مجروح ہونے کے بعد کوفہ کے سارے اطباء جمع ہوگئے ان کے درمیان سب سے زیادہ طب کو جاننے والا اثیر بن عمرو سکونی تھا۔ اس نے حضرت کے معائینہ کے لئے بیٹھ کر بھیڑ کو ذبح کروایا اور اس کے پھیپڑے منگوائے اور اس کے درمیان میں سے ایک رگ نکالی اور

۱۔ امالی شیخ مفید مجلس ۴۲ ص ۳۵۱۔

اس کو امام علیہ السلام کے سر مبارک میں لگے زخم کے اندر داخل کیا اور اس کے بعد باہر نکالا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ ضربت امام علیہ السلام کے سر کے اصلی حصہ تک پہنچ گئی ہے اور اسی کو مسموم و مجروح کیا ہے طبیب امام علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: یا امیر المؤمنین علاج کا کوئی فائدہ نہیں آپؑ اپنی وصیت کر لیں (۲)

امیر المؤمنین علیہ السلام کی وصیتیں:

حضرت امام علی علیہ السلام جس وقت مجروح ہوئے اسی وقت سے لیکر شہادت تک مختلف وصیتیں فرماتے رہے۔ جس میں امامؑ نے اپنے عقائد کو بیان فرمائے، اپنے قاتل کو کس طرح مجازات کی جائے اس کے بارے میں وصیت فرمائی، اپنے بعد کے امام کے لئے وصیت فرمائی، اپنے کفن، دفن اور دیگر امور کے لئے وصیتیں فرمائی کہ ہم یہاں پر بطور خلاصہ تین صورتوں میں پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ مسعودی لکھتا ہے: جب حضرت امام علی علیہ السلام نے دیکھا کہ آپ کی بیٹی ام کلثوم بہت زیادہ رو رہی ہے تو اس کو دلداری دی اور فرمایا: اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ آسمان کے فرشتے اور خدا کے پیغمبر ان صفوں میں میرے استقبال کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اور مجھے دوسری دنیا میں منتقل کرنے کی تیاری ہو رہی ہے۔ اور پیغمبر اکرمؐ فرما رہے ہیں: ہماری طرف آجاؤ یہ جگہ اس جگہ سے تمہارے لئے بہتر ہے۔

اس کے بعد کمرے میں حاضرین سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: میں اپنے اہل بیت کے ساتھ کچھ وصیتیں کرنا چاہتا ہوں کمرے میں موجود سب افراد چلے گئے فقط آپ کے بارہ بیٹے اور کچھ

۲۔ الاستیعاب ج ۳ ص ۱۱۲۸، قصہ کوفہ ص ۴۷۱۔

مخصوص شیعہ رک گئے ۔امامؑ نے حمد وثناء الٰہی کے بعد فرمایا: خداوند تبارک وتعالی سے محبت کرو حسنؑ و حسینؑ کی اطاعت کرواوران کے بارے میں سفارش کرتا ہوں ۔"**فاسمعوا لهما واطيعوا امرهما**" ان دونوں کی باتوں کوسنواوران کے احکامات کی تعمیل کرو۔اس کے بعدامام حسن علیہ السلام کواپناوصی مقررفرمایااوراسماءالٰھی کی تعلیم دی اورنور،حکمت اورمواریث انبیاءکوامام حسن علیہ السلام کی تحویل میں دیااورفرمایا:**اذا أنا متُّ فغسِّلني و كفِّني وحنِّطني و أدخلني قبري**(۱)جب میں دنیا سے چلا جاؤں تو مجھے غسل دو،کفن دو،اور حنوط کرواور قبر کے اندررکھواوراسکے بعدقبرکو بند کرواور جب قبر کامل ہوجائے تو سب سے پہلے رکھی گئی اینٹ کواٹھا کر دیکھنا مگر مجھے نہیں پاؤ گے۔

۲۔حضرت امام علی علیہ السلام کی وصیتوں کی دوسری صورت میں امامؑ نے غسل وکفن اورنماز جنازہ اور دفن کے احکام صادر فرمائے ہیں۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ذکر ہونے والی وصیت کے ادامہ میں فرماتے ہیں کہ امام علی علیہ السلام نے امام حسنؑ وحسینؑ سے فرمایا: **و احملاني بالليل سرّاً واحملا يابنتي مؤخّر السرير واتّعاه مقدّمه** (۲)اور مجھے رات کے وقت غسل دواور حنوط کرو اورمیری تابوت کے پچھلے حصہ کواٹھاؤ آگے کا حصہ خود بخود حرکت کرے گا تم لوگ اس کے پیچھے حرکت کرواور جس جگہ زمین پر رکھدیا جائے وہاں ایک سفید پتھر ملے گا اس جگہ کوکھودلوایک تیارقبر ملے گی یہ وہ قبر ہے جوحضرت نوح پیغمبرؑ نے میرے لئے تیار کی ہے۔

تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ جب حضرت امام علی علیہ السلام کوغسل دینے کے لئے برہنہ کیا گیا تو آپ کے بدن مبارک پر ہزاروں زخم دیکھے گئے جو آپؐ نے راہ اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ کے

۱۔اثبات الوصیۃ ص ۱۵۵۔

۲۔کافی ج ۱ ص ۴۵۷ فرحۃ الغری ص ۸۷ بحارالانوارج ۴۲ ص ۲۱۹۔

دوران متحمل ہوئے تھے (۱)

۳۔وصیت کا تیسرا حصہ جو مشتمل تھا اخلاق، حقوق مسلمین، وظائف، فرائض اور دیگر (۲) دوسرے امور اسلامی، جو کہ کافی مفصل امورات اور دقت طلب ہے ہم اختصار کے طور پر اس میں سے سب سے مختصر وصیت کو آپ کی خدمت میں عرض کر رہے ہیں۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: لـمّـا احتضـر امیـر الـمؤمنیـن علیه السـلامـجـمع بنیه حسناً وحسیناً ، وابن الحنفیّه ، والأصاغر من ولده ، فوصّاهم ، وكـان فـی آخـر وصیّتـه :یا بُنیَّ عاشروا الناس عشرةً ، ان غبتُم حسنّوا الیکم ، وان فقدتم بکوا علیکم .یابنیَّ انّ القلوب جنودٌ مجنَّدةٌ ، تتلاحظُ بالمودة وتتناجی بها ، وكـذلک هـی فی البغض ، فاذا احببتم الرَّجل من غیر خیرٍ سبق منه الیکم فارجوه واذا ابغضتم الرجَّل من غیر سوءٍ سبق منه الیکم فاحذروه (۳)

جب حضرت امام علی علیہ السلام کو حالت احتضار ہونے لگی تو آپؑ نے حسنؑ و حسینؑ محمد حنفیہ اور دوسرے تمام بیٹوں کو جمع فرمایا حتی چھوٹے بچوں کو بھی اور اس کے بعد وصیت فرمائی اور وصیت کے اواخر میں فرمایا: اے میرے بیٹو لوگوں کے ساتھ اس طرح معاشرت اور زندگی کرو کہ جب تم غائب ہو جاؤ تو لوگ تمہاری زیارت کے مشتاق ہو جائیں، اگر دنیا سے گذر جاؤ تو تمہارے مرجانے پر روئیں۔

۱۔علی من المهد الی اللحد ص ۳۴۴.

۲۔صاحبان تحقیق رجوع کریں نہج البلاغہ صبحی صالح ص ۴۲۱ خط نمبر ۴۷، کافی ج ۷ ص ۵۲ تہذیب الاحکام ج ۹ ص ۲۰۸۔

۳۔امالی شیخ طوسی ص ۲۷، بحار الانوار ج ۴۲ ص ۲۴۸۔

اے میرے بیٹو: انسانوں کے دل اس منظّم اور مرتب فوج کے مانند ہیں جو اپنی مودت اور محبت کے ذریعے ایک دوسرے کو اپنی طرف جذب کر کے ایک دوسرے کی ترقی اور نجات کے باعث بنتے ہیں۔ یہی حالت نفرت اور بغض میں بھی ہے۔

اگر کسی سے پہلے کی شناخت اور پہچان کے بغیر محبت ہو جائے تو آیندہ کی دوستی پر امید رکھو اور اگر کسی سے پہلے کی پہچان کے بغیر نفرت ہو جائے تو اس سے احتیاط کرو۔

شہد شہادت:

بالآخر ابن ملجم مرادی ملعون کی ضربت (جو زہر آلود تلوار کے ذریعے وارد ہوئی تھی) نے اپنے کام کو انجام دیا اور امام علی علیہ السلام حالت سمومیت میں شربت شہادت نوش فرما گئے۔

محمد بن حنفیہ کہتے ہیں: جب اکیس رمضان کی رات آن پہنچی رات بھی بہت تاریک تھی اور آج دوسری رات تھی کہ ہم سب اپنے والد بذرگوار کے اطراف میں جمع تھے۔ امام علیہ السلام نے سب اہل خانہ کو جمع فرمایا اور سب سے وداع کی۔ اور فرمایا: خدا اور احکام الہی پر عمل کرو اور رسول خدا کی وضاتح پر عمل کرو اور امام حسنؑ وحسینؑ سے وصیتیں کی۔ (۱) تم سب کا حافظ اور نگھبان ہے اور میرے لئے بھی کافی ہے۔ اپنے ایمان کی حفاظت کرو اور وظائف

تلوار کے زہر نے سارے بدن پر اثر کیا تھا ہمارے چہرے اور آنکھیں آپؑ کی وضعیت کو دیکھ کر لال ہو رہی تھی۔ امام نے کچھ لوگوں سے ملاقات کی ان کو نصیحتیں کی، کھانے پینے سے انکار کیا۔ آپ کے لب مبارک ذکر خدا میں مشغول تھے اور پیشانی بار بار پسینے سے تر ہو جاتی تھی جس کو ہاتھ کے ذریعہ صاف کرتے تھے۔ میں نے کہا: والد بذرگوار میں دیکھ رہا ہوں پیشانی کے پسینہ کو ہاتھ

۱۔ بحار الانوار ج ۴۲ ص ۲۵۰۔

سے صاف کررہے ہیں تو آپ نے فرمایا: فرزندم: تیرے جد رسول خدا سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:انّ المؤمنُ اذا نزل بہ الموت ودنت وفاتہ ، عرق جنینُہ و صار کاللولؤ الرّطب ، وسکن أنینہ مؤمن کے اوپر جب موت وارد ہوتی ہے اور اس کی موت کا وقت نزدیک ہوجاتا ہے تو اس کی پیشانی پر پسینہ آتا ہے اور مروارید کے دانوں کی طرح تروتازہ ہوجاتے ہیں اور اس کے اندر موجود فریاد اور درد میں سکون آجاتا ہے۔حضرت علی علیہ السلام نے شب جمعہ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ ہجری قمری کو شربت شہادت نوش فرمایا۔

آپ کی شہادت سے کوفہ غرق ماتم ہوا، کوچہ وبازار سے رونے کی آوازیں بلند ہوئی لوگ گروہ گروہ حضرت گھر کی طرف آنے لگے اور بلند بلند گریہ وزاری کرتے تھے۔اسراس طرح شہر میں ماتم ہونے لگا جس طرح پیغمبر اکرمؐ کی وفات پر صف ماتم بچھ گیا تھا۔جب رات کی تاریکی چھاگئی آسمان کے افق پر تبدیلی آنے لگی زمین میں لرزہ طاری ہوا اور صبح تک فرشتوں کی تسبیح کا زمزمہ سنائی دیتا تھا یہاں تک کہ طلوع فجر ہوئی (۱)

قاتل امام علی علیہ السلام کا انجام

محمد بن حنفیہ کہتا ہے: جب امام حسن علیہ السلام کفن و دفن امام علی علیہ السلام سے فارغ ہوئے آپؑ چاہتے تھے تین دن بعد ابن ملجم کو سزادیں مگر امام علی علیہ السلام کی اولاد کے اصرار پر اکیس رمضان کی صبح کو امام حسن علیہ السلام کے حکم سے ابن ملجم کو جیل سے لایا گیا اور امام علی علیہ السلام کی وصیت اور احکام اسلامی پر عمل کرتے ہوئے اس کی گردن پر امام حسن علیہ السلام نے ایک ضربت لگائی اور گردن کاٹ دی اور ایک قول کے مطابق ام ہیثم ،اسود نخعی کی بیٹی نے جنازہ کو تحویل میں لیا اور اس کو

۱۔ بحار ج ۴۲ ص ۲۹۳۔

آگ لگا دی اور ایک قول کے مطابق لوگوں نے اس کے مرنے کے بعد اس کی میت کو کوفہ سے باہر لے گئے اور آگ لگا دی۔(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۴۲ ص ۲۹۷، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۶ ص ۱۲۵، الارشاد ص ۱۸۔

اعتکاف

اعتکاف لغت میں توقف کرنے کو کہتے ہیں۔ عکف علی الشئ : اقبل علیه مواطباً لایصرف عنه وجهه (۱) کسی جگہ توقف کرے یا اس کی طرف رخ کرے وہ بھی توجہ اور تعظیم کے ساتھ پس لغت کے لحاظ سے بھی توقف اور ٹھہر جانا وہ بھی مطلقا نہیں ہے بلکہ توجہ اور تعظیم کے ساتھ توقف کرے تو اس کو اعتکاف کہتے ہیں۔

اصطلاح: اعتکاف اسطلاح میں انسان تقرب الٰہی کے انگیزہ کے ساتھ کم از کم تین دن تک روزہ رکھے اور جامع مسجد کے اندر اقامت کرے تو اس کو معتکف کہتے ہیں۔

ائمہ معصومینؑ کی طرف سے روایات میں موجود ہے کہ مستحب ہے ہر مسلمان اگر اس کو امکان ہو تو ماہ مبارک رمضان کے آخری دس دن مسجد کے اندر اعتکاف کرے۔ اور یہ ہمارے انبیاءؑ اور ائمہ معصومینؑ کا شیوہ رہا ہے۔ علامہ مجلسی بحار الانوار میں فرماتے ہیں کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام مسجد بیت المقدس میں اعتکاف کیا کرتے تھے (۲) اور قرآن مجید کی آیات سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اعتکاف ایک عبادت الٰہی ہے اور انبیاء علیہم السلام اس پر عمل کیا کرتے تھے ۔وعهدنا ابراهیم واسماعیل ان طهرابیتی للطائفین والعاکفین والرکّع السجود (۳)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کان النبیؐ یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاه اللّه التعالی ثمّ اعتکف ازواجه بعده (۴) پیغمبر اسلامؐ نے اپنی وفات تک ہمیشہ

۱۔ لسان العرب ج۹، ص۳۴۰۔ ۲۔ بحار الانوار ج۱۴ ص۱۴۱ چاپ ایران۔

۳۔ سورہ بقرہ آیت ۱۲۵۔ ۴۔ ارکان اسلام ص۱۶۳۔

رمضان المبارک کے آخری دس دن اعتکاف میں گزارے اور آپؐ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج نے بھی اس پر عمل کیا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: **كان رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم اذا دخل العشر الاواخر ،اعتكف فى المسجد وضربت له قبّة من شعر وشمّر المئزر** ۔(۱) پیغمبر اکرمؐ ماہ مبارک رمضان کے آخری دس دنوں میں مسجد النبی میں اعتکاف کرتے تھے۔آپؐ کے لئے ایک بالوں سے بنا ہوا خیمہ مسجد کے اندر لگایا جاتا تھا آپؐ ان ایام میں بستر کو چھوڑ کر عبادت کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔

کس مسجد کے اندر اعتکاف کریں؟

حضرت امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کس مسجد میں اعتکاف صحیح ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اعتکاف صحیح نہیں ہے مگر مسجد الحرام، مسجد النبیؐ مسجد کوفہ، مسجد بصرہ، مسجد مدائن اور شہروں کی مساجد جامع ۔ اصل اعتکاف میں مسجد کے لئے مبناء یہ ہے کہ اعتکاف اس مسجد میں صحیح ہے جہاں پیغمبر اکرمؐ یا ائمہؑ نے اعتکاف کیا ہو یا نماز ادا کی ہو۔لیکن شہر کی مسجد جامع کی اجازت بھی اسی لئے دی ہے کہ لوگ تکلیف میں مبتلاء نہ ہو جائیں۔

فضیلت اعتکاف

اعتکاف عبادت الٰہی ۔ہے اور اس سلسلہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف سے بھی بہت تاکید ہے اور اعتکاف کے فضائل بھی بہت بیان کئے گئے ہیں اور ہم فقط دو روایت بیان کر رہے ہیں۔

۱۔کافی ج ۴ص ۱۷۵ح ۱،سنن النبیؐ ص ۲۹۹۔

ایک اورروایت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: **اعتکاف عشر فی شھر رمضان یعدل حجتین و عمرتین** (۱) اعتکاف کرنا ماہ رمضان المبارک کے دہہ میں سے ایک میں برابر ہے دو حج اور دو عمرہ کے ثواب کے۔

ایک اورروایت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

من اعتکف ایماناً و احتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه (۲) اعتکاف کرنے والا ایمان اوراخلاص کے ساتھ کرے تو اس کے گذرے ہوئے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اعتکاف کی فضیلت میں بھی کافی ہے کہ جنگ بدر ماہ رمضان المبارک میں واقع ہوئی تھی جس کی وجہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف نہ کرسکے مگر دوسرے سال آپ نے دو اعتکاف رکھے ایک اسی سال کا دوسرا گذشتہ سال کے قضا کے طور پر (۳)

اعتکاف کے شرائط اور آداب:

(۱)۔اعتکاف ایک مستحب عمل ہے مگر یہ کہ چند وجوہات کی بنا پر واجب ہوجاتا ہے:

(الف) نذر، عہد اور قسم کی وجہ سے۔(ب) مسجد کے اندر دو دن کامل ہوجائے تو تیسرے دن ٹھہرنا واجب ہے بلکہ شیخ طوسی کے قول کے مطابق اعتکاف کی نیت کرتے ہی واجب ہوجاتا ہے۔

(۲) روزہ رکھے: اعتکاف کم از کم تین دن کا ہوتا ہے اوران تینوں دنوں میں روزہ رکھنا واجب ہے۔

(۳) محرمات اعتکاف: خوشبو کرنا، بحث و جدال کرنا، خرید و فروش کرنا اور معتکف کیونکہ حالت روزہ میں ہے لہذا اس پر واجب ہے کہ مبطلات روزہ سے بھی پرہیز کریں۔

۱۔من لایحضرہ الفقیہ ج۲ ص۱۸۸۔

۲۔وسائل الشیعہ ج۷ ص۳۹۷۔ ۳۔وسائل الشیعہ ج۷ ص۳۹۷۔

۴۔ مسجد سے خارج ہونا معتکف کیلئے جائز نہیں ہے مگر کسی عقلی، عرفی اور شرعی ضرورت کیلئے عقلی جیسے رفع حاجت کیلئے جانا، عرفی جیسے تشییع جنازہ کیلئے اگر میت رشتہ دار کی ہو، شرعی جیسے ڈاکٹر کو دکھانا اگر انسان حالت اعتکاف میں ہو اور کسی مسلمان بھائی کی ضرورت کو رفع کرنے کیلئے یا مصیبت سے نجات دلانے کے لئے مسجد سے خارج ہو جائے تو کوئی اشکال نہیں ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے: حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام مسجد الحرام میں معتکف تھے حالت طواف میں مشغول تھے کہ آپ کا ایک شیعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا بن رسول اللہ: میں ایک شخص کا مقروض ہوں میرا یہ قرض ادا کر دیں، حضرت نے فرمایا: میرے پاس دینے کیلئے کچھ نہیں ہے اس نے عرض کی: اگر ممکن ہو تو اس سے کچھ وقت کی مہلت لیں کیونکہ اس نے کہا ہے کہ اگر میرا قرض ادا نہیں کیا تو تم کو جیل بھیج دوں گا۔ ابن عباس کہتا ہے: امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے طواف کو چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ چل پڑے میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ آپ بھول گئے کہ حالت اعتکاف میں ہیں؟ امام نے فرمایا: نہیں مگر میں نے سنا ہے اپنے والد سے کہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی مومن بھائی کی حاجت کو پوری کرے اس شخص کے مانند اس کو ثواب ملے گا جس نے نو سال خدا کی عبادت میں گذارے ہو اور دن میں روزہ اور راتوں کو عبادت کیلئے قیام کی حالت میں رہا ہو۔ (۱)

۱۔ روزہ درمان بیماریہای روح وجسم ص ۲۴۰۔

روز قدس

قدس کیا ہے؟

فلسطین جس کا پہلا نام ''کنعان'' تھا اسلامی ممالک میں سے ایک ہے جو مصر، سوریہ (شام) اردن اور لبنان کے حدود میں واقع ہے اور اس جگہ بہت سارے انبیاء علیہم السلام کا ظہور ہوا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہاں زندگی گذاری ہیں۔ بنی اسرائیل کی قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے لے کر آئے تھے ان کے اور فلسطینیوں کے درمیان بہت جنگیں ہوئیں جس میں اکثراً فلسطینی کامیاب ہوئے تھے مگر مسلسل جنگوں کی وجہ سے بالآخر قوم بنی اسرائیل کامیاب ہوئی اور شہروں پر قبضہ کرلیا۔

بیت المقدس :حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ایک ہزار سال قبل حضرت داود علیہ السلام نے اور شلیم (بیت المقدس فعلی) پر قبضہ کیا اور بیت المقدس (یا خانہ خدا) کی تعمیر شروع کی اور اس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں پایہ تکمیل تک پہونچی۔

بیت المقدس خانہ کعبہ سے تقریباً گیارہ سو سال قبل تعمیر ہوا ہے۔ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے نو سو ستر (۹۷۰) سال قبل تعمیر فرمایا تھا۔ بعثت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مسلمان عبادت کے وقت اپنا رخ بیت المقدس کی طرف کر کے نماز پڑھتے تھے اس لئے اس کو قبلہ اول مسلمین سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ مسلمانوں کے نزدیک مسجد الحرام میں خانہ کعبہ کے بعد دنیا کی سب سے مقدس ترین جگہ ہے۔

مسلمانوں نے تیرہ سال تک مسجد الاقصیٰ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی۔ اور ہجرت کے بعد اس کے دوسرے سال جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد بنی سلمہ میں مشغول نماز تھے تو

فرمان الٰہی ہوا کہ اپنے رخ کو بیت المقدس سے موڑ کر خانہ کعبہ کی طرف کریں۔

قدس کیونکہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے اس لئے مسلمانوں کے نزدیک بہت عزیز اور مقدس ہے۔

روز قدس:

وقائع تاریخ میں بہت اہمیت کا حامل واقعہ جو کہ انقلاب اسلامی ایران کے شروع میں واقع ہوا اور وہ رہبر کبیر مسلمین جہان حضرت امام خمینی قدس سرہ الشریف کے ذریعہ سے وہ روز جہانی قدس ہے۔ حضرت امام خمینی قدس سرہ الشریف نے ماہ مبارک رمضان کے آخری جمعہ کو ۱۳۹۹ھ۔قمری کو روز قدس کے نام سے منسوب کیا اور اسی سلسلہ میں ہر سال اس دن دنیا بھر کے مسلمان جلسہ اور جلوس نکالتے ہیں جس میں یہودیوں اور اسرائیل کے خلاف نفرت و انزجار اور فلسطین کی مظلوم ملت کی حمایت کا اعلان کیا جاتا ہے۔

اس دن کا تعین امام خمینیؒ کی سیاسی اور مذہبی بصیرت کی دقت پر دلالت کرتی ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت امام خمینیؒ کسی جگہ کسی ملت یا ملک کے رہبر نہیں بلکہ وہ ہر اس مسلمان کے رہبر ہیں جو کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہے۔ ہر اس ملک کی فکر میں ہے جہاں مسلمان رہتا ہے اور مشکل میں ہے اور ہر اس مسلمان کی فریاد کو صدائے لبیک کہتے ہیں جو اسلام کے نام سے پکارتا ہے اور امام نے ہمیں سکھایا کہ ہم باڈر اور حدود کے پابند نہیں ہیں جہاں بھی ہماری مقدسات موجود ہیں چاہے جس ملک میں بھی ہو ان کی حفاظت اور ان کا احترام کرنا ہمارا وظیفہ ہے۔

حضرت امام خمینی قدس سرہ الشریف اپنے اسی مناسبت سے دیئے گئے پیغام میں فرماتے ہے: روز قدس روز جہانی ہے یہ قدس کے ساتھ اختصاص رکھنے والا دن نہیں ہے یہ وہ دن ہے جس میں مستضعف مستکبر کے مقابلہ میں کھڑا ہوا ہے یہ ان ملتوں کا دن ہے جو امریکہ اور غیر امریکہ کے فشار اور ان کے ظلم و جبر کے نیچے پس رہے ہیں۔ یہ وہ دن ہے جس میں مستضعف کو مجہز اور تیار ہونا چاہیئے

تا کہ وہ مستکبر کا مقابلہ کر سکے اور ان کی ناک کو زمین پر رگڑ سکے۔قدس کا دن وہ دن ہے جس دن منافقین اور متعہدین کے درمیان پہچان ہو سکے۔متعہدین اس دن کو قدس کا دن سمجھ کر عمل کرتے ہیں اپنے ان وظائف کے اوپر جن پر ان کو عمل کرنا چاہیئے۔منافقین اور وہ لوگ جو بڑی قدرتوں کے ساتھ روابط رکھتے ہیں اور اسرائیل کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں اس دن بے تفاوت نہیں ہیں۔اور وہ لوگ اپنی ملت کا جلسہ اور جلوس کرنے سے روکتے ہیں۔

روز قدس وہ دن ہے جس میں غریب اور مستضعف ملتوں کی سرنوشت کا تعین کیا جائے گا۔ مستضعف ملتوں کو چاہئے کہ مستکبرین کے سامنے اپنے وجود کا اعلان کریں اور جس طرح ایران میں قیام ہوا اور مستکبرین کی ناک کو مٹی میں ملا دیا اور ملاتے رہیں گے تمام ملتوں کو چاہئے کہ قیام کریں اور اس فساد کے جڑ کو زمین سے اکھاڑ کر کچرے کی ٹوکری میں ڈال دیں۔

روز قدس: وہ دن ہے جس میں ہم ان افراد کو جو روشن فکر ہیں اور پردے کے پیچھے سے امریکہ اور اس کے ہم پیمانوں کے ساتھ روابط رکھتے ہیں ان کو خبردار کریں۔اور یہ بتائیں کہ اگر انہوں نے اپنی ان حرکتوں سے ہاتھ نہ اٹھایا تو ان کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔قدس کا دن فقط فلسطین کا دن نہیں، اسلام کا دن ہے اور حکومت اسلامی کا دن ہے۔(۱)

حضرت امام خمینیؒ کے اس پیغام میں بہت دقیق اور اہم نکات موجود ہیں جیسے اس میں امام نے مسلمانوں کی وحدت اور تجمع کو اسلام کے دشمنوں کی شکست اور سرکوبی کا باعث بتایا ہے۔اگر تمام مسلمان اپنے اختلافی اور نظریاتی مسائل کو ایک طرف رکھ کر اسلام کے حریم کی دفاع اور وہ مشترکات جو ان کے درمیان ہیں جیسے قرآن، کعبہ، قدس جو کہ تمام مسلمانوں کے درمیان مشترک ہیں کوشش

۱۔رہنمودہای امام خمینیؒ ص۹۶، ۱۳۵۸کو روز قدس کی مناسبت سے دیئے گئے پیغام سے اقتباس۔

کریں تو کوئی بھی مستکبر اور کافر و منافق اسلام کی طرف تجاوز کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا اور ان کے مقدسات کی بے حرمتی اور بے احترامی نہیں کرسکتا۔ اگر مسلمین وحدت اور یگانگی کے ساتھ ہمت کرتے تو یہ تھوڑے سے یہودی ہمت نہ کرتے کہ مسلمین کے قبلہ اول پر قبضہ کرسکیں اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈال سکیں۔

مگر افسوس صد افسوس کہ ہم مسلمانوں کے اختلافات اور ان کی کم ہمتی کے باعث شاہد ہیں کہ نہ تنہا قبلہ اول بلکہ آج عراق کے اندر کربلا اور نجف و وادی سلام اور مسجد کوفہ جیسے مقدس مقامات بھی امریکہ کے ظلم اور جور کا نشانہ بنے ہوئے ہیں و ران کے احترام کو پایمال کیا گیا اور مسلمان فقط اور فقط دیکھتے رہے۔

زکات وفطرہ:

ماہ مبارک رمضان کی برکات میں سے ایک برکت مسکینوں اور فقیروں کے لئے مخصوص ہے اور وہ فطرہ ہے۔فطرہ ان زکواۃ میں سے ہے جس کا ادا کرنا ہر مسلمان پر (جو قدرت رکھتا ہو) واجب ہے۔فطرہ کے ادا کرنے کے بہت سارے فلسفے اور وجوہات ہیں ان میں سے ایک اکمال اور اتمام روزہ ہے۔

ابو بصیر اور زرارہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:**انّ منْ تمام الصّوم اعطاہ الزّکوٰۃ ،یعنی الفطرۃ لأنّہ من صام ولم یؤدّ الزّکاۃ فلا صوم لہ اذا ترکھا متعمداً.** (۱)

روزہ کا اتمام اور اکمال حقیقت میں فطرہ کا ادا کرنا ہے، کیونکہ جو شخص روزہ رکھے اور فطرہ کو عمداًادا نہ کرے تو اس کا روزہ نہیں ہے (یعنی اس کے روزہ کی قبولی متوقف ہے ادا فطرہ پر۔)

روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خداوند عالم نے فطرہ اس لئے واجب فرمایا کہ اگر اس نے سال سے زکاۃ جوادا کیا ہے اگر اس میں کوئی کمی رہے تو یہ فطرہ اس کمی کو پوری کردے اور مال کے زکات کو تکمیل کردے۔امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: **من آدی زکاۃ الفطرۃ تمّم اللہ لہ بھامانقص من زکاۃ مالہ** (۲) جو شخص زکات فطرہ کوادا کرے تو خداوند اس کے ذریعے مال کے زکات میں جو کمی رہ گئی ہے اس کو پوری کردیتا ہے۔(پس زکات فطرہ مکمل زکات مال ہے)

۱۔من لایحضرہ الفقیہ ج۲ص۱۸۲۔

۲۔من لایحضرہ الفقیہ ج۲ص۱۸۳۔

فطرہ انسان کے اندر تزکیہ اور پاکیزگی لاتا ہے یعنی باعث بنتا ہے کہ انسان ان لوگوں کی مدد کرے جو بھوکے ہیں اور جن کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہو۔ حقیقتاً فطرہ انسان کے پاس جمع شدہ اموال میں سے فقیروں کا وہ حصہ ہے جو خود اپنی مرضی پر ادا نہیں کرتا اور ان کا حق اس کی گردن پر باقی رہتا ہے مگر فطرہ ادا کرنے کی وجہ سے ان کا حق ادا ہو جاتا ہے اور یہ باعث بنتا ہے کہ انسان پاک ہو جائے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ شریفہ ''قد افلح من تزکی'' کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: من اخرج الفطرۃ۔ پس کامیاب اور تزکیہ اس شخص کو حاصل ہوا جس نے فطرہ نکالا۔ اور اس فرض کو ادا کیا۔ (۱)

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ ج۱، ص۵۱۰۔

عید الفطر:

عید کیا ہے؟

اردو زبان میں عید خوشی منانے کو کہتے ہیں۔ مگر عربی زبان میں عید کے لغوی معنی عود کے ہیں یعنی پلٹ کرنا آنا۔ شوال کے پہلے دن کو عید کے نام سے منسوب کرنے کے سلسلے میں بہت سی وجوہات بیان کی گئی ہے جن میں سے دو وجہ آپ کی خدمت میں عرض کرر ہے ہیں اور یہی دو وجہ قوی ہیں۔

اول: عید کو عید کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس دن توبہ، دعا اور اپنی عبادات کے ذریعے اپنے خدا کی طرف پلٹتے ہیں اور خداوند بھی اپنی مغفرت اور بخشش کو اپنے بندگان کی طرف پلٹاتا ہے

دوم: عید کو عید کہنے کی دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس دن خدا اپنے مؤمن بندوں کو فوائد جمیل اور ثواب کثیر اور بہت زیادہ عنایتوں سے نوازتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: خداوند عید کے دن اپنے بندوں سے فرماتا ہے ،ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے وظائف پر عمل کیا ہو کیا دینا چاہئے؟ فرشتے کہتے ہیں: خدایا ان کا انعام اور اکرام تو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ خداوند فرماتا ہے: اشھدوا ملائکتی انّی غفرت لھم. (۱) تم فرشتے گواہ رہنا کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا ہے۔

اسلام میں عید:

اسلام میں دو قسم کی عیدیں ہیں ،۱۔ عید ظاہری۔ ۲۔ عید معنوی۔ عید معنوی ایک مؤمن کے لئے ہر وہ دن عید ہے جس دن وہ گناہ کا مرتکب نہ ہو۔ اسلام کے اندر عید واقعی وہ دن ہے جس دن

۱۔ شجرہ طوبی ج۱ص۱۹۔

خدا کی معصیت نہ کی جائے ،یعنی خدا کے احکام پر عمل پیرا ہو۔

روایات میں ہے کہ عید کے موقع پر ایک آدمی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ،اس نے دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام سوکھی روٹی تناول فرمارہے ہیں ۔اس کو بہت تعجب ہوا اس نے حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا:**یا امیر المؤمنین أفی یوم العید تأکل خبزاً خشناً؟** یعنی آج کے دن بھی آپؑ سوکھی روٹی کھا رہے ہیں؟امام علیہ السلام نے فرمایا: **الیوم عید لمن قبل صومه و شکر سعیه وغفر ذنبه ، الیوم لناعید و غداًلنا عیدٌ و کلُّ یوم لاتعصی الله فیه فهو لنا عیدٌ .(۱)**

آج کا دن عید کا اس شخص کے لئے ہے جس کے روزے قبول ہوں ،جس کی سعی اور کوشش کا شکریہ ادا کیا گیا ہوں ،جس کے گناہ بخش دیئے گئے ہوں ،ایسا دن ہمارے لئے عید کا دن ہے کل کا دن بھی عید کا دن ہے ہر وہ دن جس میں معصیت الٰہی انجام نہ دی جائے وہ دن ہمارے لئے عیدن کا دن ہوگا۔

پس اسلام کی نظر میں عید اس دن ہے جس میں انسان احکام الٰہی کا تابع رہے اور ایک لحظہ کے لئے بھی خدا کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرے ۔اسلام کے اندر ہمارے تصور کے برخلاف ہے ہم عید کے دن تفریح کے وسائل کو تیار کر کے شہر سے باہر یا شہر کے اندر تفریح اور سیر سپاٹے میں مشغول ہوجاتے ہیں اور ہم سوچتے ہیں کہ عید یہی ہے جبکہ اسلام کے اندر عید یہ ہے کہ غسل کرے اور نماز اور عبادات الٰہی میں مشغول ہوجائے اور لوگوں کو بھی عبادت فردی یا اجتماعی کی طرف دعوت دے۔

انسان کو آج کے دن فکر کرنی چاہئے کہ اگر خداوند ہمارے ایک مہینہ کے اعمال کو قبول

ا۔شجرہ طوبی ج۱،ص۲۱،ارزش واہمیت ماہ مبارک رمضان ص ۲۴۶۔

فرمائے تو کیا ہوگا انسان کی تمام کوشش عید کے دن اس بات کی طرف ہو کہ جتنا ہو سکے آج کے دن خدا کی عبادت کو انجام دے تاکہ اس کے بدلے خدا اس ایک مہینہ کے اعمال اور عبادات اور روزوں کو قبول فرمائے۔

عید الفطر:

ماہ مبارک رمضان کے ختم ہوتے ہی شوال کی پہلی تاریخ کے دن کو عید الفطر کہتے ہیں۔
خداوند فرماتا ہے: **قد افلح من تزکیٰ**: تزکیٰ سے مراد فطرہ ہے یعنی وہ روزہ دار جو اپنے زکات فطرہ کو ادا کردے وہ کامیاب ہے اسی آیہ شریفہ کے ادامہ میں فرماتے ہیں:

فذکر اسم ربّہ فصلّی: یعنی فطرہ ادا کرنے کے بعد عید فطر کی نماز کو ادا کرے۔
اس آیہ شریفہ کے ذریعے خدا نے انسان کے وظائف کو مشخص فرمادیا کہ انسان کو عید الفطر کے دن کیا کام انجام دینا چاہیئے ۔۱۔ فقیروں اور مسکینوں کی فطرہ کے ذریعے مدد کرنا۔۲۔ خدا کی یاد میں نماز عید فطر کو قائم کرنا۔ اور کلمہ ''قد'' کے ذریعے تاکید فرمائی کہ مؤمن اول شوال کے دن جب صبح جاگے تو بجائے اس کے کہ عید کے بہانے سے سیر و تفریح میں دن ضایع کرے اپنے خدا کی طرف مراجعت کرے اور اس کی عبادت و نماز کو بجالائے۔

فلسفہ عید:

الف: قیامت کی یاد دلاتی ہے۔

قیامت کے احوال اور عید فطر کے دن کے احوال میں کچھ جہات سے مطابقت ہے۔
۱۔ عید کی رات تمام لوگ اس انتظار میں ہیں کہ عید کا اعلان کیا جائے تاکہ وہ لوگ اپنے آپ کو دوسرے دن کے لئے تیار کریں، قیامت کے دن بھی سب لوگ انتظار میں رہیں گے کہ اسرافیل

صور کو پھونک دے تا کہ سب کے سب محشر کے صحرا میں جمع ہو جائیں۔

۲۔عید کے دن صبح سب لوگ اپنے گھروں سے مساجد کی طرف رخ کرتے ہیں اور یہ یاددلاتی ہے اس دن کی جب سب اپنی قبروں سے نکل کر محشر کی طرف جائیں۔

۳۔عید کے دن لوگ مختلف کپڑوں میں ہونگے کچھ لوگوں نے بہت مہنگے کپڑے پہن رکھے ہونگے اور کچھ نے پرانے۔قیامت کے دن جب لوگ قبروں سے نکلیں گے تو کچھ خلل (جنت کے لوگوں کے کپڑے) میں ہوں گے اور کچھ قطران (جہنم کے لوگوں کے کپڑے) میں ملبوس ہوں گے۔

۴۔عید کے دن لوگوں کی سواریاں بھی مختلف ہوں گی کچھ گاڑیوں میں اور کچھ پیدل اوراسی طرح قیامت کے دن بھی کچھ لوگ بجلی کی رفتار سے حرکت کریں گے اور کچھ لوگ ہوا کی رفتار سے اور کچھ پیدل۔

ب:خدا کی عبادت کے لئے جمع ہو جائیں:

خدا نے اس دن کو عید کا دن اس لئے قرار دیا تا کہ لوگ جمع ہو کر خدا کی عبادت کریں اوراس کی ستایش کریں۔اور سب سے بڑی عبادت نماز عید کا برگزار کرنا ہے جس میں تمام مسلمان ایک ساتھ جمع ہو کر خدا کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

فضل بن شاذان امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

''انّما جعل یوم الفطر العید لیکون للمسلمین مجتمعاً یجتمعون فیه ویبرزون اللّه عزوجلّ فیمحّدونه علی مامنّ علیهم فیکون یوم عید و اجتماع ویوم فطر ویوم زکاة ویوم رغبة ویوم تضرع لانه اول یوم من السنة یحل فیه الاکل والشرب ، فاحب اللّه عزوجلّ ان یکون لهم فی ذلک مجمع یحمدونه فیه ویقدسونه .''

عید فطر کے دن عید اس لئے رکھی گئی ہے کہ تا کہ مسلمین ایک جگہ جمع ہو جائیں اور خدا کے لئے ایک جگہ

پر اپنے آپ کو ظاہر کریں اور خدا کی عبادت اور شکر گزاری کریں جن چیزوں اور عنایتوں پر جو خدا نے عنایت فرمائی ہیں تا کہ ان لوگوں کے لئے عید ہو اور جمع ہونے کا دن ہو اور فطرہ دینے اور زکات ادا کرنے کا دن اور خدا کی طرف رغبت (توجہ کرنا خدائی نعمتوں کی طرف) کرنے کا دن ہو اور تضرع کرنے کا دن۔ کیونکہ خدا کو پسند ہے کہ اس دن لوگ جمع ہو جائیں اور اس کی حمد و عبادت کریں اور اس کی پرستش کریں۔ (۱)

ج۔ کامیابی کی خوشی منانا:

ماہ مبارک رمضان میں روزہ رکھنا ایک امتحان الٰہی ہے۔ اور عید الفطر کے دن مسلمین کو خوشی ہوتی ہے کہ وہ اس امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں، خدا کے مومن بندے اس امتحان سے کامیابی کے ساتھ نکلنے کی وجہ سے عید برگزار کرتے ہیں کیونکہ آج کا دن جوائز اور اپنے ہدیہ کو خدا سے وصول کرنے کا دن ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں؛ جب شوال کا پہلا دن ہوتا ہے تو ایک منادی خدا کی طرف سے آواز دیتا ہے: ایها المؤمنون اغدوا الی جوائزکم. (۲) اے مؤمنو اپنے انعامات حاصل کرنے کے لئے جلدی کرو۔

د۔ مغفرت اور بخشش کا دن:

مؤمن بندے کی عبادت اور اخلاق جو کہ اس نے ماہ مبارک رمضان میں انجام دیا ہے اس کا ایک انعام بھی ہونا چاہیے اور وہ خدا کی طرف سے بخشش اور مغفرت ہے۔ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام عید الفطر کے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں: و اعملوا عباداللّٰہ انّ ادنی ما للصائمین

۱۔ من لایحضرہ الفقیہ ج۱، ص۵۲۲ وسائل الشیعہ ج۵ ص۱۴۱۔

۲۔ وسائل الشیعہ ج۵ ص۱۴۰۔

والصّائمات أن يناديهم ملك في آخر يوم من شهر رمضان ابشروا عباداللّٰه فقد غفر لكم ماسلف من ذنوبكم فانظروا كيف تكونون فيما تستأنفون واذااطلع هلال شوال نودى المؤمنون هلمّوا الى جوائزكم .(١)

اے بندگان خدا جان لو کم ترین چیز جو مرد اور عورت روزہ داروں کے لئے خدا کی طرف سے معین کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ماہ رمضان کے آخری دن فرشتے خدا کی طرف سے صدا دیتے ہیں: اے بندگان خدا بشارت ہو، تمہارے گزشتہ گناہوں کو خدا نے بخش دیا ہے آیندہ آنے والے دنوں کی فکر کرو کہ کس طرح اپنی اس تازہ زندگی کا آغاز کرنا چاہتے ہو۔ جب شوال کا چاند نظر آتا ہے تو فرشتے فریاد کرتے ہیں کہ مؤمنو آؤ اور اپنے انعام حاصل کرو۔

عید کے دن کس طرح خوشی کا اظہار کریں

عید فطر کے دن اپنی خوشی کا اظہار کرنا بھی لازم ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ آج کے دن کو عید قرار دیا گیا ہے۔ عید فطر خدا کی طرف سے ایک تکلیف الٰہی ہے لذا اس طرح عید منانی چاہئے کہ خدا بھی راضی ہو۔ اس سلسلے میں عید منانے کے چند طریقے پیش خدمت ہیں:

ا۔ دوسروں کو خوش کرنا:

ائمہ علیہم السلام آج کی خوشی کو مختلف طریقوں سے دوسروں تک منتقل فرماتے تھے۔ مثلا روایات کثرت کے ساتھ ہیں کہ عید کے دن غلاموں کو آزاد فرماتے تھے اور یہ ائمہ علیہم السلام کی سیرت رہی ہے۔ ائمہ اطہار عید کی رات کو غلاموں کو آزاد فرماتے تھے۔(۲)

ا۔ شجرہ طوبی ج ا ص ۲۱، میزان الحکمۃ ج ۷ ص ۱۳۱۔

۲۔ بحار الانوار ج ۹۸، ص ۱۸۸۔

٢۔ تکبیر اور تہلیل:

ایک اور طریقہ جس کے ذریعے ہم عید کا اظہار کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ عید کے دن اور عید کی رات کو ہم صدائے تکبیر (اللہ اکبر) بلند کریں۔ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: **زینوا الله العیدین** (فطر، قربان) **بالتهلیل و التکبیر و التمحید و التقدیس** (١) دو عیدوں کو (یعنی فطر اور قربان) تہلیل (لا الہ الا اللہ) تکبیر (اللہ اکبر) اور تحمید (الحمد اللہ) اور تقدیس (سبحان اللہ) کے ذریعے زینت بخشو۔

خود پیغمبر بھی اسی طرح انجام دیا کرتے تھے اور عید فطر اور قربان کے دن تکبیر کی آواز کو بلند کرتے ہوئے گھر سے خارج ہوتے تھے۔ (٢)

٣۔ طہارت اور صفائی:

عید کے اظہار کا ایک اور طریقہ صفائی اور طہارت ہے اور خوشیوں کا استقبال کرنا، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: **من لم یشهد جماعة الناس یوم العید فالیغسل و الیتطب بما وجد و لیصل وحده یصلی فی الجماعة**۔ (٣)

اگر کوئی شخص عید کے دن جماعت میں شرکت نہ کر سکے تو اس کو چاہیے کہ غسل کرے اور خود کو جو بھی خوشبو میسر ہو اس سے خود کو معطر کرے اور خود تنہا نماز پڑھے جس طرح جماعت کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

١۔ کنز العمال حدیث ٢٤٠٩٤، ٢٤٠٩٥۔

٢۔ بحار الانوار ج ٩١ ص ١٨٨۔

٣۔ وسائل الشیعہ ج ۵ ص ١١۵۔
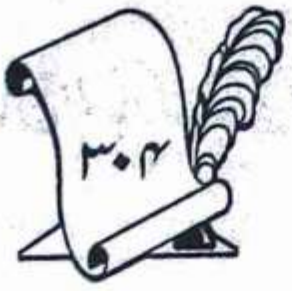
۴۔ فقراء کی مدد کرے:

عید الفطر کے دن خوشی کے اظہار کا ایک طریقہ یہ ہے کہ فقراء کی مدد کریں اور فقراء کی مدد کرنا منحصر نہیں ہے کہ ہم فطرہ ادا کریں اور سیرہ پیغمبر اکرمؐ بھی یہی تھا اور دوسروں کو بھی تشویق فرماتے کہ عید کے دن فقراء کی مدد کی جائے۔

زیارات کے لئے جانا:

ایک اور چیز جو عید کے دن تاکید ہے وہ زیارت امام حسین علیہ السلام ہے جس کی بہت سفارش کی گئی ہے۔

الحمدللہ رب العالمین

منابع

(الف)

القرآن	ترجمہ شیخ محسن علی نجفی
انجیل متی	
انجیل لوقا	
ارزش و اہمیت ماہ مبارک رمضان	سید حسین شیخ الاسلامی
افضل الشہور	محمد علی جواد
ارکان الاسلام	سلمان غاوجی
آثار الصادقین	صادق احسان بخش
امالی	شیخ صدوق
اقبال الاعمال	سید ابن طاؤس
اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی
احقاق الحق	قاضی شوستری
الاحتجاج	ابو منصور طبرسی
اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ	ابن اثیر الجزری
الیقین	سید ابن طاؤس
الارشاد	شیخ مفید
الاصابۃ	احمد بن علی العسقلانی المعروف بابن حجر
اثبات الوصیۃ	علی ابن حسین المسعودی
اوصاف روزہ داران	سید محمد علی جزائری
اربعین	شیخ بہائی

اسلام و مستمندان	مہدی بروجردی
الغدیر	علامہ عبد الحسین امینی
الاعتقادات	محمد باقر مجلسی
انساب الاشراف	بلاذری
الطبقات	ابن سعد
الاستیعاب	ابن عبد البر النمر ی

(ب)

البرھان فی تفسیر القرآن	سید ہاشم حسینی بحرانی
بحار الانوار	علامہ ملا محمد باقر مجلسی

(ت)

تفسیر الکشاف	زمخشری
تفسیر نمونہ	آیت اللہ مکارم شیرازی
تفسیر العیاشی	محمد بن مسعود عیاشی
تہذیب	ابن عساکر
تذکرۃ الخواص	ابن جوزی
تنقیح المقال	شیخ عبد اللہ مامقانی
تاریخ طبری (الامم والملوک)	محمد بن جریر الطبر ی
تفسیر الدر المنثور	جلال سیوطی
تفسیر نور الثقلین	عبد علی ابن جمعہ حویز ی
تفسیر نوین	محمد تقی شریعتی
تفسیر قمی	علی ابن ابراہیم قمی
تفسیر صافی	ملا محمد فیض کاشانی

کتاب	مصنف
التحقیق فی کلمات القرآن	حسن مصطفوی
تاریخ بغداد	حافظ ابی بکر احمد بن علی خطیب بغدادی
تاریخ خلفاء	جلال السیوطی
(ث)	
ثواب الاعمال	ابی جعفر صدوق
(ج)	
جاذبہ ودافعہ حضرت علیؑ	شہید مطہری
جامع السعادات	محمد مہدی نراقی
جنات الخلود	محمد رضا امامی اصفہانی
(ح)	
الحکم	منسوب بہ امام علیؑ
الحیاۃ السیاسۃ لامام الرضاؑ	سید جعفر مرتضیٰ عاملی
حکمت عبادات	جواد آملی
حلیۃ الاولیاء	ابونعیم اصفہانی
(خ)	
خزائن العلوم	ملا احمد نراقی
خزینۃ الجواہر	شیخ علی اکبر نہاوندی
خصال	شیخ صدوق
(د)	
دعا معراج مؤمنین وراہ زندگی	سید محمد تقی مدرسی
الدعوات	قطب الدین راوندی
دلائل الامامۃ	طبری شیعی

دانش نامہ حضرت علیؑ | علی اکبر رشاد

(ذ)

ذخائر عقبیٰ | محبّ الدین طبری

(ر)

روزہ از دیدگاہ گونا گون | سید عبد الکریم حسینی
روزہ روش نوین برای درمان بیماریھا | ڈاکٹر الکسی سوفورین، مترجم محمد جعفر امامی
روزہ درمان بیماریھای روح وجسم | سید حسین موسوی راد لاہیجی
ربیع الابرار | ابوالقاسم جار اللہ زمخشری
رجال کشی | شیخ طوسی
روضۃ المتقین | محمد تقی مجلسی
رمضان در تاریخ | آیہ اللہ لطف اللہ صافی گلپایگانی
روح الدین اسلامی | عفیف عبد الفتاح
رہنمودہای امام خمینی

(س)

سیرہ ماہ رمضان وروزہ داران | استاد مہدی احدی
السیرۃ الحلبیۃ | بر ہان الدین حلبی شافعی
سنن النبی | سید طباطبائی
السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام) | عبد الملک ابن ہشام
سیرۃ رسول اللہ | ابن ہشام
سفینۃ البحار | شیخ عباس قمی

(ش)

شجرۃ طوبیٰ | محمد مہدی حائری

(ص)

الصحاح	اسماعیل جوہری
صحیفہ سجادیہ	حضرت امام سجاد علیہ السلام

(ع)

عوالی اللئالی	ابن ابی الجمہور احسائی
عدّۃ الداعی	ابن فہد
علی من المہد الی اللحد	سید کاظم قزوینی
عنوان الکلام	محمد باقر فشارکی اصفہانی
العین	خلیل بن احمد البصری
عیون الاخبار الرضاؑ	شیخ صدوق
علوم القرآن	استاد معرفت

(غ)

غرر الحکم (کلام امام علی علیہ السلام) عبد الواحد بن محمد آمدی۔ مترجم محمد علی انصاری

(ف)

فلاح السائل	سید ابن طاؤس
فروغ ابدیت	جعفر سبحانی
فرائد السمطین	حموینی شافعی
فلسفہ دعا (مقالہ)	شیخ محسن علی
فروغ الکافی	کلینی
الفصول المہمہ	علی بن محمد مالکی معروف بہ ابن صبّاغ
فرحۃ الغری	سید عنایت الدین عبد الکریم بن طاؤس الحسینی
فلسفہ روزہ در اسلام	شیخ علی ارومیان

فضائل اشہر ثلاثہ — شیخ صدوق
فقیہ (من لایحضرہ الفقیہ) — شیخ صدوق

(ق)

قاموس القرآن — سید علی اکبر قرشی
قصہ کوفہ — علی نظری منفرد

(ک)

کشف المراد — علامہ حلی
کشف الغمّہ — علی ابن عیسی الاربلی
کنز الاعمال — علاء الدین علی متقی ہندی

(م)

مفردات راغب فی غریب القرآن — راغب اصفہانی
مصباح المنیر — احمد ابن محمد المقری الفیوعی
مناقب — مغازی
المحجۃ البیضاء — ملا محسن فیض کاشانی
مجمع الزوائد — ابن حجر ھیثمی
مسار الشیعہ — شیخ مفید
مجمع البیان — علی ابن فضل ابن حسین الطبرسی
مصباح الشریعہ — امام صادق علیہ السلام، مترجم حسن مصطفوی
مکارم الاخلاق — شیخ صدوق
مستدرک الوسائل — محدث حسین نوری
من لایحضرہ الفقیہ — شیخ صدوق
مرآۃ العقول — علامہ مجلسی

کتاب	مصنف
مروج الذھب	علی ابن حسین مسعودی
مناقب آل ابی طالب	ابن شہر آشوب
میزان الحکمہ	محمد محمدی ری شہری
معجم مقائیس اللغہ	ابی الحسن ابن فارس
معانی الاخبار	شیخ صدوق

(ن)

کتاب	مصنف
نہج البلاغہ	
نقش روزہ دردرمان بیماریھا	ڈاکٹر اتو بوختگر ۔ مترجم علی اکبر مہدی پور
نفائح العلام فی سوانح الایام	شیخ علی اکبر مروج الاسلام

(ل)

کتاب	مصنف
لسان العرب	علامہ ابن منظور

(و)

کتاب	مصنف
وسائل الشیعہ	محمد بن حسن حر العاملی
وقائع رمضان وشہادت حضرت علیؑ	احمد صادقی اردستانی

خطبہ شعبانیہ

متن کتاب میں کثرت کے ساتھ خطبہ شعبانیہ کا حوالہ دیا گیا ہے اسی وجہ سے اس خطبے کو قارئین محترم کی سہولت کی خاطر جداگانہ دیا گیا ہے۔

رَوىَ الصدوق قدس سره بسند معتبر عن علی ابن موسیٰ االرضا علیه السلام عن آبائه علیهم السلام عن علي امیر المؤمنین علیه السلام قال:أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَآلِهِ وَسَلَّم خَطَبَنا ذاتَ یَوْمٍ فقالَ أَیُّها النّاسُ أَنَّهُ قَدْ اَقْبَلَ أَلَیْکُمْ شَهْرُ اللّٰهِ بِالْبَرَکَةِ وَ الرَّحْمَةِ وَالْمَغْفِرَةِ،شَهْرٌ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ أَفْضَلُ الشُّهُوْرِ وَأَیّامُهُ أَفْضَلُ الاَیّامِ وَلَیالِیهِ أَفْضَلُ اللَّیالِی وَساعاتُهُ أَفْضَلُ السّاعاتِ هُوَ شَهْرٌ دُعِیْتُمْ فِیْهِ أَلیٰ ضِیافَةِ اللّٰهِ وَجُعِلْتُمْ فِیْهِ مِنْ أَهْلِ کَرامَةِ اللّٰهِ أَنْفاسُکُمْ فِیهِ تَسْبِیْحٌ وَنَوْمُکُمْ فِیْهِ عِبادَةٌ وَ عَمَلُکُمْ فِیْهِ مَقْبُوْلٌ وَدُعاؤُکُمْ فِیهِ مُسْتَجابٌ فَأَسْأَلُوْا اللّٰهَ رَبَّکُمْ بِنِیّاتٍ صادِقَةٍ وَ قُلُوْبٍ طاهِرَةٍ أَنْ یُوَفِّقَکُمْ لِصِیامِهِ وَتِلاوَةِ کِتابِهِ فَأَنَّ الشَّقِیَّ مَنْ حُرِمَ غُفْرانَ اللّٰهِ فِیْ هٰذا الشَّهْرِ الْعَظِیْمِ وَاذْکُرُوْا بِجُوْعِکُمْ وَعَطَشِکُمْ فِیْهِ جُوْعَ یَوْمِ الْقِیامَةِ وَعَطَشَهُ وَ تَصَدَّقُوْا عَلیٰ فُقَرائِکُمْ وَ مَساکِیْنِکُمْ وَ وَقِّرُوْا کِبارَکُمْ وَ ارْحَمُوْا صِغارَکُمْ وَ صِلُوْا أَرْحامَکُمْ وَاحْفَظُوْا أَلْسِنَتَکُمْ وَغُضُّوْا عَمّا لا یَحِلُّ النَّظَرُ أَلَیْهِ اَبْصارَکُمْ وَ عَمّا لا یَحِلُّ الاِسْتِماعُ أَلَیْهِ أَسْماعَکُمْ وَ تَحَنَّنُوا علیٰ أَیْتامِ النّاسِ یُتَحَنَّنْ عَلیٰ أَیْتامِکُمْ وَ تُوْبُوْا أَلیٰ اللّٰهِ مِنْ ذُنُوْبِکُمْ وَ ارْفَعُوْا أَلَیْهِ أَیْدِیَکُمْ بِالدُّعاءِ فِیْ أَوْقاتِ صَلَواتِکُمْ فَأَنَّها أَفْضَلُ السّاعاتِ یَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِیْها بِالرَّحْمَةِ اِلیٰ عِبادِهِ یُجِیْبُهُمْ اِذا ناجَوْهُ وَیُلَبِّیهِمْ اِذا نادَوْهُ وَیُعْطِیهِمْ اِذا سَأَلُوْهُ وَیَسْتَجِیْبُ لَهُمْ اِذا دَعَوْهُ.أَیُّها النّاسُ اِنَّ أَنْفُسَکُمْ مَرْهُوْنَةٌ بِأَعْمالِکُمْ فَفُکُّوْها بِاسْتِغْفارِکُمْ وَ ظُهُوْرَکُمْ،ثَقِیْلَةٌ مِنْ أَوْزارِکُمْ فَخَفِّفُوْا عَنْها بِطُوْلِ سُجُوْدِکُمْ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَقْسَمَ بِعِزَّتِهِ اَنْ لا یُعَذِّبَ الْمُصَلِّیْنَ وَ السّاجِدِیْنَ وَاَنْ لا یُرَوِّعَهُمْ بِالنّارِیَوْمَ یَقُوْمُ النّاسُ لِرَبِّ الْعالَمِیْنَ.أَیُّها النّاسُ مَنْ فَطَّرَ مِنْکُمْ صائِماً مُؤْمِناً فِیْ هٰذا لشَّهْرِ کانَ لَهُ بِذالِکَ عِنْدَ اللّٰهِ عِتْقُ رَقَبَةٍ وَ مَغْفِرَةٌ لَما مَضیٰ مِنْ ذُنُوْبِهِ.قِیْلَ یا رَسُوْلَ اللّٰهِ(ص):فَلَیْسَ کُلُّنا یَقْدِرُ عَلیٰ ذالِکَ،فَقالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ:أَتَّقُوْا النّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ أَتَّقُوْا النّارَ وَلَوْ بِشَرْبَةٍ مِنْ ماءٍ أَیُّها النّاسُ مَنْ حَسَّنَ مِنْکُمْ فِیْ هٰذا الشَّهْرِ خُلْقَهُ کانَ لَهُ بِذالِکَ جَوازاً عَلیٰ الصِّراطِ یَوْمَ تَزِلُّ فِیْهِ الاَقْدامِ وَمَنْ خَفَّفَ فِیْ هٰذا الشَّهْرِ عَمّا مَلَکَتْ یَمِیْنُهُ خَفَّفَ اللّٰهُ عَلَیْهِ حِسابَهُ وَمَنْ کَفَّ فِیْهِ شَرَّهُ کَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ

غَضَبَهُ يَوْمَ يَلْقاهُ وَمَنْ أَكْرَمَ فِيهِ يَتِيماً أَكْرَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ يَلْقاهُ وَمَنْ وَصَلَ فِيهِ رَحِمَهُ وَصَلَهُ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهِ يَوْمَ يَلْقاهُ وَمَنْ قَطَعَ فِيهِ رَحِمَهُ قَطَعَ اللّٰهُ عَنْهُ رَحْمَتَهُ يَوْمَ يَلْقاهُ وَمَنْ تَطَوَّعَ فِيهِ بِصَلاةٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بَراءَةً مِنَ النّارِ وَمَنْ اَدّىٰ فِيهِ فَرْضاً كانَ لَهُ ثَوابُ مَنْ اَدّىٰ سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيما سِواهُ مِنَ الشُّهُورِ وَ مَنْ اَكْثَرَ فِيهِ مِنَ الصَّلاةِ عَلَيَّ ثَقَّلَ اللّٰهُ مِيزانَهُ يَوْمَ تَخِفُّ الْمَوازِينُ وَمَنْ تَلا فِيهِ آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ كانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ خَتَمَ الْقُرْآنَ فِي غَيْرِهِ مِنَ الشُّهُورِ أَيُّها النّاسُ أَنَّ اَبْوابَ الْجِنانِ فِي هٰذا الشَّهْرِ مُفَتَّحَةٌ فَاسْأَلُوا رَبَّكُمْ اَنْ لا يُغَلِّقَها عَنْكُمْ وَاَبْوابَ النِّيرانِ مُغَلَّقَةٌ فَاسْأَلُوا رَبَّكُمْ اَنْ لا يُفَتِّحَها عَلَيْكُمْ وَ الشَّياطِينَ مَغْلُولَةٌ فَاسْأَلُوا رَبَّكُمْ اَنْ لايُسَلِّطَها عَلَيْكُمْ ،قالَ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلامُ: فَقُمْتُ فَقُلْتُ يا رَسُولَ اللّٰهِ ما اَفْضَلُ الاَعْمالِ فِي هٰذا الشَّهْرِ فَقالَ يا اَبَا الْحَسَنِ أَفْضَلُ الاَعْمالِ فِي هٰذا الشَّهْرِ اَلْوَرَعُ عَنْ مَحارِمِ اللّٰهِ ثُمَّ بَكىٰ فَقُلْتُ يا رَسُولَ اللّٰهِ!ما يبكيک؟ فَقالَ :يا علی!أبکی لِما يستحلُ مِنکَ فِي هٰذا الشَّهْرِ كَأَنِّي بِکَ وَاَنْتَ تصلی لِرَبِّکَ وَقَدْ اِنْبَعَثَ اَشْقَى الاَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ شَقِيقُ عاقِرِ ناقة ثمود فضربک ضَرْبَةً عَلیٰ قرنک فَخضبَ مِنْها لَحيَتکَ .قالَ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلامُ: فَقُلْتُ يا رَسُولَ اللّٰهِ!وَذالِکَ فِي سَلامَةٍ مِنْ دِينِي فَقالَ(ص): فِي سَلامَةٍ مِنْ دِينِکَ .ثُمَّ قالَ :يا علی! مَنْ قَتَلَکَ فَقَدْ قَتَلَنِي وَمَنْ اَبْغَضَکَ فَقَدْ اَبْغَضَنِي وَمَنْ سَبَّکَ فَقَدْ سَبَّنِي لأَنَّکَ مِنِّي كَنَفْسِي رُوحُکَ مِنْ رُوحِي وَ طِينَتُکَ مِنْ طِينَتِي اِنَّ اللّٰهَ تَبارَکَ وَتَعالیٰ خَلَقَنِي وَاِيّاکَ وَاصْطَفانِي وَاِيّاکَ وَاخْتارَنِي لِلنُّبُوَّةِ وَ اخْتارَکَ لِلْاِمامَةِ فَمَنْ أَنْكَرَ اِمامَتَکَ فَقَدْ أَنْكَرَ نُبُوَّتِي يا علی!اَنْتَ وَصِيِّي وَأَبُو وُلْدِي وَ زَوْجُ اِبْنَتِي وَ خَلِيفَتِي عَلیٰ اُمَّتِي فِي حَياتِي وَبَعْدَ مَوْتِي اَمْرُکَ اَمْرِي وَنَهْيُکَ نَهْيِي اُقْسِمُ بِالَّذِي بَعَثَنِي بِالنُّبُوَّةِ وِ جَعَلَنِي خَيْرَ الْبَرِيَّةِ اِنَّکَ لَحُجَّةُ اللّٰهِ عَلیٰ خَلْقِهِ وَاَمِينُهُ عَلیٰ سِرِّهِ وَخَلِيفَتُهُ عَلیٰ عِبادِهِ(۱).

۱۔ شیخ صدوق، عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج۱، ص۲۳۰ و اربعین شیخ بھائی، ص۱۶۲

مؤسسۃ المعصومینؑ کی پیشکش

کتاب

''جوانی کی حفاظت کریں''

مؤلف: استاد علی اصغر ظہیری مترجم: محمد یعقوب شاہد

یہ کتاب جوانون کی ناکامی کے اسباب وعلل پر مشتمل ہے اوران کی ناکامی کی وجہ اوراس کے عوامل کی شناخت کرواتی ہے اور جوانوں کو ترقی اور کامیابی کے عوامل اوران کی زمینہ سازی میں مؤثر کردارادا کرتی ہے۔اگرچہ یہ کتاب جوانوں سے مخاطب ہے مگراس کے باوجود والدین اور مربی حضرات کے لئے بھی بچوں کی تربیت میں مفیداور کارآمد ثابت ہوسکتی ہے۔

کتاب مذکورکو مدرسہ معصومینؑ کراچی اوراس سے وابستہ مدارس سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن
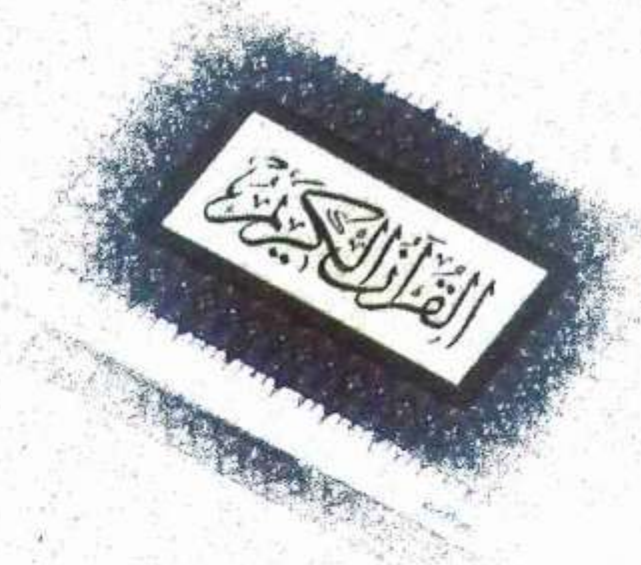
RAMADAN-UL-MUBARAK

Tarbiat Our Insaan Saazi Ka Maheena

Compiler:

Shaikh Zakir Hussain Mudabbir